

بیان المہد

سید شیخ احمد کبیر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
— ترجمہ —

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب قس مسافر عثمانی

مکتبہ مہتمم انویسی مسافر خانہ ایم اے جناح روڈ
کراچی ٹولہ - ۷۷۰۰۹۲

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ
الحمد لله كتاب مستطاب

الْبُنْيَانُ الشَّدِيدُ

ترجمہ

البرہان المروءی

مؤلفہ

عارف کاملی کماثل ملک نجیبہ عارف الدینی سید شیخ احمد کبیر علی ایہی قدس سرہ العزیزہ

مترجمہ

حضرت مولانا ظفر احمد ضاقدس سرہ عثمانی تھانوی

ناشر

مکتبہ تھانوی۔ دفتر الاہتمام

مسافر خانہ۔ بندر روڈ۔ کراچی۔
ایم۔ اے۔ جناح روڈ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

مصنف ————— سید الاولیاء حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ترجمہ ————— مولانا ظفر احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ناشر ————— محمد عبد المتان غفرلہ

قیمت —————

کتابت ————— محبوب کریم صدیقی

لئے کاپیٹہ ————— مکتبہ مقالوی مسافر خانہ - بسند روڈ
ایم۔ اے جناح روڈ
کراچی ۷

فہرست مضامین بنیان المشید

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	تقریظ حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ	۹	محبت اہل بیت کی تاکید	۳۹	کے موافق ہو۔
	نذر بارگاہ عالی	۱۲	صحبت اولیاء اللہ کی تاکید	۴۰	اپنے مریدوں کو مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت
	تقریب	۱۲	رعایت حدود کی تاکید	۴۱	ادب کی تاکید اور اس کا طریقہ
	مختصر حالات حضرت سید اکبر		اتباع سنت کی تاکید	۴۲	شکر نعمت کی تاکید اور اس کا طریقہ
	رفاعی امینی رحمۃ اللہ علیہ	۱۴	لفظ صوتی کی تحقیق	۴۲	ما سوائے خدا پر نظر کرنے سے ڈرو
	دیباچہ مترجم	۲۴	آداب ظاہری کی تاکید	۴۳	جسکو خدا مل گیا اس سب کچھ مل گیا
	مسئلہ سماع	۲۴	ادب سے مراد شرعی ادب ہے	۴۵	احسان و اخلاص
	سلوک کا پہلا قدم زہد ہے	۲۵	اپنے اوپر نظر کرنے سے بچو	۴۵	پسچی عیدیت
	اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدار اخلاص نیت پر ہے	۲۹	عقل کا پہلا درجہ	۴۶	خدا تعالیٰ اپنے ولی کا مددگار ہے
	متشابہات میں غور کرنے سے عقائد کو بچانا چاہیے۔	۳۰	نصیحت سے کب نفع ہوتا ہے	۴۸	اولیاء اللہ کا معاہدہ اللہ کے ساتھ
	توحید کی حقیقت	۳۱	مصنف علیہ الرحمۃ کی تواضع	۵۰	صحبت اولیاء کی ترغیب
	ارکان اسلام کی پابندی کی تاکید	۳۵	اسلام کی خوبی	۵۰	وہ نعمت جو مصنف کو اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے۔
	بدعت سے بچنے کی تاکید	۳۶	صفاء قلب کی شرط قناعت	۵۲	شیخ کا علم لے لینا کافی نہیں بلکہ خود اس کو لو۔
	بندگی کی حقیقت	۳۶	دل کو غیر اللہ سے خالی کرو۔	۵۴	کامیاب اور ناکام کا بیان
	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا حکم	۳۷	کرامت سے ولی کو خوش نہ ہونا چاہیے۔	۵۴	توحید خالص کا بیان
	صحیح حدیثوں کا رد کرنا ایسا ہی ہے جیسا کلام اللہ کو رد کرنا ہے	۳۸	حقیقت کا بیان	۵۶	ذکر اللہ کی تاکید اور اس کا طریقہ
	صحابہ کے مراتب کا بیان اور ان کی شان میں گستاخی کرنے کی ممانعت۔	۳۸	مصنف علیہ الرحمۃ کا مذاق عبث	۵۶	طریقت میراث نہیں ہے بلکہ عمل سے حاصل ہوتی ہے۔
			دعویٰ کی مذمت اور منصوبہ کے دعوے کا بیان	۵۸	خدا تک پہنچنے کا طریقہ
			سلف کا طریقہ ادب ہے	۵۸	طریق وصول
			صوفیہ کرام اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو کیوں نکر بیان کرتے ہیں۔	۵۸	کرامت کا طالب ہونا چاہیے
			ہر کام میں اللہ پر نظر رکھو۔		
			دعوت کی وہی بات سنو جو شریعت		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۸۶	بلکہ خدا کا طالب بننا چاہیے	۸۶	اس کو ضرر ہوتا ہے۔	۱۰۸	کی حقیقت۔
۸۵	ذکر اللہ کی فضیلت اور اس کا طریقہ	۸۵	احوال سے کام لینا چاہیے	۱۰۹	تعلیم علماء کی تاکید اور یہ کہ
۸۴	مخلوق پر نظر کرنا چھوڑو اور	۸۴	راستہ کھلا ہوا ہے۔	۱۱۰	شریعت و طریقت دونوں
۸۴	ہمت بلند کرو۔	۸۴	ذکر کے آداب	۱۱۰	ایک ہیں۔
۸۸	انسانی عظمت کا بیان	۸۸	تواضع	۱۱۲	علماء باعمل ہی حقیقت میں
۸۹	عقل کی فضیلت اور عاقل	۸۹	وقت اور قلب کی حفاظت کرو۔	۱۱۲	ادلیا رہیں۔
۹۰	کی پہچان۔	۹۰	وجد کی حقیقت	۱۱۳	شریعت کا وجود طریقت کے
۹۰	عقل صحیح احکام شرعیہ کی	۹۰	ظاہراً و باطناً شریعت پر	۱۱۴	الگ اور طریقت کا وجود
۹۰	حکمتوں کا کبھی انکار نہیں کر سکتی	۹۰	چلنے کی تاکید	۱۱۴	شریعت سے الگ نہیں ہو سکتا
۹۲	عقل کو روشن کرنے کا طریقہ	۹۲	عندہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت	۱۱۴	شریعت طریقت میں تفریق
۹۲	جو خدا سے غافل ہو نہ اس کی	۹۲	کی علامت یہ ہے کہ بندہ کو	۱۱۴	کرنا بدعت اور گمراہی ہے۔
۹۳	عقل صحیح ہوتی ہے نہ تقریر	۹۳	اپنے عیوب پر نظر ہو جائے	۱۱۴	علماء کو نصیحت کہ حلاوت علم
۹۳	میں اثر۔	۹۳	عارف ہمیشہ بے چین رہتا ہے	۱۱۸	کے ساتھ تلخی عمل بھی چاہیے
۹۳	انسان کیونکر غافل بنتا ہے	۹۳	مگر ناامید نہیں رہتا۔	۱۱۸	صدیقیہ کو نصیحت کہ مشائخ کے
۹۳	حالانکہ موت سر پر سوار ہے	۹۳	اللہ سے ملنے کا قریب تر راستہ	۱۱۸	اقوال یا ذکر کرنے سے پہلے علماء
۹۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۹۳	اتباع سنت اور عبدیت سے	۱۱۸	کے اقوال یاد کرو۔
۹۵	کا پہلا عمل تفکر تھا۔	۹۵	خوف ہی سے محاسبہ و مراقبہ	۱۱۹	علماء کا دامن پکڑنے کی تاکید
۹۵	عمل کا صحیح راستہ	۹۵	حاصل ہوتا ہے۔	۱۲۱	اللہ تعالیٰ نے کسی جاہل کو
۹۶	اللہ تعالیٰ کے ساتھ کامل تعلق	۹۶	عارف سوچ کر کلام کرتا ہے	۱۲۱	ولی نہیں بنایا اور علم ضروری
۹۶	کا طریقہ	۹۶	حدیث قصاص کہ اللہ تعالیٰ	۱۲۲	کی تحقیق۔
۹۶	مخلوق سب کی سب محتاج	۹۶	قیامت میں ہر ظالم سے بدلہ	۱۲۲	علم وحدت و فلسفہ کی مذمت
۹۶	اور عاجز ہے۔	۹۶	لیں گے۔	۱۲۵	صحبت علماء کی تاکید اگرچہ
۹۶	ایسا کام نہ کرو جس پر علماء	۹۶	محبت الہی کی شرائط و علامات	۱۲۶	بے عمل ہوں۔
۹۶	اعتراف کریں۔	۹۶	عبدیت کی علامات و شرائط	۱۲۶	اولیاء اللہ کی تعریف اور
۱۰۱	سماع کی حقیقت	۱۰۱	مصنف کی وصیت اپنے خدا	۱۲۶	ان کی صحبت کی تاکید۔
۱۰۱	ناقص کو سماع کی اجازت نہیں	۱۰۱	کو اپنی ذات کے متعلق تعلق	۱۲۶	شیخ کا حال کامل ہو یا ناقص
۱۰۱		۱۰۱	مع اللہ کی تاکید اور تصوف	۱۲۶	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۶۱	بعض اہل حال کے کلام کی تاویل اور اتباع سنت کی تاکید	۱۵۰	امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی تاکید	۱۳۷	اس کے مریدوں میں ظاہر ہو کر رہتا ہے۔
۱۶۲	اپنی حالت کو سبنا لیا اور حرمت حق سے مایوس نہ ہو۔	۱۵۱	احتساب کے وصول و شرائط	۱۳۸	حالات و مواجید سے دھوکہ نہ کھانے اور عبدیت اختیار کرنے کی تاکید۔
۱۶۳	دنیا کی حقیقت کا بیان	۱۵۲	ناصح میں اس بات کو نہ دیکھو کہ خود بھی عمل کرتا ہے یا نہیں	۱۳۹	مرید شیخ کی حالت کا آئینہ
۱۶۴	دنیا کی ابتدا اور انجام	۱۵۳	سعادت کی کنجی اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔	۱۴۰	طریقت کا خلاصہ دو لفظوں میں صوفیہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کی بیان کرتے ہیں مگر اپنے کو کسی سے افضل نہیں سمجھتے۔
۱۶۵	عبدیت کی ترغیب۔	۱۵۴	عادات کو معمولی بات سمجھ کر نہ ٹال دو۔	۱۴۱	فخر کی مذمت اور عبدیت کی تعریف طالبین حق کو تنبیہ
۱۶۶	حضرت شیخ سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ انبیاء علیہم السلام کے سوا دوسرے سے اللہ تعالیٰ کا مکالمہ نہ کرنا	۱۵۵	کوئی عاقل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادات و عبادات کی خوبی سے انکار نہیں کر سکتا	۱۴۲	ترک سبب کی ضرورت نہیں۔
۱۶۷	ہوتا ہے۔	۱۵۶	اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمرہ تاکید۔	۱۴۳	غفلت اور گناہوں سے بچو سب مل کر شیطان کا مقابلہ کرو۔
۱۶۸	نعمت کی قدر کرو نیک بندوں سے تعلق رکھو	۱۵۷	موت کو یاد رکھنے کی تاکید	۱۴۴	مقاصد شریعت کے حقائق کا بیان و انکی تحصیل کی تاکید۔
۱۶۹	قرآن کی جامع اور پرمغز نصیحتیں۔	۱۵۸	آٹھ آدمیوں کی صحبت سے آٹھ باتیں پیدا ہوتی ہیں۔	۱۴۵	تصوف کی حقیقت ترک اختیار ہے۔
۱۷۰	کتاب اللہ اور حدیث کی تعریف۔	۱۵۹	افعال مختلفہ	۱۴۶	ولی کی تعریف
۱۷۱	صوفیہ کا طریقہ قرآن و حدیث پر عمل کرنا ہے۔	۱۶۰	لوگوں کے اخلاق سے پیش آؤ	۱۴۷	اخلاقِ رذیلہ سے بچنے کی تاکید اور ہر ایک کی حقیقت کا بیان۔
۱۷۲	علم کا اثر صرف زبان ہی پر نہ ہونا چاہیے بلکہ دل پر بھی ہونا چاہیے۔	۱۶۱	حفاظتِ لسان کی تاکید	۱۴۸	تخوف اور امید ساتھ ساتھ رکھنے کی تاکید۔
۱۷۳	علم کا اثر صرف زبان ہی پر نہ ہونا چاہیے بلکہ دل پر بھی ہونا چاہیے۔	۱۶۲	عارفین کا کلام غور سے سننا چاہیے		
۱۷۴	پر مغز نصائح۔	۱۶۳	انسان کے دل میں جو خیالات اپنی بڑائی کے آتے ہیں ان کا استقبال تواضع سے کرنا چاہیے		
۱۷۵	انقلاباتِ عالم سے عبرت حاصل کرو اور اپنی شہرت سے مغرور نہ ہو۔	۱۶۴	استقبال تواضع سے کرنا چاہیے		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۱۸	حقیقی توحید تک پہنچنا دشوار ہے	۱۹۶	زیادہ بولنا کمال نہیں۔	۱۴۷	خدا کے راستے کی مثال
۲۲۰	حضرت علیؓ کی عظمیٰ عظمت والی ہستی	۱۹۷	جس حقیقت کو شریعت رد کرے وہ زندہ ہے۔	۱۴۸	اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ
۲۲۱	وجود حق ظاہر و باطن کی حقیقت باطن ہے۔	۱۹۸	صوفیہ اور علماء اچانک کے ہیں	۱۴۹	مسجد میں جو تہ پہن کر نہ آؤ
۲۲۳	اللہ تعالیٰ کے ظاہر باطن ہونے کی مثال	۱۹۹	صوفیہ اور علماء دونوں کے طریق کا انتہائی ایک ہے۔	۱۴۹	یعنی ماسوا اللہ کو سناؤ
۲۲۵	دخۃ الوجود کی تحقیق	۲۰۰	صوفی اور عالم اگر محقق ہوں	۱۵۰	ماسوا اللہ کو چھوڑنے کا مطلب
۲۲۹	دنیا و آخرت کی تحقیق	۲۰۱	تو ایک دوسرے پر انکار نہیں کر سکتے	۱۵۱	توسل کی حقیقت
۲۳۱	الدنیا سجن المؤمنین و جہنم الکافر کی تحقیق	۲۰۳	فرقہ بندی نہ کرو تم سب مسلمان ہو	۱۵۲	شیخ کی نصیحت اپنی جہات
۲۳۲	نصاری صورت پرستی ہی کی وجہ سے گمراہ ہو گئے۔	۲۰۴	و غلط نصیحت میں نرمی نہ کر سکتی نہ کرو۔	۱۵۳	کو اور تمام مسلمانوں کو پیغمبر
۲۳۳	کافر دنیا میں بھی دوزخ میں ہے اور آخرت میں بھی دوزخ میں ہے۔	۲۰۵	نرمی اور تواضع کی نصیحت جلدی اثر کرتی ہے۔	۱۵۴	باضاح عامہ
۲۳۴	دل کی آواز کو سنا چاہیے۔	۲۰۶	توبہ اور تصرف سے ہدایت	۱۵۵	باطن کا اثر ظاہر پر ضرور
۲۳۵	انبیاء علیہم السلام اپنے مرتبہ سے نیچے اتر کر تبلیغ کرتے ہیں۔	۲۰۷	نہیں ہو سکتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوتی ہے۔	۱۵۶	نمایاں ہوتا ہے۔
۲۳۶	عبادت اصنام اور عبادت مسیح کے اسباب۔	۲۰۸	اللہ تعالیٰ کے شاوہ پیش آؤ۔	۱۵۷	دنیا سے الگ رہو
۲۳۷	انسان کی عظمت	۲۰۹	نبوت کی عظمت اور مراتب	۱۵۸	تصوف کی حقیقت
۲۳۸	یہودیوں کی باطل پرستی کے اسباب۔	۲۱۰	انبیاء و اولیاء کا بیان	۱۵۹	علم پر عمل کرو۔
۲۳۹	کہ حق کو آدمیوں سے جملہ انبیاء کا دین ایک ہی ہے۔	۲۱۱	خواب کی تحقیق	۱۶۰	اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ
۲۴۰	حدود سے آگے بڑھنا جائز نہیں	۲۱۲	دلی صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔	۱۶۱	کھلا ہوا ہے۔
۲۴۱	شرح صدر کی تفسیر	۲۱۳	ولایت محض عطاء حق ہے	۱۶۲	محبوب کے فراق اور دشمن کی صحبت سخت مصیبت ہے
۲۴۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات پر قیاس نہ کرو۔	۲۱۴	اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنی صفات پر قیاس نہ کرو۔	۱۶۳	تقصیل باتیں اور فضول کام چھوڑ دو۔
				۱۶۴	لوگوں کے عیوب کے نگاہ ہٹالو
				۱۶۵	اللہ تعالیٰ سے انس پیدا کرنا طریقہ۔
				۱۶۶	صلاح قلب کے مراتب
				۱۶۷	تمام طاعتیں فکر سے افضل ہے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۴۱	موت کے اقسام	۲۴۴	آلہ وسلم کا قلب مبارک کتاب ہے	۲۴۴	عظمت و شان
۲۴۳	مجاہدہ نفس کی شہادت جہاد	۲۴۴	قرآن شریف دلوں میں کس طرح	۲۴۴	مشاہدہ کے ہوتے ہوئے
۲۴۳	کفار کی شہادت سے افضل ہے۔	۲۴۴	محفوظ ہوتا ہے اس کی کیفیت	۲۴۴	سُنی سُنائی بات پر اعتماد نہ
۲۴۳	دعا و مناجات بدرگاہ قاضی	۲۴۴	نہ پوچھو۔	۲۴۴	کرنا چاہیے۔
۲۴۳	الحاجات۔	۲۴۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۲۴۴	ہدایت کی حقیقت
۲۴۹	خاتمہ از مترجم	۲۴۴	کو سب سے پہلے قلم اور تعلم و کتابت	۲۴۴	روحانیت والے ہی انبیاء
۲۴۱	روح تصوف	۲۴۴	و خلقت انسان کا کشف عطا ہوا	۲۴۴	کو پہچان سکتے ہیں
۲۴۲	دیباچہ روح تصوف	۲۴۴	اللہ تعالیٰ کے دروازہ سے ہدایت	۲۴۴	جو شخص جس قوم کی شمار کرے گا
۲۴۳	روح تصوف	۲۴۴	حاصل کرو۔	۲۴۴	اسی میں سے گنا جائے گا۔
۲۴۳	توحید کی حقیقت	۲۴۴	معلومات مشاہدہ میں منحصر نہیں	۲۴۴	وقت سے پہلے تیاری کر لو۔
۲۴۳	اخلاص	۲۴۴	عالم مثال اور عالم ارواح	۲۴۴	آخرت ان ہی کے واسطے
۲۴۳	عقل	۲۴۴	بہت بڑا عالم ہے۔	۲۴۴	حیات ہے جو اس کے ماننے والے ہیں
۲۴۳	عقل کا پہلا درجہ	۲۴۴	روح کے متعلق تحقیق روح	۲۴۴	عقائد اسلامیہ کا انکار
۲۴۳	مرد کامل کی تعریف	۲۴۴	کے وجود سے صانع پر استدلال	۲۴۴	ہٹا دھرم کے سوا کوئی نہیں
۲۴۳	صوفی کی حقیقت	۲۴۴	اتمام حجت	۲۴۴	کر سکتا۔
۲۴۳	توحید	۲۴۴	آدمی موت کے وقت خواب	۲۴۴	قرآن اپنی حقانیت کی دلیل
۲۴۳	نفس	۲۴۴	عظمت کے بیدار ہوتے ہیں۔	۲۴۴	خود ہے۔
۲۴۵	دھوکہ کی پہچان	۲۴۴	اتمام حجت	۲۴۴	قرآن شریف سمجھنے کا طریقہ
۲۴۵	ولایت تواضع اور ادب کا نام ہے	۲۴۴	اللہ تعالیٰ کے سوا قدیم کوئی نہیں	۲۴۴	اور ادب
۲۴۵	ادب کی حقیقت	۲۴۴	اور صفات الہی اللہ تعالیٰ سے	۲۴۴	اصل معلم حق تعالیٰ ہیں اور
۲۴۵	شکر	۲۴۴	جدا نہیں۔	۲۴۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
۲۴۶	زہد	۲۴۴	جن اور شیطان کی تحقیق	۲۴۴	بواسطہ معلم ہیں۔
۲۴۶	معرفت	۲۴۴	موت کی حقیقت	۲۴۴	قرآن شریف مخلوق نہیں۔
۲۴۶	احسان	۲۴۴	اللہ تعالیٰ سے بے رخی کرنے	۲۴۴	عقل علم الہی سے فیض حاصل
۲۴۶	عبدیت	۲۴۴	کے درجات۔	۲۴۴	کرتی ہے۔
۲۴۶	کامیاب اور ناکام	۲۴۴	رجوع الی اللہ کی حقیقت	۲۴۴	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
۲۴۶	توحید خالص	۲۴۴			
۲۴۶	غنا اور فلاں	۲۴۴			
۲۴۶	طریق معرفت	۲۴۴			

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	کا میاب، زاہد، جوانمرد، توحید		بعض ردائل نفس کی حقیقت	۲۸۷	طریق سوخ ذکر
۲۹۷	خالص مغنا، اقلاس، خجیت	۲۸۸	کا بیان -	۲۸۸	صحت مشلح کی ضرورت
۳۰۷	عبدیت	۲۸۸	حسد، کبر، جھوٹ، غیبت	۲۸۸	طریق وصول
۳۱۲	میاوی تصوف	۲۸۸	غضب، ریا، ظلم، علامت	۲۸۸	طریق کمال ذکر
۳۱۷	آغاز رسالہ	۲۸۸	احتساب شرعی -	۲۸۸	طریق صفائے عقل
۳۱۷	غرافی	۲۸۹	تصوف کی حقیقت	۲۸۹	سخاوت کی ضرورت
۳۱۹	تحقیقات مفیدہ	۲۸۹	طریق حصول انس	۲۸۹	سماع کی حقیقت
۳۲۰	۴ آثار سلوک ولایت	۲۹۱	کشف -	۲۹۱	مرد کامل کی پہچان
	۳ آثار سلوک نبوت	۲۹۱	فکر اور تصوف	۲۹۱	آداب ذکر
۳۲۳	تحقیق لطائف ستہ	۲۹۲	مقام قرب کی تحقیق	۲۹۲	محبت حق کی علامت
۳۲۴	مقامات لطائف	۲۹۲	دنیا و آخرت کی تحقیق	۲۹۲	عارف کی پہچان
۳۲۷	التماس	۲۹۲	شرح صدر کی تحقیق	۲۹۲	وصول کا قریب تر اور سہل تر راستہ
	رسالہ شجرہ المراد یعنی	۲۹۳	سورت کے اقسام	۲۹۳	طریق سلوک
۳۲۸	۱۰ امور مبعوث عنہما فی	۲۹۳	عطر التصوف	۲۹۳	توحید مطلب
	التصوف	۲۹۳	علم، ایمان، اسلام، معرفت	۲۹۳	عارف کی شان
	حل الاشکال علی ضرورۃ	۲۹۳	نیت، ادب، وعظ، نصیحت	۲۹۳	آثار محبت
	الشیخ مع وجود الاطیاری فی	۲۹۳	دعا، تصوف، عبودیت،	۲۹۳	آثار عبودیت
۳۲۹	الاعمال	۲۹۳	قرب، صدق، عاقبت،	۲۹۳	شریعت اور طریقت الگ لگ نہیں ہیں
۳۲۹	خط اولی	۲۹۵	استقامت، حلال،	۲۹۳	ترک دنیا کی ضرورت نہیں غفلت
۳۳۱	خط ثانی	۲۹۵	طاعت، صبر، عزت و خلوت	۲۹۳	اور گناہ سے بچو۔
		۲۹۵	ولی، قانع، حد -	۲۹۳	مقاصد شریعت کے حقائق کا بیان
		۲۹۵	کذب - غیبت -	۲۹۳	علم، ایمان، اسلام، سچی معرفت
		۲۹۵	حرص - غضب - ریا	۲۹۳	نیت، ادب، وعظ، نصیحت
		۲۹۵	ظلم - خوف - رجا -	۲۹۳	محبت، دعا، تصوف، عبودیت
		۲۹۵	ریاضت - عارف -	۲۹۳	قرب، صدق، صبر، عاقبت، استقامت
		۲۹۵	ولی، قانع، خوف، امید، ریا	۲۹۳	جلال، طاعت، عزت و خلوت
		۲۹۵	تاکام -	۲۹۳	ولی، قانع، خوف، امید، ریا

تقریظ

الامام الہمام العلامة المقدام شیخ الاسلام وموحد الانام قطب الارشاد بلحاء الخواص والعوام حکم الامۃ المحمدیۃ صلی اللہ علیہ وسلم
مجدد الملة الاسلامیۃ رئیس العارفین غوث السالکین اشرف العلماء العاملين افضل حکماء الواعظین سیدنا الشیخ محمد شرف علی
الحقانی ادام اللہ تلال برکاتہ وانوار جمال حسناتہ علی راس کل ولی۔

بعد الحمد والصلوة۔ احقر نے کتاب البیان المشید ترجمہ البرہان المویذ کے مقامات ذیل عزیز می مترجم سلمہ اللہ تعالیٰ وکرمہ ونعمہ کی استدعا پر بغور دیکھے لفظ لفظ پر فرحت و مسرت بڑھتی جاتی تھی اور دل سے دعا نکلتی جاتی تھی۔ ترجمہ کی سلاست و نفاست کے ساتھ ہی متن میں توضیح اور ارتباط کا التزام اور حاشیہ میں مفید و ضروری تحقیقات اور فوائد کا اہتمام ناظرین کی جان میں جان ڈالنے والا ہے اگر فقدان وقت مانع نہ ہوتا تو پورا رسالہ دیکھتا مگر جتنا حصہ دیکھ سکا یہ بھی مغز کتاب اور صعب حصہ ہے امید ہے کہ بقیہ ترجمہ اس سے بھی اچھا ہوگا۔ بڑی خوشی اس کو دیکھ کر

لے جس وقت حضرت حکیم الامتہ دام مجدہم ترجمہ کا ملاحظہ فرما رہے تھے تو ایک دن اپنی مجلس خاص میں فرمایا کہ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ کسی کتاب کے ترجمہ سے مجھے ایسی خوشی ہوئی جیسی اس کتاب کے ترجمہ سے ہوئی۔ ایک موقع پر یہ بھی فرمایا کہ یہ کتاب اس قابل ہے کہ سالکین روزانہ بطور ورد کے اس کا مطالعہ کیا کریں۔ اوکا قال مدظلہ العالی ۱۲ ظ

یہ ہوئی کہ اس سے اپنے مشائخ کے علوم کا مستفیدین کے علوم سے توافق ظاہر ہوا۔

اللہ تعالیٰ مترجم کی اس خدمت کو قبول فرماویں اور رسالہ کو اہل طریق کے لئے نافع و ہادی فرمادیں۔ دیباچہ میں حرف تزکی دوسری تنبیہ کی مکرر یاد دہانی کرتا ہوں اور ایک عام تنبیہ اپنی طرف سے عرض کرتا ہوں جو اکثر کتب تصوف کے لئے ضروری ہے وہ یہ کہ بعض روایات حدیثیہ کے نقل کرنے میں بوجہ غلبہ حسن ظن بالروایۃ کے تسامح واقع ہوا ہے لیکن یہ تسامح صرف عبارات تک محدود ہے مقاصد دوسرے صحیح دلائل سے ثابت ہیں۔

(وہ مقامات جن کا مطالعہ ہو سکا ہے ذیل میں منضبط ہیں)

الف (سرخی) کرامات کا طالب نہ ہونا چاہیے (من قولہ) اپنی ہمت و ارادہ کو اس پر حتم نہ کر (الی قولہ) میں اس کی گردن کی رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہوں۔

ب (سرخی) نرمی اور تواضع کی نصیحت جلدی اثر کرتی ہے (من قولہ) کیوں نہیں خدا کی قسم (الی قولہ) وہ گمراہی میں پڑا رہتا ہے۔

ج (سرخی) شیخ کا حال کامل ہو یا ناقص اس کے مریدوں میں ظاہر ہو کر رہتا ہے۔

(دوسرخی) حالات و مواجید سے دھوکہ نہ کھائیے (دوسرخی) مرید شیخ کی حالت کا آئینہ ہے (دوسرخی) طریقت کا خلاصہ (دوسرخی) شیخ کی

حالت رالی قولہ) اپنے کو کسی سے افضل نہیں سمجھتا۔
 د (سرخی) وجود حق ظاہر (من قولہ) حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)
 کے کلام میں (الی قولہ) خالق کے وجود پر استدلال کرتے ہیں
 ۵ (سرخی) سماع کی تحقیق (من قولہ) ان حضرات نے سماع سنا
 و (الی قولہ) انتہائے مقصود عطا فرمایا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم۔

و (سرخی) توسل کی حقیقت (من قولہ) بزرگوجب تم اللہ کے
 خاص بندوں (الی قولہ) عزت کی جگہ بیٹھتا ہے۔

کتبہ اشرف علی تھانوی عفی عنہ
 ۲۴ رذی الحجہ ۱۳۵۱ھ

نذر بارگاہ عالی

میں اپنی اس ناچیز خدمت کو خلوص دل کے ساتھ حضرت اقدس حکیم الامت
مجدد الملت اشرف العلماء الکرام قطب الارشاد و مرشد الانام سیدی و مولائی مولانا
محمد اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم کی بارگاہ عالی میں ہدیہ پیش کرتا اور
کتاب کو حضرت والا کے نام نامی سے معنون کرتا ہوں! اگر قبول افتد رہے عز و شرف
آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشہ چشمتہ بما کنند
کترین غلامان بندہ ظفر احمد تھانوی
عثمانی عفا اللہ عنہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تقریب :- سرزمین ہندوستان ہمیشہ سے مذہب کا گہوارہ اور مذہب پرستوں کا
مرکز رہی ہے۔ مسلمانوں کی آمد سے پہلے بھی یہاں کے باشندے کسی نہ کسی روحانی مذہب
کے معتقد اور متبع رہے ہیں۔ جب مسلمان اس ملک میں فاتحانہ شان و شوکت سے داخل
ہوئے تو ان کے مذہب کو یہاں کے باشندوں نے تحقیق و تنقید کے بعد بطیب خاطر قبول
کیا اس واسطے کہ صحیح روحانیت جس کی ان لوگوں کو تلاش تھی وہ اسی مذہب میں ان کو

۱۔ افسوس حضرت اقدس کا رجب ۱۲۶۲ھ میں انتقال ہو گیا قدس اللہ سرہ و علی درجہ ۱۲ ظ

نظر آئی یہی سبب ہے کہ بادشاہوں فرمانرواؤں سے زیادہ تبلیغ اسلام میں کامیابی
 فقرا اور صوفیا کو ہوئی اور ہزاروں غیر مسلم عارفین اور مشائخ کے دستِ حق پرست پر
 مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اس سرزمین پر جتنے مشائخ اور صوفیائے کرام تشریف لائے
 وہ زیادہ تر خاندان ہائے چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ کے مجازین تھے اور انہی
 بزرگوں کے فیوض و برکات سے یہاں کے لوگوں کو استفادہ کا موقع ملا اس واسطے ان
 خاندانوں کے مشائخ اور فقرا کے سوانح اور حالات سے بھی بہت لوگ واقف ہیں۔ لیکن
 بعض ایسے مشہور مشائخ کے خاندان بھی دوسرے ممالک میں فیض رساں ہیں جن سے یہاں
 کے لوگ واقف بھی نہیں۔ انہی میں سے ایک خاندان رفاعیہ ہے جس کے مشائخ اور
 معتقدین ہندوستان میں بہت کم ہیں اور دوسرے ممالک اسلامیہ عراق، عرب، مصر اور
 شام وغیرہ میں بہت کثرت سے ہیں کیونکہ وہاں کے باشندوں کو اسی خاندان سے زیادہ
 فیض پہنچا ہے۔ حق تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت فاضل محترم جناب مولانا مولوی حافظ
 حکیم محمد ابراہیم صاحب راندیری مدظلہ کو کہ آپ نے خاندان رفاعیہ کے سرگروہ حضرت
 سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہ کی ایک کتاب البرہان المؤید تلاش کر کے اس کا اردو ترجمہ
 کر کے شائع کرنے کا عزم کیا اور اسی کے ساتھ حضرت سید صاحب کے حالات بھی
 شامل کر دیئے۔ تاکہ اہل ہند کو بھی زبدۃ الاولیاء خلاصۃ الاتقیاء عارف باللہ واصلی اللہ
 واقف اسرار شریعت ماہر رموز طریقت حضرت سید احمد کبیر رفاعی نور اللہ مرقدہ کے حالات
 و سوانح زندگی اور تعلیمات صوفیانہ اور نصائح بزرگانہ سے واقفیت حاصل کرنے کا موقع
 ملے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت سید صاحب بھی امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یکتا و صف

۱۳ سالہ دو سال ہوئے مولانا کا بھی انتقال ہو گیا غفر اللہ لہ وادخلہ الجنۃ ۱۲ ظ

کے بزرگ ہوئے ہیں۔ حضرت کے حالات تو اس قابل ہیں کہ مستقل تصنیف کو متقاضی ہیں مگر حضرت مولانا نے محترم نے مختصر ضروری باتیں ناظرین کے مطالعہ کے واسطے اس میں لکھ دی ہیں۔ امید ہے ناظرین کرام اس سے فائدہ حاصل کریں گے۔ اور مگر میری جناب مولانا حکیم محمد ابراہیم صاحب کے واسطے دعا کریں گے کہ حق تعالیٰ آپ کو اس قسم کی دینی خدمت کے واسطے تادیر سلامت رکھے۔ اس سے پہلے بھی آپ چند ایسی مفید اور ضروری کتابیں شائع کر چکے ہیں۔ فقط

خادم دین : سید حمید الدین غفرلہ
مہتمم مدرسہ عربیہ اسلامیہ گلاؤٹھی ضلع بلند شہر
۸، شوال المکرم ۱۳۵۷ھ ہجری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مختصر حالات حضرت سید احمد کبیر فاعی الحسینی قلی اللہ سرہ

واقف اسرار طریقت حامل علوم شریعت مالک گنجینہ معارف غریق دریائے عوارف ولی کامل عارف واصل شیخنا المعظم حضرت محی الدین ابوالعباس سید احمد کبیر رفاعی الحسینی الشافعی قدس اللہ سرہ العزیز کی ایک کتاب ”برہان المود“ فن تصوف کی ایک نہایت مفید اور بہتر کتاب ہے جس میں عارفانہ نکات و حقائق کے ساتھ واعظانہ نصائح بھی ہیں اس واسطے ہم نے بخیال افادہ عام حضرت مولانا طفر احمد صاحب تھانوی سے اس کتاب کا ترجمہ سلیس اردو میں کرایا ہے اس کی اشاعت کے ساتھ یہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ صاحب کتاب حضرت سید احمد کبیر رفاعی کے کچھ مختصر حالات بھی شامل کر دیئے جائیں اس لئے کہ ہندوستان میں اکثر لوگ

آپ کے حالات اور خاندان رفاعیہ کے بانی کے سوانح حیات سے بہت کم واقف ہیں۔ آپ کا نام مبارک سید احمد کبیر تھا ابو العباس کنیت اور محی الدین لقب تھا چونکہ آپ کے اجداد میں ایک صاحب کا نام رفاعہ تھا ان کی طرف نسبت ہونے کی وجہ سے رفاعی مشہور ہیں اور نسباً شہید کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں اس وجہ سے حسینی کہلاتے ہیں۔ اور چونکہ مسائل فقہیہ میں آپ امام شافعی ضا رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے پابند تھے اس وجہ سے شافعی کہلاتے ہیں۔ آپ ۵ ارجب المرجب ۳۱۵ھ کو مقام حسن میں پیدا ہوئے جو ام عبیدہ کے قریب نواح واسطہ میں واقع ہے آپ کے زمانہ ولادت میں خلفاء عباسیہ میں سے خلیفہ المسلمین مسترشد باللہ سریر آراء خلافت تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب عارف باللہ علامہ ابو محمد ضیاء الدین احمد وتری موصلی نے اپنی کتاب روضۃ الساطرین میں یوں بیان

لہ عراق عرب کے شہروں میں سے واسطہ ایک مشہور شہر ہے جس کو حجاج ثقفی نے ۳۳ھ میں آباد کیا تھا جبکہ وہ عبد الملک ابن مروان اموی کی جانب سے عراق کا عامل (گورنر) تھا خلفاء عباسیہ کے زمانہ میں اس شہر کو بہت ترقی ہو گئی اور اس زمانہ کے بڑے بڑے علماء و فضلاء کا مسکن بنا حتیٰ کہ عباسی خلفا کا ایک وزیر وہاں رہتا تھا جس کی وجہ سے اس کی رونق اور وسعت میں اور بھی زیادتی ہوئی اور اس کے قریب اور بھی کچھ شہر آباد ہو گئے تھے جن میں فہم صلح بہت مشہور تھا کہتے ہیں کہ مامون الرشید کے وزیر حسن بن ہبیل نے جب بوران بنت مامون سے شادی کی تھی تو اسی شہر فہم صلح کو اپنے قیام کے لئے پسند کیا تھا اور وہاں اپنی محبوبہ سگم کے واسطے شاندار محلات تعمیر کرائے تھے۔ اسی شہر واسطہ اور بصرہ کے درمیان میں پانی کے ایک شیریں چشمے کے قریب کچھ چھوٹے چھوٹے قصبے اور گاؤں آباد ہیں ان تمام بستیوں کو بطلح کہا کرتے تھے ان میں سے بڑا اقصیٰ ام عبیدہ ہے جہاں خاندان رفاعیہ کی ایک بڑی خانقاہ ہے اور حضرت سید احمد رفاعی کے مزار کی وجہ سے یہ مقام اس نواح میں بہت مشہور اور زیارت گاہ بنا ہوا ہے۔ اسی کے قریب حسن اور نہر وقلی اور نہر قرناشا وغیرہ مواضع ہیں۔

کیا ہے۔ سیدنا حضرت سید احمد کبیر ابن سید علی بن سید حسن رفاعہ الہاشمی المکی مقیم شبیلی بن سید مہدی بن سید ابو القاسم محمد بن سید حسن ابو موسیٰ بغدادی مقیم مکہ مکرمہ بن سید حسن رضی بن سید احمد کبر صلیح بن سید موسیٰ ثانی جن کی کنیت ابو یحیٰ اور ابو الحی بھی مشہور تھی با ابن سید ابراہیم مرتضیٰ بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین شہید کربلا بن امیر المؤمنین سیدنا علی بن طالب رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت سید احمد کبیر صاحب رفاعی کی پیدائش سے قبل ہی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے ماموں شیخ وقت حضرت بازلا شہب منصور بطنائی نور اللہ مرقدہ کو آپ کی پیدائش کی بشارت سنائی تھی۔ پیدائش سے چالیس دن پہلے ایک رات شیخ منصور نے سرکارِ دو عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ اے منصور اچالیس دن کے بعد تیری بہن کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا اس کا نام احمد رکھنا۔ اولیاء کرام میں وہ ایسا ہی سردار ہوگا جس طرح کہ میں انبیاء کا سردار ہوں۔ اور جب وہ ہوشیار ہو جائے تو تعلیم کے واسطے شیخ علی قاری واسطی کے پاس بھیج دینا اور اس کی تربیت سے غفلت نہ برتنا۔ اس خواب کے پورے چالیس دن بعد آپ مقام حسن میں پیدا ہوئے اور سات سال تک وہیں اپنے شفیق والدین کے سایہ عاطفت میں گزارے۔ آپ کی عمر مبارک کا ساتواں سال تھا کہ آپ کے والد ماجد حضرت سید علی نور اللہ مرقدہ کسی ضرورت سے بغداد کی طرف سفر میں گئے۔ اسی سفر میں بغداد میں ان کا انتقال ہو گیا۔

شفیق باپ کے وصال کے بعد بظاہر آپ کی تعلیم و تربیت کا کوئی بہارا نہ تھا اس وجہ سے آپ کے ماموں حضرت بازلا شہب شیخ منصور بطنائی قدس سرہ نے آپ کو معہ آپ کی والدہ محترمہ کے اپنے پاس بلا لیا اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے موافق تعلیم و تربیت کی طرف پوری توجہ کی

قرآن پاک تو آپ نے مقام حسن میں ہی شیخ عبد السمیع الحربونی کے پاس حفظ یاد کر لیا تھا۔ کچھ دن کے بعد حضرت شیخ منصور نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے موافق واسطہ میں زبدۃ العلماء شیخ علی ابوالفضل قاری واسطی کی خدمت میں تحصیل علم کے واسطے آپ کو بھیج دیا شیخ علی واسطی نے بھی آپ کی تعلیم و تربیت میں خاص توجہ سے سعی کی۔

حضرت سید احمد کبیر صاحب رفاعی قدس اللہ سرہ میں بچپن سے ہی صلاحیت و سعادت مندی اور زہد و اتقا کے آثار پائے جاتے تھے۔ بقول شیخ سعدی علیہ الرحمہ

بالائے سرش زہوش مندی می تافت ستارہ بلندی

چنانچہ آپ کی محترمہ ہمیشہ سیدہ صالحہ جو نہایت عابدہ زاہدہ اور پرہیزگار خاتون تھیں وہ فرماتی ہیں کہ سید صاحب جس وقت شیرخوار تھے تو رمضان کے مہینے میں کبھی دن میں دودھ نہ پیتے تھے۔ چنانچہ اول اول تو یہ خیال کیا کہ شاید اس مرضعہ (دودھ پلانے والی) کا دودھ کسی وجہ سے نہ پیا ہو دوسری عورت کو دیا آپ نے اس کا بھی نہ پیا اسی طرح چند عورتوں نے دودھ پلانے کی کوشش کی مگر آپ نے کسی کا بھی دودھ نہ پیا ہاں مغرب کے بعد آپ دودھ پیتے تھے۔ جب ذرا ہوشیار ہوئے تو کھیل کود کی طرف بھی آپ کو بالکل توجہ نہ تھی۔ اسی سبب سے بہت تھوڑی مدت میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا اور جب آپ تحصیل علم کے لئے واسطہ گئے تو وہاں بھی ایسی محنت اور توجہ سے پڑھا کہ بیس سال کی عمر میں آپ نے تمام علوم عقلیہ اور نقلیہ یعنی حدیث شریف، تفسیر، فقہ معانی، منطق، فلسفہ وغیرہ غرض تمام فنون مروجہ کی تکمیل کر لی اور آپ کے استاد محترم نے آپ کو حدیث شریف اور دیگر علوم کی سند اور اجازت عطا کی

آپ شیخ علی واسطی کے علاوہ حضرت شیخ ابوبکر واسطی اور شیخ عبدالملک الحر بونی کے درس میں بھی شریک ہوتے تھے جو اس زمانہ کے علماء میں نہایت باکمال مشہور تھے اور اپنے علم و فضل کی وجہ سے مرجع خلافت تھے۔ غرض جب حضرت سید صاحب نور اللہ مرقدہ نے علوم دینیہ کی تکمیل کر لی اور آپ کے اساتذہ نے سند اور اجازت عطا کی تو آپ نے بھی وہاں ہی سلسلہ تدریس شروع کر دیا اور ساتھ ہی اپنے ماموں صاحب شیخ بازاں الشہب منصور بطاکی و تدریس سرہ سے علوم باطنیہ کی تحصیل بھی شروع کر دی۔ لطف خداوندی اور مناسبت طبعی کی وجہ سے آپ نے اس فن شریف یعنی علوم باطنیہ میں بھی بہت جلد کمال حاصل کر لیا۔ ادھر تو علوم ظاہری میں آپ کی خداداد قابلیت اور ذکاوت کی وجہ سے آپ کا شہرہ ہوا اور بڑے بڑے علماء و فضلاء آپ کے درس میں استفادہ کے لئے حاضر ہونے لگے۔ اور ادھر جب آپ نے نصاب طریقت اور سلوک و معرفت کے مدارج عالیہ کو طے کر لیا اور آپ کے زہد و اتقا اور پارسائی کا خاص و عام میں شہرہ ہو گیا اور آپ کے ماموں صاحب نے خرقة سجادگی پہنا کر خانقاہ ام عبیدہ میں آپ کو بلالیا تاکہ آپ وہاں رہ کر لوگوں کو ہدایت و رہنمائی کریں اور اپنے علوم ظاہری و باطنی سے لوگوں کو قائم و پہنچائیں۔ پھر تو آپ سے استفادہ کے لئے خلق اللہ ٹوٹ پڑی اور خانقاہ ام عبیدہ میں سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں علماء و فقرا تحصیل علم اور تزکیہ باطن کے واسطے رہنے لگے۔ خانقاہ مبارک میں جتنے آدمی رہتے تھے سب کے کھانے پینے کا انتظام آپ ہی کی طرف سے ہوتا تھا تاکہ سالکین اور طلباء فراغ قلب اور اطمینان سے حصول مقصد میں لگے رہیں اور فکر معاش میں مبتلا ہو کر ذکر خداوندی سے غافل نہ ہوں۔ بعض مستند اور ثقہ اہل علم بیان کرتے ہیں کہ بعض بعض ایام میں ہم نے دیکھا کہ دس ہزار آدمیوں کا

مجمع خانقاہ میں تھا اور رب کی مہمانی آپ کے لنگر خانہ سے ہوتی تھی۔ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آپ کی خدمت اقدس میں ۵۰ اشعبان کو حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ اسدن خانقاہ ام عبیدہ میں تقریباً ایک لاکھ انسان جمع تھے اور سب کے قیام و طعام کا انتظام سید صاحب کی جانب سے تھا آپ کے اخلاق و عادات اور تمام و کمال اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ تھے۔ بجز وانکسار تو تواضع و مسکینیت آپ میں حد سے زیادہ تھی چنانچہ آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے سلوک و معرفت کے سب طریقوں کو دیکھا اور غور کیا لیکن تواضع اور انکسار سے بہتر کوئی طریقہ نظر نہ آیا اس واسطے میں نے اسی کو اپنے واسطے پسند کیا۔ اتباع سنت کے آپ خود بھی بہت پابند تھے اور خدام کو بھی تاکید فرماتے تھے۔ دنیا کمانے والے مکار صوفی منش لوگوں نے جو باتیں خلاف شرع ایجاد کر رکھی تھیں آپ ہمیشہ ان کو مٹانے کی کوشش فرماتے اور ایسے لوگوں سے نفرت کرتے تھے۔ لباس اور طعام میں سادگی کو پسند فرماتے تھے دنیاوی تکلفات اور سامان تمیض سے نفرت تھی۔ طبیعت میں شرم و حیا بہت غالب تھی حتیٰ کہ عادت مبارک یہ ہو گئی تھی کہ پہنے ہوئے کپڑے جب میلے ہو جاتے تو آپ دریا میں اتر کر بدن پر ہی کپڑوں کو مل کر صاف کر لیتے اور پھر دھوپ میں کھڑے ہو کر کپڑوں کو سکھاتے اور جب تک کپڑے سوکھ نہ جاتے تو آپ دھوپ میں ہی کھڑے رہتے۔

ابتداءً آپ پر عالمانہ کیفیت کا غلبہ تھا اور تعلیم و تعلم ہی آپ کا مشغلہ تھا مگر اس کے ساتھ آپ اپنے ماموں صاحب شیخ منصور بطائی سے تصوف اور معرفت کی تحصیل بھی کرتے تھے تھوڑے ہی عرصہ میں عرفان و سلوک کے مدارج عالیہ کو طے کر کے عارف کامل بن گئے اور حضرت شیخ منصور بطائی نے ۷۳۵ھ میں اپنے انتقال سے ایک سال پہلے خلافت عطا کر کے خرتہ پہنا دیا اور خانقاہ

ام عبیدہ میں آپ کو اپنا جانشین بنادیا اور مشائخ و سائکین واسطہ اروق اور بصرہ وغیرہ کو آپ نے ہدایت کی کہ آئندہ وہ حضرت سید احمد رفاعی قدس سرہ سے رجوع کریں اور انہیں کو اپنا شیخ سمجھ کر استفادہ کریں۔ اس سے ایک سال بعد ۱۱۸۷ھ میں جب شیخ منصور کا وصال ہوا ہے تو آپ کی عمر ۲۲ سال تھی۔ اس کے بعد آپ نے فضل و کمال اور اتقا و ریاضت کا اس قدر شہرہ ہوا کہ دور دور سے لوگ رشد و ہدایت کی تلاش میں آپ کی خدمت میں آتے اور آپ کے حلقہ عقیدت میں شامل ہو کر کامیاب و بارآمد جاتے۔ علامہ شیخ بن مہذب اپنی کتاب عجائب واسطہ میں لکھتے ہیں کہ آپ کی آخر عمر میں آپ کے خلفاء کی تعداد اسی ہزار ایک سو تھی۔ عراق کا کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں آپ کے دو چار خلیفہ نہ ہوں۔ اور عقیدت مند مریدوں کو تو کوئی شمار نہ تھا۔ آپ کے بعض خلفاء اور مشائخ نے اور ان کے بعد بھی بہت سے بزرگوں نے آپ کے حالات و مناقب میں متعدد کتابیں تصنیف کیں جن میں سے بعض کا ہم تذکرہ کرتے ہیں۔ ربیع العاشقین، تہریق الحبیبین، نفحة المسکین، ام البراہین، شفاء الاسقام۔ روضۃ المناظرین وغیرہ ان میں سے بعض کتابیں کمیاب ہیں اور بعض مصر و شام میں کثرت سے ملتی ہیں مگر ہندوستان میں کم۔ اگرچہ آپ علوم شریعت و طریقت میں کامل و ماہر تھے اور شان علمیت کا غلبہ بھی تھا لیکن تصنیف و تالیف کی طرف خاص توجہ نہ تھی۔ البتہ اکثر خاص مجالس میں اور کبھی مساجد میں وعظ فرماتے تھے یا روزمرہ کی گفتگو میں خلفاء کو نصائح فرماتے تھے تو آپ کی اجازت یا ایسا سے آپ کے خدام اس کو قلمبند کر لیتے اس طرح چند کتابیں آپ کی تصنیف سے مشہور اور موسوم ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔ مجالس الاحمدیہ۔ کتاب الحکم۔ آثار المنافع الحکامیہ۔ البرہان المئید۔ آخر الذکر کتاب کا ترجمہ آپ کے ہاتھ میں ہے جس کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہوگا کہ عالمانہ نصائح اور صوفیانہ حقائق اور معارف کا ایک بے قیمت خزانہ ہے حقیقت یہ ہے کہ تقریب خداوندی میں آپ کو وہ مرتبہ عطا کیا گیا تھا جو کسی دوسرے

ولی اللہ کو میسر نہ آیا ہوگا۔ آپ علم شریعت و طریقت کے جامع تھے آپ سے بہت سی عجیب باتیں بطور کرامت صادر ہوئیں جن سے آپ کے علوی مرتبت اور تقرب الہی کا حال معلوم ہوتا ہے سب سے زیادہ نادر اور مشہور کرامت آپ کی یہ ہے کہ جب آپ شہرہ میں زیارت بیت اللہ کو تشریف لے گئے تو سرکار رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدس کی زیارت کے لئے بھی حاضر ہوئے۔ گنبد خضرا کے قریب پہنچ کر آپ نے باواز بلند کہا السلام علیک یا جدی فوراً روضہ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم سے ندا آئی کہ علیک السلام یا ولدی اس نادر مبارک کو سن کر آپ پر وجد طاری ہو گیا آپ کے علاوہ جتنے آدمی وہاں موجود تھے رب نے آواز کو سنا تھوڑی دیر کے بعد بحالت گرم یہ آپ نے یہ دو شعر پڑھے۔

فی حالة البعد روحی کنت ارسلها تقبل الارض عنی دہی ثابتی
جدائی (دوری) کی حالت میں تو اپنی روح کو روضہ مطہر صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجا تھا تاکہ میری طرف سے آپ کی آستانہ بوسی کا شرف حاصل کرے۔

وهذه دولة الاشباح قد حضرت فامد دیمینک کے تخطی بہا شفتی
اور جبکہ یہ دولت دیدار مجھے اصالتاً حاصل ہے تو آپ اپنا مبارک ہاتھ دیجئے کہ میں اسے بوسہ دے کر عزت حاصل کروں۔

اسی وقت قبر مطہر صلی اللہ علیہ وسلم سے دست مبارک نکلا اور آپ نے اس کو بوسہ دیا۔ اس وقت روضہ مقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر تقریباً نوے ہزار عاشقان جمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم و مشتاقان روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مجمع تھا جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ انہیں میں حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی نور اللہ مرقدہ اور حضرت شیخ عدی بن مسافر الاموی

اور حضرت شیخ عبدالرزاق حسینی واسطیؒ جیسے جلیل القدر بزرگ بھی تھے اس واقعہ کو اس کثرت سے علماء نے بیان کیا ہے کہ اس میں غلطی کا احتمال نہیں ہے اس کے علاوہ اور بھی آپ کی بہت سی عجیب کرامتیں ہیں جن کا یہاں ذکر ناظریت کا باعث ہوگا۔ اس واسطے صرف اسی واقعہ پر اکتفا کرتے ہیں اور حقیقت حال تو یہ ہے کہ اس کے بعد کسی چیز کے ذکر کی حاجت بھی نہیں ہے۔

آپ کی پہلی شادی حضرت شیخ ابوبکر بن لُحی انصاری بخاری کی صاحبزادی سیدہ خدیجہ انصاریہ سے ہوئی جو نہایت نیک طبیعت عبادت گزار خاتون تھیں ان کے بطن سے دو صاحبزادیاں فاطمہ اور زینب پیدا ہوئیں پھر جب حضرت خدیجہ کا انتقال ہو گیا تو آپ نے ان کی بہن حضرت رابعہ سے نکاح کیا اور ان کے بطن سے ایک فرزند قطب الدین پیدا ہوئے جو سترہ سال کی عمر میں لاؤلا اپنے شفیق باپ سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے۔ آپ کی صاحبزادیوں کی شادیاں آپ کے عجد چچا زاد بھائی اور ہمیشہ زادہ سے ہوئیں جن کے نام مہذب الدولہ علی بن سیف الدین اور مہمد الدولہ عبدالرحیم ہیں ان دونوں صاحبزادیوں سے آپ کا سلسلہ نسب چلا اور آپ کی اولاد میں بڑے بڑے عالم و فاضل اور بزرگ بزرگ ہوئے اگرچہ بعض لوگوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کے فرزند قطب الدین صالح نے ایک لڑکا چھوڑا تھا جس سے اولاد کا سلسلہ چلا مگر یہ قول صحیح نہیں ہے درست قول یہ ہے کہ آپ کے صاحبزادہ لاؤلفوت ہوئے اور آپ کا سلسلہ نسب صاحبزادیوں سے ہی چلا۔

آپ نے ۶۶ سال کی عمر تک اس دار فانی میں رہ کر خلق اللہ کی خدمت کی اور شہرہ میں آپ نے اس عالم فانی کو چھوڑ کر عالم بقا کا سفر اختیار کیا۔ نور اللہ مرقدہ۔ آپ کے وفات کی خبر فرشتہ غیب نے

اطراف ونواح ام عبیدہ میں مشہور کر دی لوگ دور دور سے آپ کی آخری زیارت اور نماز جنازہ کی شرکت کے لئے ام عبیدہ میں جمع ہونے لگے بعض مومنین کا بیان ہے کہ آپ کی نماز جنازہ کے وقت تقریباً ۹ لاکھ مرد و عورت کا مجمع تھا بعد نماز آپ کی میت کو ام عبیدہ کی اسی خانقاہ میں سپرد خاک کیا جس میں آپ کے نانا صاحب کا مزار تھا۔ عارف باللہ سید سراج الدین رفاعی نے ایک شعر میں آپ کی ولادت اور وفات کی تاریخ اور عمر کی مقدار بھی لکھی ہے۔

ولادت بشری و لله عمرة و جائت بشری الله بالقرب الزلفی

آپ کی ولادت خدا کی طرف سے بشارت تھی اور آپ کی عمر الشکر کے واسطے تھی اور آپ کے تقرب الہی کی بھی خدا کی طرف سے خوشخبری تھی۔

لفظ بشری سے تاریخ ولادت نکلتی ہے اور لفظ الشکر کے عدد آپ کی عمر پر ولادت کرتے ہیں اور بشری اللہ سے سال وفات معلوم ہوتا ہے۔

دیباچہ مترجم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله حمدًا یوافی نعمہ + ویکافی مزیدہ + والصلوة والسلام علی
الدرۃ النبویۃ الفریداء + روح جسم المیجود + ومنور کل موجود + سیدنا
ومولاتنا وقرۃ عیوننا ونبینا الرسول المکرم + حبیب الرحمن محمد
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ وعلیٰ الہدایہ واصحابہ وعترتہ واجابہ + وتابعیہم
باحسان الی یوم الدین۔ آمین آمین

امابعد اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ نعمتوں اور اپنی پستیوں پر حجب نظر کرتا ہوں
تو بیساختہ یہ شعر زبان پر آجاتا ہے
کہاں میں اور کہاں یہ نگہت گل نسیم صبح تیری مہربانی
کسی نے سچ کہا ہے

داد اور قابلیت شرط نیست بلکہ شرط قابلیت داداوست
مجھے اپنی قسمت پر ناز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے اس متبرک کتاب کے
ترجمہ کی خدمت لے لی جو میرے حوصلے سے بہت زیادہ تھی۔ اس کتاب
کی خوبی اور عمدگی مضامین کے متعلق مجھے یا کسی کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں
صرف صاحب کتاب کا نام نامی اور اسم گرامی اس کے لئے کافی ضمانت ہے پھر
ناظرین کا ضمیر مطالعہ کے بعد خود فیصلہ کر لے گا کتاب کیسی اور اس کے مضامین
کس درجہ کے ہیں! اس وقت مجھے چند باتیں بطور مقدمہ کے اس کتاب کے

متعلق عرض کرنا ہیں تاکہ مطالعہ میں زیادہ بصیرت ہو جائے۔
الف۔ یہ کتاب بطور تصنیف کے نہیں لکھی گئی بلکہ درحقیقت یہ ان مواعظ و
نصائح کا مجموعہ ہے جو حضرت غوث مقدم قطب معظم حجۃ الاسلام۔ بلجار الخواص
والعوام صاحب الخوارق الجلیلہ والمآثر الجلیلہ سیدنا الشیخ الکبیر سید احمد رفاعی
قدس سرہ نے اپنی خانقاہ شریف واقع ام عیدہ میں کرسی وعظ پر تشریف فرما
ہو کر متعدد مجالس میں ارشاد فرمائے۔

ب۔ حضرت سیدنا الشیخ الکبیر سید احمد رفاعی قدس اللہ سرہ کی یہ کرامت
مشہور بلکہ درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہے کہ ۵۵۵ھ میں جب آپ مدینہ منورہ پہنچے
اور روضہ اقدس والواری میں حضور پر نور سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر
صلوٰۃ و سلام عرض کرنے حاضر ہوئے تو ان الفاظ سے سلام عرض کیا۔
السلام علیک یا جدی۔ آپ پر سلام ہوا اے میرے نانا۔ جواب میں روضہ
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے آواز آئی وعلیک السلام یا ولدی۔ میرے بیٹے
تم پر بھی سلام ہو۔ اس آواز مبارک سے حضرت سید احمد کبیر قدس سرہ پر جات
وجد طاری ہو گئی اور جوش محبت و فرط اشتیاق میں عرض کیا۔

فی حالۃ العبد روحی کنت ارسلہا تقبل الامرض عنی وہی نائبتی
وہذا دولتہ الاشباح قد حضرت فامدادیہینک تحطی بہا شفتی

جب میں دور تھا تو اپنی روح کو بھیج دیا کرتا تھا وہ میری طرف سے نائب ہو کر آپ کی
قدمبوسی کر جاتی تھی اور اب تو میں اپنی شکل و صورت کے ساتھ در دولت
پر حاضر ہو گیا ہوں تو اپنا دست مبارک بڑھا دیجئے تاکہ میرے لب اس سے
کامیاب ہو جائیں۔ یہ کہتا تھا کہ قبر کریم سے نبی اکرم رسول اعظم خاتم النبیین
صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک چمکتا ہوا ظاہر ہوا اور حضرت شیخ نے آگے

بڑھ کر دست مبارک کا بوسہ لے لیا جس کے بعد وہ پھر قبر شریف میں مخفی ہو گیا۔
اس واقعہ کے دیکھنے والے ہزاروں آدمی تھے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

ج۔ یہ واقعہ ۱۰۵۵ھ میں ہوا اس واقعہ کے بعد ۱۰۵۷ھ سے جب کہ حضرت شیخ حج و زیارت سے فارغ ہو کر خانقاہ ام عیدہ میں واپس تشریف لائے تو حضرت شیخ کے مواعظ قلمبند کرنے کا اہتمام کیا گیا چنانچہ یہ مجموعہ مواعظ اس کرامت مشہورہ کے بعد ہی کے ارشادات ہیں جیسا کہ شیخ شرف الدین بن عبد السمیع ہاشمی واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے اصل کتاب کے دیباچہ میں تحریر فرمایا ہے۔

د۔ شیخ شرف الدین بن عبد السمیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اور میرے احباب کی ایک بڑی جماعت نے حضرت شیخ کے دہن مبارک سے منکر ان مواعظ کو جمع کیا ہے اور اس کا اہتمام کیا ہے کہ حضرت شیخ کے الفاظ کو بعینہ بکسہ ضبط کیا جائے۔

۵۔ حضرت سیدنا الشیخ سید احمد کبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نسباً سید ہیں، حضرت امام موسیٰ کاظم کی اولاد میں ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب شہید کربلا امام حسین ابن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے بلا ہوا ہے۔ آپ کو رفاعی اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ کے اجداد میں سید ابوالکارم حسن کا لقب رفاعہ تھا۔ بعض علمائے جو آپ کو قبیلہ عرب بنورفا کی طرف منسوب کیا ہے یہ صحیح نہیں کیونکہ بڑے بڑے علماء مشائخ و محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت سیدنا الشیخ احمد کبیر رحمۃ اللہ علیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نسباً ہاشمی اور سید حسینی تھے۔

و۔ یہ کتاب علم تصوف میں ہے اور اس کی خصوصیات حسب ذیل ہیں۔
تصوف کی حقیقت، شریعت و طریقت کی وحدت و یگانگت، صوفیا و علماء کے باہم اختلاف کی مذمت کو بہت اچھی طرح بیان کیا گیا ہے۔

صوفیاء کو علم اور علماء کے احترام اور علماء کو صوفیاء اور طریقت کی تعظیم کی تاکید کی گئی ہے۔

مسئلہ سماع کی حقیقت کو ایسا بے نقاب کیا ہے کہ شاید کسی کتاب میں ایسا نہ کیا گیا ہوگا۔ مراقبہ موت اور یاد آخرت کی بہت

زیادہ ترغیب دی گئی ہے۔ تصحیح عقائد اور اتباع سنت تواضع و عبدیت پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ مختصر اور پر مغز نصائح عجیب پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ آخر میں کچھ علوم کشفیہ بھی ہیں جن میں نفس و روح وغیرہ کی تحقیق ہے۔ یہ مسائل دقیق ہیں۔ عوام کی فہم سے بالا ہیں۔ لیکن اگر زیادہ کاوش اور کھود کرید نہ کی جائے تو نفس مطلب کا سمجھنا زیادہ دشوار نہیں۔

من۔ احقر مترجم نے بین القوسین جو کچھ اضافہ کیا ہے وہ زیادہ تر عبارات میں ارتباط ظاہر کرنے یا کسی مشکل مضمون کی شرح کرنے کے لئے کیا ہے۔ (تنبیہ) ترجمہ کے متعلق یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ اصل کتاب میں بعض الفاظ ایسے تھے جن کے متعلق مجھے سہو کا تب کا ظن یا یقین ہوا۔ ایسے مقامات میں سیاق و سباق پر نظر کر کے لفظ کی اصل جو کچھ میری سمجھ میں آئی اس کے موافق ترجمہ کر دیا گیا۔ کتاب کا کوئی دوسرا نسخہ میرے سامنے نہ تھا جس سے مراجعت اور تصحیح کی جاسکتی مگر مجھے امید ہے کہ اس سے اصل مضمون پر کوئی اثر نہیں ہوا میں نے حضرت شیخ کے مقصود کو محفوظ رکھنے کا پورا پورا اہتمام کیا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ح۔ سخت ناشکری ہوگی اگر میں اس حقیقت کا اظہار نہ کروں کہ مجھے اس کتاب کے ترجمہ اور شرح میں ان علوم و معارف سے بہت زیادہ مدد ملی ہے جو حضرت مجدد ملت حکیم الامتہ اشرف العلماء الکرام قطب الارشاد مرشد الانام

سیدی و مولائی مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم سے
اس ناچیز کو حاصل ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت اقدس کے نفس قدسیہ کے
سہارے ہی سے میں اس میدان میں چل سکا۔ ورنہ اس قابل ہرگز نہ تھا۔
اللہ تعالیٰ شانہ اس ابررحمت و آفتاب ولایت و معرفت کو تادیر سایہ فگن جلوہ
رکھے آمین ویرحمہ اللہ عبداً قال آمناً۔

ط۔ اصل کتاب کا نام آبرہان المؤید ہے۔ ترجمہ کا نام حسب ارشاد سیدی
حکیم الامتہ و امجد ہم البیان المشید رکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائیں
اور نام کے موافق اس کو شاداب و سرسبز اور بہار بے خزاں بنائیں۔ آمین۔
ظفر احمد عفا اللہ عنہ تھانوی عثمانیؒ
حال مقیم اشرف آباد دارالعلوم ٹنڈوالہ یار سندھ

نوٹ : یہ دیباچہ ۱۳۵۵ھ میں مدرسہ محمدیہ راندیر میں لکھا گیا تھا۔ اب محرم ۱۳۵۵ھ
میں بمقام دارالعلوم الاسلامیہ اشرف آباد ٹنڈوالہ یار سندھ۔ اس پر اور پورے ترجمہ پر
نظر ثانی کی گئی پہلی بار اس کو میرے محترم دوست حاجی محمد عثمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے
اپنے رسالہ ماہواری الہادی میں قسط وار چھاپا تھا اب ان کے خلف الصدق محمد عبدالمنان
سلمہ اللہ و کرمہ نے دوبارہ کتابی صورت میں طبع کیا اور اب الحمد للہ ٹوٹو آفسٹ پرنٹیری مرتبہ
پیر محمد عبدالمنان غفرلہ نے طبع کا اہتمام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دیں اور دنیا و آخرت
کے تمام مقاصد عالیہ میں کامیاب فرمائیں۔ آمین۔

ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۱۹ محرم ۱۳۵۵ھ

۱۵ افسوس حضرت مولانا ظفر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ۲۲ دیقوہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۸ دسمبر ۱۳۵۵ھ کو اس دار فانی
دار بقا کو تشریف لے گئے۔ انا بشر وانا الیہ راجعون۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله حمداً يرضاه لذاته : والصلوة والسلام على سيد مخلوقاته
ورضى الله عن الصحابة والال : واتباعهم من اهل الشرع والحال : والسلام
علينا وعلى عباد الله الصالحين :

بزرگوار اللہ عزوجل کی طرف متوجہ ہونے والوں کا

سلوک کا پہلا قدم زہد ہے، اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

مدار اخلاص نیت پر ہے

پہلا قدم زہد ہے (یعنی دنیا سے بے رغبت ہونا اور آخرت کا مشتاق ہونا اور
اس کی بنیاد تقویٰ ہے اور تقویٰ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا نام ہے جو کہ علم و حکمت کی
پہوٹی ہے۔ اور ان سب کا مدار ارواح و اجسام کے امام میمنہ سیدنا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی اچھی طرح پیروی کرنے پر ہے۔ اور تابعی ہونے کا پہلا ذریعہ یہ ہے کہ
خلوص کی ساتھ آپ کی اقتدا کی جائے۔ اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے کہ اعمال
کا مدار نیتوں پر ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب ایک شخص نے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص جہاد کا ارادہ کرتا
ہے اور وہ کچھ دنیا کا مال و متاع بھی چاہتا ہے تو آپ نے اس سے کیا
فرمایا؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کے لئے کچھ ثواب نہیں۔ لوگ اس
جواب سے گھبرا گئے اور اس شخص سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
سامنے اپنا سوال دھراؤ کیونکہ شاید تم اپنے مقصود کو صاف نہیں بیان

کر سکے۔ اس نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص اللہ کے راستہ میں جہاد کا ارادہ کرتا ہے اور وہ دنیا کا مال و متاع بھی (حاصل کرنا) چاہتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے لئے کچھ ثواب نہیں لوگ پھر گھبرا گئے اور سائل سے کہا کہ پھر سوال کر اس نے تیسری مرتبہ پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص اللہ کے راستہ میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہے اور وہ دنیا کا کچھ مال و متاع بھی (حاصل کرنا) چاہتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی فرمایا کہ اس کے لئے کچھ ثواب نہیں۔ اس حدیث کو ثقات نے روایت کیا اور محدثین نے اس کو صحیح کہا ہے اس حدیث سے اور جو اس کے مثل ہیں ہم کو معلوم ہو گیا کہ اعمال کا نتیجہ نیت ہی سے اچھا ہوتا ہے۔ اور نیت سے ہی برا ہو جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھی نیتوں سے معاملہ کرو اور اپنی حرکات و سکنات میں اس سے ڈرتے رہو۔

اور اپنے متشابہات میں غور کرنے سے عقائد کو بچانا چاہیے کے ظاہری معنی

پر چلنے سے بچاؤ خواہ وہ کتاب اللہ میں ہوں یا حدیث میں کیونکہ متشابہات کی ظاہری مراد پر چلنا کفر کی جڑ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاِمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِيلِهِ جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ قرآن کی ان آیات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں جو متشابہ ہیں لوگوں میں فتنہ برپا کرنے کے لئے اور ان کا مطلب تلاش کرنے کے لئے (حالانکہ ان کا مطلب اللہ عز و جل کے سوا کوئی نہیں جانتا) متشابہ کے متعلق تم پر اور ہر مکلف پر یہ لازم ہے کہ اس بات پر ایمان رکھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے متشابہات وہ آیات اور احادیث ہیں جن کا ظاہری مطلب مراد نہیں ہوتا اور اصلی مطلب کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

ہے جس کو اس نے اپنے بندہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے اور اس کا مطلب معلوم کرنے کے درپے نہ ہو کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہم کو اس کا تفصیلی مطلب معلوم کرنے کا مکلف نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ جس کی عظمت بہت بڑی ہے فرماتا ہے۔ وَمَا يَعْلَمُ تَارْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا اور اس کے مطلب کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو لوگ علم کامل رکھتے ہیں وہ یوں کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں یہ سب کا سب ہمارے پروردگار کی طرف سے (نازل ہوا) ہے بزرگان سلف کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ان باتوں سے پاک سمجھتے ہیں جو متشابہات کے ظاہری الفاظ سے سمجھا جاتا ہے اور جو معنی اس سے مراد ہیں (اس میں غور نہیں کرتے بلکہ) اس کو حق تعالیٰ و تقدس کے حوالے کر دیتے ہیں۔ ایک عارف سے کسی نے خالق کے متعلق سوال کیا (اور اللہ تعالیٰ کے سب نام پاکیزہ ہیں) آپ نے سائل سے فرمایا کہ اگر تو خالق کی ذات کو پوچھنا چاہتا ہے تو اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور اگر اس کی صفات دریافت کرنا چاہتا ہے تو وہ ایک ہے سب اسی کے محتاج ہیں نہ اس نے کسی کو جنانہ کسی سے جنا گیا اور اس کے برابر کوئی نہیں ہے۔ اور اگر اس کا نام پوچھنا چاہتا ہے تو وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں غائب اور حاضر سب کا جاننے والا ہے اور وہ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ اور اگر اس کے کام کو پوچھنا چاہتا ہے تو وہ ہر دن ایک خاص شان میں ہے کسی کو جلاتا ہے کسی کو مارتا ہے کسی کو عزت دیتا ہے کسی کو ذلیل کرتا ہے۔

اور ہمارے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام باتوں کو جو توحید کی حقیقت اور ہمارے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام باتوں کو جو توحید کے متعلق بیان کی گئی ہیں اپنے اسل راہ میں

جمع کر دیا ہے کہ جو شخص اپنے خالق کو پہچانتے کے درپے ہو اگر اس کی معرفت کسی ایسے موجود پر ختم ہو گئی جس تک اس کا ذہن پہنچ سکتا ہے تو یہ شخص مشبہ ہے اور اگر خالص عدم تک پہنچ کر مطمئن ہو گیا تو یہ معطل ہے اور اگر ایک ایسے موجود پر دل کو قرار ہو جس کے پہچاننے سے عاجز ہونے کا دل نے اقرار کر لیا تو یہ موحد ہے۔

بزرگو! اللہ تعالیٰ کو محدثات کے عیوب اور مخلوقات جیسی صفات سے منزہ (پاک) سمجھو۔ اور اللہ تعالیٰ کے حق میں استواء کی تفسیر قرار پکڑنے کے ساتھ نہ کرو اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ کسی مخلوق سے قرار پکڑے اس قسم کی باتوں سے اپنے عقائد کو پاک اور محفوظ رکھو کہ معاذ اللہ وہ عرش پر اس طرح قرار پکڑے ہوئے ہے جیسا بعض اجسام دوسرے اجسام پر قرار پکڑتے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ کا (عرش میں) حلول کرنا لازم آتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بلند و برتر ہے۔

لے مشبہ وہ فرق ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے مخلوق جیسی صفات ثابت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہی ہاتھ پیر ہیں۔ ہمارے ہی طرح منتاد کیستا اور جانتا ہے۔ اور معطل وہ فرق ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے نہ مخلوق جیسی صفات ثابت کرتا ہے نہ ان صفات کو ثابت کرتا ہے جو خالق کے لائق ہے بلکہ جن صفات کمال کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے ان کی تفسیر بھی نفی سے کرتا ہے۔ مثلاً کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عاجز نہیں جلیکام مطلب یہ ہے کہ جاہل نہیں۔ یہ مطلب نہیں مانتا کہ اللہ تعالیٰ میں علم اور قدرت کی صفت موجود ہے موصودہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو موجود مانتا اور اس کے لئے صفات و مطلب کمال کو ثابت کرتا ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی اقرار کرتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی حقیقت کو نہ بیان کر سکتا ہوں نہ سمجھ سکتا ہوں صرف دلائل عقلیہ و نقلیہ سے صانع عالم کے وجود اور وجود تمام صفات کمال کا قائل ہوں اور دنیا بھر کو قائل کر سکتا ہوں مگر ذات و صفات کے تعلق کی حقیقت نہیں بتلا سکتا کیونکہ انسان خود اپنی حقیقت اور اپنی ہی صفات و ذات کے تعلق کو نہیں بتلا سکتا۔^{۱۲} لہٰذا محدث وہ ہے جو پہلے نہ تھا پھر موجود ہوا۔ قدیم وہ ہے جو ہمیشہ سے ہوا اور ہمیشہ رہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قدیم نہیں سب محدث ہیں ۱۲

خبردار! اللہ تعالیٰ کے لئے فوقیت اور سفلیت اور مکان ثابت نہ کرنا اور ہاتھ اور آنکھ (انسانی اعضا کی طرح) اور آئینہ کی طرفیت پر نزول (اترنا) کے قائل نہ ہونا کیونکہ کتاب و سنت میں اگر کہیں ایسے الفاظ آئے ہیں جن سے بظاہر یہ باتیں معلوم ہوتی ہیں تو اسی کتاب و سنت میں اسی جیسی دوسری نصوص بھی ہیں جو اصل مقصود کی تائید کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا مخلوق کی طرح نزول و فوق مکان اور ید عین سے پاک ہونا بتلاتی ہیں) پس اب اس کے سوا کچھ چارہ نہیں کہ سلف صالحین کی طرح یوں کہا جائے کہ ہم ان متشابہات کے ظاہر پر ایمان لائے ہیں اور مراد کے علم کو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہم اللہ تعالیٰ کو کیفیت سے اور مخلوقات کے عینوب سے پاک بھی سمجھتے ہیں۔ پیشوایان سلف اسی راستے پر چلتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جو اپنی صفت بیان فرمائی ہے ہمارا کام اس کو پڑھ لینا اور خاموش رہنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو ان کی تفسیر کا حق نہیں تم کو چاہیے کہ متشابہات کو محکم پر محمول کرو کیونکہ کتاب اللہ میں اصل وہی آیات ہیں جو محکم ہیں۔ متشابہ محکم کے معارض نہیں ہو سکتا۔ محکم وہ آیات ہیں جن کا مطلب واضح ہے اور کبھی منسوخ نہیں ہو سکتیں۔ اعتقاد ان ہی کے موافق رکھنا چاہیے۔ اور متشابہات اگر ظاہر ہیں ان کے خلاف ہوں تو سمجھنا چاہیے کہ حقیقی مراد ان کی بھی محکم ہی کے موافق ہے گو ہم نے سمجھے ہوں کیونکہ متشابہات

لے اگر کوئی اس کی وجہ پوچھے کہ ہم کو کیوں حق نہیں اس سے کہا جاوے گا کہ پہلے تو اپنی ذات کی حقیقت اور اپنی صفات کی ماہیت اور ذات و صفات کے درمیانی تعلق کی حقیقت ہی بتلا دے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی حقیقت بتلانے کی جرات کرنا واقعہ یہ ہے کہ انسان کو اب تک خود اپنی حقیقت کی بھی خبر نہیں پھر ایسے عاجز و ناقص کا کیا منہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ کی ذات و صفات کی حقیقت میں کلام کرے ۱۲
۱۲ اوپر ہونا ۱۲ غصہ نیچے ہونا ۱۲

کے متعلق خود قرآن کا فیصلہ ہے کہ ان کی اصلی مراد کو اللہ ہی جانتا ہے۔

ایک شخص نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے الرحمن علی العرش استوی کا مطلب پوچھا جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ جن نے عرش پر قرار پکڑا، امام مالک نے فرمایا کہ استوار کا ترجمہ تو معلوم ہے مگر اس کی کیفیت عقل میں نہیں آ سکتی اور اس پر ایمان لانا واجب اور اس کی تحقیق و تفتیش کرنا بدعت ہے اور میرے خیال میں تو بدعتی معلوم ہوتا ہے۔ اس کے بعد حکم دیا کہ اس کو نکال دیا جائے کسی نے ہمارے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا کہ میں اس پر ایمان لاتا ہوں بدون تشبیہ کے اور تصدیق کرتا ہوں بدون تمثیل کے اور اس کی حقیقت کے سمجھنے سے اپنے نفس کو عاجز پاتا ہوں اور اس میں غور کرنے سے پوری طرح نفس کو روکتا ہوں۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ جو شخص یوں کہے کہ میں نہیں جانتا کہ خدا آسمان میں ہے یا زمین میں وہ کافر ہو گیا کیونکہ اس کی اس بات سے وہم ہوتا ہے کہ اس کے خیال میں اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مکان ہے اور جو شخص اس کا وہم بھی دل میں لائے کہ حق تعالیٰ کے لئے مکان ہے (وہ کسی خاص جگہ میں ہے) وہ مشبہ ہے۔ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے استواء کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا کہ ہاں اللہ تعالیٰ نے جس طرح خبر دی ہے اس کے موافق استواء ثابت ہے مگر نہ ایسا جیسا انسان کے دل میں خطرہ گذرتا ہے۔ اور امام ابن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جو شخص یہ گمان کرے کہ اللہ تعالیٰ کسی شے میں ہے یا کسی شے سے ہے یا کسی شے پر ہے وہ مشرک ہو گیا کیونکہ اگر وہ کسی شے پر ہے تو دوسری شے اس کو اٹھائے ہوئے ہے اور کسی شے میں ہے تو محصور و لہ یعنی اس پر ایمان لاتا ہوں کہ جن عرش کے اوپر ہے مگر مثال نہیں دے سکتا کہ عرش کے اوپر کس طرح ہے ۱۱

مقید ہے اور کسی شے سے ہے تو محدث (اور مخلوق) ہے (اور خدا تعالیٰ کا ان تمام عیوب سے پاک ہونا ضروری ہے)

بزرگو! اپنے دلوں سے اللہ تعالیٰ کو ڈھونڈو (باریک باتیں نہ کرنے اور زبان چلانے سے خدا نہ ملے گا) وہ تو گردن کی رگ سے زیادہ تمہارے نزدیک ہے اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ دین اخلاص کا نام ہے جب تم لا الہ الا اللہ کہو تو ایسے اخلاص سے کہو جو اغیار سے اور تشبیہ و کیفیت اور تحتیت و فوقیت اور قرب و بعد کے خطرات سے بالکل پاک ہو اور (اس کے بعد) خالص نیت کے ثمرات حاصل کرو، کیونکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہے۔ پس جس شخص کی ہجرت اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو (یعنی اس نے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے لئے ہجرت کی ہو) تو اس کی ہجرت (واقعی) اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے اور جس کی ہجرت دنیا کے لئے ہے جس کو حاصل کرنا چاہتا ہے یا کسی عورت کے لئے جس سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس کی ہجرت (اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں بلکہ) اسی چیز کی طرف ہے جس کے لئے اس نے ہجرت کی ہے۔

اپنے اعمال کو ان پانچ ارکان پر مضبوطی
ارکان اسلام کی پابندی کی تاکید کے ساتھ جماؤ جن پر اسلام کی بنیاد

رکھی گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ (۱) اس بات کی دل و زبان سے گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں (۲) نماز قائم کرنا۔ (۳) زکوٰۃ دینا۔ (۴) بیت اللہ کا

حج کرنا (۵) رمضان کے روزے رکھنا۔

بدعت سے بچنے کی تاکید | بدعت سے بچتے رہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ہمارے اس دین

میں نئی باتیں ایجاد کرے وہ مردود ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تقوے کے ساتھ اور مخلوق سے سچائی اور حسن خلق کے ساتھ اور اپنے نفس سے مخالفت کے ساتھ معاملہ کرو شریعت کی حدود سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے جب کوئی عہد کر لو اس کو پورا کرو جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو حکم دیا ہے اس کو مضبوط پکڑ لو اور جس سے منع فرما دیا ہے اس سے باز آ جاؤ۔ جھوٹ سے بچو۔ نہ خدا پر جھوٹ لگاؤ نہ مخلوق پر (اپنی بڑائی کا) دعویٰ کرنا خدا تعالیٰ پر اور مخلوق پر جھوٹ لگانا ہے۔

بندگی کی حقیقت | بندگی پوری یہ ہے کہ مقام عبدیت کو پہچانے۔ دین یہ ہے کہ احکام پر عمل کرے اور جن چیزوں

سے منع کیا گیا ہے اُن سے بچے اور دونوں میں عاجزی و انکسار اختیار کرے احکام کی تعمیل اور گناہوں سے بچنے کے بعد اپنے کو بزرگ اور متقی نہ سمجھے) احکام پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ سے قریب کرتا ہے۔ اور ممنوعات سے بچنا اللہ تعالیٰ کے خوف سے ہوتا ہے بدو ن اعمال کے قرب کی خواہش کرنا محال اور سخت محال کی طلب ہے۔ بے باکی کے ساتھ خوف رکا دعویٰ کرنا فیضیت (اور رسوائی کا سبب) ہے اللہ تعالیٰ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے ذریعہ ڈھونڈو۔ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نفس اور خواہش نفس کے ساتھ نہ چلو۔ جو شخص نفسانیت کو ساتھ لے کر اس راہ میں چلتا ہے وہ پہلے ہی قدم میں کھویا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا حکم | بزرگو! اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو بہت بڑا سمجھو۔ آپ

ہی واسطہ ہیں مخلوق اور حق تعالیٰ کے درمیان میں، آپ ہی نے خالق و مخلوق کا فرق بتلایا آپ اللہ کے بندے ہیں۔ اللہ کے محبوب ہیں۔ اللہ کے رسول ہیں مخلوق الہی میں سب سے زیادہ کامل ہیں۔ اللہ کے پیغمبروں میں سب سے افضل ہیں۔ اللہ کی طرف راستہ بتلانے والے، اللہ کی طرف سب کو بلانے والے، اللہ کی خبریں سنانے والے، اللہ کی باتیں معلوم کرنے والے ہیں۔ آپ ہی سب کے لئے بارگاہِ رحمانی کا دروازہ اور دربارِ صمدیت میں سب کا وسیلہ ہیں۔

جو آپ سے مل گیا اللہ سے مل گیا۔ جو آپ سے جدا ہوا اللہ تعالیٰ سے جدا ہوا۔ آپ کا ارشاد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش اس شریعت کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں نے کرایا ہوں۔

بزرگو! خوب جان لو کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و وفات کے بعد بھی اسی طرح باقی ہے جیسی آپ کی حیات میں تھی (اور قیامت تک باقی رہے گی) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ زمین کا اور اس کے اوپر جو کچھ ہے سب کا وارث ہو جائے تمام مخلوق (قیامت تک) آپ ہی کی شریعت کی مکلف ہے جس نے تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔ اور آپ کا معجزہ بھی ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ یعنی قرآن شریف۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہدیحیجی (اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کہ اگر تمام جن و انس اکٹھے ہو کر اس بات کی کوشش کریں کہ اس قرآن کا مثل بنا لائیں تو وہ اس کا مثل نہ لاسکیں گے۔

صحیح حدیثوں کا رد کرنا ایسا ہی ہے جیسا کلام اللہ کو رد کرنا

بزرگو! جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی حدیثوں کو رد کیا وہ ایسا ہی ہے جیسا کسی نے کلام اللہ کو رد کیا۔ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور کتاب اللہ پر بھی اور ان تمام باتوں پر بھی جو ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اس پر ہدایت واضح ہو چکی اور مسلمانوں کے راستہ کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرے ہم اس کو اسی کی حالت پر چھوڑ دیں گے اور جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بُری جگہ ہے۔

صحابہ کے مراتب کا بیان اور ان کی شان میں گستاخی کرنی نعمت

صحابہ میں سب سے افضل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

صحابہ سب کے سب ہدایت پر ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے اصحاب ستاروں کی مثل ہیں تم جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پا لو گے۔
صحابہ کے درمیان جو اختلافات (و نزاعات) ہوئے ہیں ان (کے تذکرہ)

۱۔ یہاں سے اس فرقہ کا حال معلوم ہو گیا جو صحیح حدیثوں کو دینی حجت نہیں سمجھتے یہ لوگ مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر رہے ہیں اور اپنے کو جہنم کا کنبہ بنا رہے ہیں صحیح حدیثوں کے متعلق جس قسم کے شبہات یہ جماعت منکرین حدیث بیان کرتی ہے یہ وہی باتیں جو ایک مستشرق یہودی نے لکھی ہیں ۱۱۲

سے زبان روک لینا واجب ہے اور بجائے اس کے، ان کے محاسن (فکالات و خوبیاں) بیان کرنا چاہئیں ان سے محبت رکھنا چاہئے۔ ان کی تعریف کرنا چاہئے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ صحابہ سے محبت رکھو ان کے ذکر و تذکرہ سے برکت حاصل کیا کرو اور ان جیسے اخلاق حاصل کرنے کی کوشش کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے ارشاد فرمایا تھا کہ میں تم کو اللہ سے ڈرنے (اور امام کی) اطاعت اور اس کی بات سننے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ ایک غلام ہی تم پر حکومت کرنے لگے۔ کیونکہ جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت کچھ اختلاف دیکھے گا (اس وقت) تم میری سنت اور خلفاء راشدین اصحاب ہدایت کی سنت کو مضبوطی کے ساتھ دانتوں سے پکڑے رہو اور نئی نئی باتوں سے بچتے رہو کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے دوستو! اور اپنے دلوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اہل بیت کی تاکید | وسلم کی آل کرام کی محبت سے بھی روشن کرو کیونکہ یہ حضرات وجود کے چمکتے ہوئے انوار اور سعادت کے روشن آفتاب ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس (تبلیغ احکام) پر کسی معاوضہ کا طالب نہیں سوا اس کے کہ قرابت داری کی بھرداری (کا حق) ادا کرو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ فی اہل بیعتی میری اہل بیت کی بابت اللہ سے ڈرو اور ان کے حقوق کو ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ جس بندہ کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتے ہیں اس کو اہل بیت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت کی تعمیل کی پوری توفیق عطا فرماتے ہیں۔

وہ ان سے محبت کرتا ان کی عظمت کرتا مدد کرتا اور ان کی شان رفیع کا اہتمام

کرتا اُن کی عزت کی حفاظت کرتا ان کے حقوق کی رعایت کرتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حق ان کے بارہ میں امت پر ہے اس کی پوری نگہداشت کرتا ہے (قیامت میں) آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہوگی اور جس کو اللہ سے محبت ہوگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی محبت ہوگی اور جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوگی آپ کی اہل بیت سے بھی ہوگی اور جو اہل بیت سے محبت کرے گا وہ اُن کے ساتھ ہوگا اور وہ اپنے جدا مجد سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں گے۔ ان کو اپنے سے آگے بڑھاؤ خود اُن سے آگے نہ بڑھو ان کی مدد کرو تعظیم کرو اُس کی برکتیں تمہارے اوپر برسیں گی۔

اولیاء اللہ کے (امن) سے چمٹ جاؤ الا ان

صحبت اولیاء اللہ کی تاکید

اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا هم یحزنون

الذین امنوا ذکون یتقون ۰ سنو! اولیاء اللہ پر نہ کوئی خطرہ ہے نہ وہ غمگین ہوں گے (اولیاء اللہ) وہ ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے تھے۔ ولی وہ ہے جو اللہ سے محبت رکھتا ہے۔ اس پر ایمان رکھتا ہوا اور تقویٰ پر کاربند ہو۔ پس جس کو اللہ سے محبت ہو اس سے دشمنی نہ کرو بعضی آسمانی کتابوں میں ہے۔ من اذی لی دنیا فقد اذنتہ بالحبوب اللہ فرماتے ہیں کہ جو میرے کسی ولی کو ایذا دے گا میری طرف سے اس کو اعلان جنگ ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے لئے جب وہ ذلیل کئے جائیں یا ان کو ایذا دیکھے بہت (غیرت کرتے ہیں ان کی خاطر ایذا دینے والوں سے انتقام لیتے ہیں۔ اور جو ان سے محبت کرے اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے اکرام کے لئے اس کی حفاظت کرتے ہیں اور جو اُن کی پناہ میں آجاتا ہے اس کی مدد فرماتے ہیں خصوصیت

۱۲ ۰ یہ مضمون حدیث میں بھی آیا ہے جو صحاح میں موجود ہے ۱۲

کے ساتھ اس آیت کے مخاطب اولیاء ہی ہیں۔ نحن اولیاء کھذ فی الحیوۃ الدنیا
وفی الآخرة (فرشتے ان سے کہیں گے) ہم تمہارے رفیق تھے دنیا کی زندگی میں بھی
اور آخرت میں بھی رفیق ہیں۔ اولیاء کی محبت کو اپنے اوپر لازم کر لو۔ ان کا قرب
حاصل کرو۔ ان کی وجہ سے تم کو برکت حاصل ہوگی۔ ان کے ساتھ ہو جاؤ یہی
اللہ کی جماعت ہے اور سن لو! اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

رعایت حدود کی تاکید | بزرگو! حدود مراتب کا لحاظ رکھو غلو سے بچو
(یعنی کسی کو اس کے درجہ سے آگے نہ بڑھاؤ)

ہر شخص کو اس کے مرتبہ پر رکھو نوع انسان میں سب بزرگتر حضرات انبیاء
علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اور انبیاء میں سب سے افضل و اشرف ہمارے
نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام مخلوق کے
افضل آپ کی آل و اصحاب ہیں۔ ان کے بعد تمام مخلوق سے افضل تابعین
ہیں جو خیر القرون میں تھے یہ تو (مراتب کا) اجمالی بیان تھا اور تفصیل و تعیین کے
ساتھ فضیلت معلوم کرنے کے لئے نص شریعت کا اتباع کرو نص کا خبردار
اس میں اپنی رائے کو دخل نہ دینا جو لوگ برباد ہوئے ہیں وہ اپنی رائے ہی سے
برباد ہوئے ہیں۔ اس دنیا میں کسی کی (ذاتی) رائے سے کبھی فیصلہ نہیں کیا جاتا۔
اپنی رائے سے مباحات میں فیصلہ کرو و فضائل میں رائے کو دخل نہ دو (۱۲) اور اگر
کسی معاملہ میں باہم نزاع ہونے لگے تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے
فیصلہ کی طرف رجوع کرو اولیاء کو بھلائی کے ساتھ یاد کرو اور ایک کو دوسرے پر

۱۲ نص صاف اور صریح حکم ۱۲ اس سے ائمہ مجتہدین کا قیاس خارج ہے کیونکہ وہ ان کی
ذاتی رائے نہیں بلکہ قواعد شرعیہ پر مبنی ہے جس کی اجازت خود حدیثوں میں اور قرآن کی
آیتوں میں موجود ہے ۱۲ ط

فصیلت دینے سے بچو (گو) اللہ تعالیٰ نے بعض اولیاء کے درجے دوسروں سے بلند کئے ہیں مگر اس کی معرفت بجز خدا کے یا اس کے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور کو نہیں ہے۔ دعویٰ کو چھوڑ کر اس جماعت (اولیاء) کی تائید کرو۔ زندہ گو کی حمایت کا یہ طریقہ اختیار نہ کرو کہ ایک کو دوسرے سے افضل بتلاؤ کیونکہ اس میں درپردہ یہ دعویٰ ہے کہ تم ان اولیاء سے بھی بڑھے ہوئے ہو۔ اگر تم اپنے کو ان سے کمتر سمجھتے تو ان کے درجات و مراتب کا فیصلہ نہ کرتے کیونکہ دو شخصوں کے درجات کا فیصلہ وہی کر سکتا ہے جو دونوں سے بڑا ہو۔

اتباع سنت کی تاکید | اس طریقہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیادوں کو سنت کے زندہ کرنے اور بدعت کے مٹانے

سے مضبوط کرو۔

بزرگو! درویش اسی وقت تک طریقت پر ہے جب تک سنت پر جما ہوا ہے اور جس وقت وہ سنت سے ہٹے گا طریقت سے علیحدہ ہو جائے گا۔

لفظ صوفی کی تحقیق | اس جماعت کو صوفی کہا جاتا ہے لوگوں نے اس نام کے مختلف اسباب بتلائے ہیں مگر اصل میں اس کا

سبب عجیب ہے جس کو بہت سے درویش نہیں جانتے۔ وہ یہ کہ قبیلہ حضر کی ایک شاخ کا نام بنو صوفہ ہے غوث بن مرین اور بن طاہر رباط کا لقب ہے۔ ان کی ماں کا کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا تھا اس نے منت مانی کہ اگر اس کا کوئی بچہ زندہ رہا تو اس کے سر پر اون کا ٹکڑا (علامت اور نشان کے طور پر) باندھ کر اُسے خانہ کعبہ کا خادم بنا دے گی (یعنی اس کو خدمت خانہ کعبہ کے لئے وقف کر دے گی۔ چنانچہ غوث بن مرید پیدا ہوئے اور زندہ رہے تو ان کے سر پر اون کا ٹکڑا باندھ کر خانہ کعبہ کے لئے وقف کر دیا گیا جس کی وجہ سے ان کا

لقب بنو صوفہ پڑ گیا) یہ لوگ حاجیوں کی خدمت کرتے اور ان کو خلعت دیا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دین اسلام کا ظہور ہوا تو یہ لوگ بھی اسلام لے آئے۔ وہ بڑے عبادت گذار تھے۔ ان میں سے بعض حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بھی روایت کی ہیں۔ تو جو لوگ ان کی صحبت میں رہے یا ان کی صحبت یافتہ جماعت کے ساتھ رہے ان کا لقب صوفی ہو گیا۔ نیز جو لوگ ان کی طرح عبادت میں مشغول رہے اور ادنیٰ کپڑا پہننے کے عادی ہو گئے ان کو بھی صوفی کہا جانے لگا۔ درویشوں نے صوفی لقب پڑنے کے دوسرے اسباب بھی بیان کئے ہیں۔ کسی نے کہا کہ تصوف دل کی صفائی کا نام ہے۔ کسی نے کہا خلوص دل سے معاملہ کرنا تصوف ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور معنی پر نظر کر کے یہ باتیں بھی ٹھیک ہیں کیونکہ خرقہ تصوف پہننے والوں نے صفاً قلب اور صفائی معاملات کا بہت اہتمام کیا ہے۔

صوفیہ (باطنی آداب کے ساتھ) ظاہری آداب کی بھی بہت رعایت کرتے ہیں ان کا قول ہے

آداب ظاہری کی تاکید

کہ ظاہری آداب سے باطنی آداب کا پتہ لگتا ہے۔ نیز وہ فرماتے ہیں کہ آداب ظاہری کی عمدگی ادب باطنی کی علامت ہے نیز ان کا قول ہے کہ جو شخص ظاہری آداب سے واقف نہیں اس پر باطنی آداب کے بارہ میں اطمینان روائعہ نہیں کیا جاسکتا اور اقوال و افعال و احوال و اخلاق کے آداب سب کے سب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں منحصر ہیں تمام اقوال و افعال و احوال و اخلاق کا ادب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال وغیرہ سے ملتے جلتے ہوں

یہاں سے ان لوگوں کا حال معلوم ہو گیا جو ظاہر شریعت کے خلاف عمل کرتے اور تصوف کا دعویٰ کرتے ہیں ان کو تصوف کی ہوا بھی نہیں لگی ۱۲ ظ

صوفی کے (ظاہری) آداب ہی سے اس کے مقام کا پتہ لگتا ہے۔ تم اس کے اقوال و احوال و اخلاق کو شریعت کی ترازو میں وزن کرو۔ اس وقت تم کو اس کے وزن کا بھاری یا ہلکا ہو جانا معلوم ہو جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا (یعنی آپ کے اخلاق و عادات قرآن کے مطابق تھے) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے اس کتاب میں کسی بات کو نہیں چھوڑا پس جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ معلوم کرنا چاہے وہ قرآن کا مطالعہ کرے اور اس کے موافق عمل کرنا شروع کرے (جو شخص آداب ظاہری کا التزام کرتا اور ان کی پابندی کرتا) ہے وہ صوفیہ کی جماعت میں داخل ہے۔ ان ہی میں اس کا شمار ہوگا۔ اور جو آداب ظاہری کا پابند نہیں وہ صوفیوں سے الگ (اور اجنبی) ہے اس کی حالت اس جماعت پر مخفی نہیں رہ سکتی کیونکہ ہمجنس ہونے کی (علامت اور) دلیل یہی ہے کہ اپنے ہمجنسوں کا طریقہ اختیار کرے بلکہ اس جماعت میں شامل ہونے کی شرط یہی ہے۔ رویم کا ارشاد ہے کہ تصوف سارا کا سارا ادب ہی تو ہے (تو جو شخص ادب سے خالی ہے وہ تصوف سے دور ہے۔)

ادب سے مراد شرعی ادب ہے | اور یہ ادب جس کی طرف صوفیہ نے اشارہ کیا ہے اس سے مراد شرعی ادب ہے (کہ رقمقار و گفتار۔ اعمال و احوال و اخلاق سب کے سب شریعت کے موافق ہوں) تم شریعت کے پابند ہو جاؤ پھر حاسد جو کچھ بھی تمہارے اوپر جھوٹ تہمت لگا لگانے دو اور جو اس کے جی میں آئے کہنے دو۔

ولست ابالی من دمانی بریبۃ اذ اکت عند اللہ عنیر مریب
اذا کان سری عند ربی منزہا فیا ضرنی واش اتی بغریب

جب میں اللہ کے نزدیک متہم نہ ہوں تو مجھے کسی کی تہمت کی پروا نہیں جب میرا باطن خدا تعالیٰ کے نزدیک پاک صاف ہے تو دشمن کی تراشی ہوئی باتیں مجھے کیا ضرر دے سکتی ہیں۔

اپنے اوپر نظر کرنے سے بچو | اے سالک! اپنے نفس پر نظر کرنے سے بچ
غور سے بچ۔ تکبر سے الگ رہ کہ یہ سب بڑا
کرنے والے ہیں۔ میدان قرب میں وہ شخص داخل نہیں ہو سکتا جو لوگوں کو چھوٹا
اور اپنے کو بڑا سمجھے۔ میں کون ہوں اور تو کیا ہے (ہماری ہستی ہی کیا ہے
جو اس پر نظر کی جائے) عزیز من! ہم میں سے ہر شخص عاجز و مسکین ہے جس کی
ابتداء گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اور انتہا ایک مردار لاشہ ہے۔ اس سرمایہ کی
شرافت (و بزرگی) جو ہر عقل سے ہے اور عقل وہ ہے جو نفس کو باندھ دے
(یعنی) اس کو ایک حد پر روک رکھے۔ اگر کسی شخص کی عقل نفس کی باندھنے والی
اس کو حد پر ٹھہرانے والی نہ ہو تو وہ بے عقل ہے۔ اور جب آدمی اپنے جوہر ہی
سے محروم ہو گیا تو اس کے لئے کوئی شرافت (اور بزرگی) نہیں اب وہ صرف
ایک بھاری بوجھل کثیف جسم رہ گیا جو نہ کسی قیمتی درجہ کے لائق ہے نہ کسی عمدہ
منصب کے قابل۔ اور جب انسان کی عقل کامل ہو اور یہی قیمتی (خالص جوہر
اس کے جسم کے) اندر حکومت کرتا ہو کہ تمام اقوال و افعال و احوال عقل
کے اشارہ پر صادر ہوتے ہوں) تو اب یہ اس قابل ہے کہ سلاطین کا بھی سرتاج
بنایا جائے۔

عقل کا پہلا درجہ | عقل کا پہلا درجہ یہ ہے کہ (انسان) جھوٹی انا نیست
اور بیہودہ دعویٰ اور اس قسم کی ڈینگے مارنے سے الگ
ہو جائے کہ میں نے یہ کھولا وہ باندھا اس کو دیا اور اس سے چھینا جب انسان

تکبر اور دعویٰ وغیرہ سے نکل جاتا ہے) اس وقت اس کو اعلیٰ مقام تک رسائی ہوتی ہے۔ پس انسان کو لازم ہے کہ اپنی ابتدا کو پہچانے کہ مٹی سے بنا ہے اور انجام کو یاد رکھے کہ مٹی ہی میں ملتا ہے اور اس ابتداء اور انجام کے درمیانی حصہ میں وہی باتیں اور وہی کام کرے جو ان کے مناسب ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نصیحت کرنے والا ہر مسلمان کے دل میں موجود ہے (یعنی عقل جو بُرے کاموں سے روکتی ہے)۔

نصیحت کب نفع ہوتا ہے | جس شخص کا دل خود نصیحت کرنے والا نہ ہو اس کو دوسروں کے مواظظ نفع

نہیں دے سکتے۔ جس کا دل ہی غافل (اور اپنے نفع و نقصان سے بے پروا) ہے وہ کسی کی نصیحت سے کیوں اثر لے گا۔ بہل رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ غفلت دل کی سیاہی ہے (اور سیاہ دل پر کسی کی بات کا اثر نہیں ہوتا) اور سید امین (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ انسان کے بدن میں ایک ٹکڑا ہے وہ درست ہو جائے تو سارا بدن درست ہو جاتا ہے اور وہ بگڑ جائے تو تمام بدن بگڑ جاتا ہے۔ سن لو! وہ دل ہے۔ عزیز من! تم میری نصیحت سے اور میں تمہاری نصیحت سے اسی وقت منتفع ہو سکتا ہوں جب کہ ہم دونوں اخلاص سے نصیحت کریں۔

عزیز من! تم مجھ سے اچھے کہ میں نے تم کو اپنی شاگردی (یا مریدی) کی ذلت دے کر مشقت میں ڈالا۔ اور مجھے معلم (اور مربی) بنانے کے نشہ نے مست کر دیا۔ عزیز من! اگر کسی وقت میرا حقیر نفس مجھ پر غلبہ حاصل کرنے لگے (اور گردو مریدوں کو دیکھ کر پھولنے لگے) اور اس وقت میں اس سے یہ کہوں کہ اللہ تعالیٰ نے (محض اپنے فضل سے) تجھ کو علم عطا کیا اور مسلمان بھائیوں کی

تعلیم تیرے ذمہ لازم کر دی کیونکہ علم کے چھپانے والے کو آگ کا لگام پہنایا جائیگا تو اب جس قدر مشقت (تعلیم و تربیت میں) تو کر رہا ہے (کسی پر احسان نہیں ملے) محض اپنے (بچاؤ کے) واسطے ہے (اگر یہ کام نہ کرے گا عذاب میں مبتلا ہوگا) اور عذاب سے بچنے کے لئے کام کرنا کچھ کمال نہیں (جانور بھی تو سزا سے بچنے کے لئے اپنے فرائض کو ادا کرتا ہے) پس تو اپنی حد پر رہ (اور مردوں، شاگردوں کو اپنے گرد دیکھ کر مغرور نہ ہو) ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تجھ سے بھی بڑا ہوا اور تجھ پر اس (کی جلالت و بزرگی) کو تیرے امتحان کے لئے مخفی رکھا گیا ہو اور یہ باتیں سوچ کر (میرے نفس کی جھوٹی (تعلی اور) بڑائی دب جائے وہ اپنا مرتبہ پہچان لے اور اپنے ٹھکانے پر آجائے تو اس کے لئے بڑی کامیابی ہے۔

عزیز من! اسی طرح اگر کہیں تیرا نفس غلبہ کرے (اور شیخ کی تقلید و اتباع اور خدمت کی ذلت سے عار کرنے لگے) اور تو اس کو علم (و معرفت) حاصل کرنے پر مجبور کئے رہے اور اتباع و تقلید کی چھری سے اس کی خوش کو ذبح کرتا رہے اور اپنی شرافت اور علمی لیاقت اور اپنے باپ اور خاندان اور تمول کی عزت سے آنکھیں بند کر کے حکمت (و معرفت) حاصل کرنے میں لگا رہے تو تو کامیابی کے اعلیٰ درجہ پر پہنچ جائے گا۔ جو شخص ہر سانس پر اپنے نفس سے باز پرس نہ کرے اور اس کو متہم نہ سمجھے وہ ہمارے نزدیک مردوں کے دفتر میں نہیں لکھا جاتا۔

بزرگو! میں شیخ نہیں ہوں۔ نہ اس مصنف علیہ الرحمۃ کی تواضع | جماعت سے کچھ پڑھا ہوا ہوں نہ میں واعظ ہوں نہ معلم (اور مربی) ہوں، میرا حشر فرعون و ہامان کے

ساتھ) ہو اگر مجھے اس کا دوسرہ بھی آئے کہ میں اللہ کی مخلوق میں سے کسی کا بھی شیخ ہوں ہاں اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لیں تو مسلمانوں میں ایک مسلمان میں بھی ہوں گا۔

اسلام کی خوبی | مسلمان مرد (اسلام پر مرتے دم تک جے رہو اور کسی بات کے حاصل ہونے یا نہ ہونے کی پروا

نہ کرو۔ اسلام بہت بڑی نعمت اور دولت ہے وہی) اللہ سے ملنے کا ذریعہ ہے۔ غیر مسلم اگر تمام انسانوں اور جنوں کے برابر بھی اللہ کی عبادت کرے جب بھی اللہ سے دور ہے اور اس پر اللہ کا غضب نازل ہے (کیونکہ غیر مسلم اللہ کا باغی ہے اور باغی کے تمام کمالات اور ساری خوبیاں بغاوت سے مٹ جاتی ہیں) اور مسلمان بندہ اگر تمام انسانوں اور جنوں کے گناہوں کو (اپنے اوپر لا کر) لائے جب بھی اس کو اللہ تعالیٰ (کے دربار) سے ایک حصہ بندگی کا حاصل ہے کیونکہ مسلمان گنہگار ایسا ہے جیسا بادشاہ کی وفادار رعایا میں سے کسی نے کوئی جرم کیا ہو اس کا جرم خواہ کتنا ہی سنگین ہو مگر بغاوت کی برابر نہ ہوگا اس کو بادشاہ سے تعلق باقی ہے اس لئے ماحم خسرو انہ کا مستحق ہو سکتا ہے

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۖ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں کو فضول (اور بیہودہ) کاموں میں خرچ کیا ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو! کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخشتیتا ہے (بجز کفر و شرک کے جس کے متعلق ارشاد ہو چکا ہے۔
ان الله لا يغفر ان يشرك به الله تعالى اس جرم کو معاف نہ کرے گا

کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک مانا جائے (۱۲)
 اللہ تعالیٰ ساتھ (تعلق اور) لگاؤ پیدا کرنے کے اس رابطہ کو مضبوط
 کرو ان شرائط کے ساتھ جو اسلام کے لئے (شریعت نے) بتلائی ہیں،
 مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ (کے شر) سے مسلمان بچے رہیں (آ۱۵)
 آج وہ سچے لوگ کہاں ہیں جو لوگوں کو نیک کاموں کا حکم کرتے تھے اور
 خود بھی عمل کرتے تھے۔ اب وہ کامل ایمان والے کہاں جو حکمت (و معرفت
 کے) طالب تھے اور ان کی نظر کسی ایک جگہ پر نہ ٹھہرتی تھی بلکہ جہاں سے
 بھی حکمت کی بات ملتی لے لیتے تھے) کامل ایمان اور صدق کی ایک شرط
 یہ ہے کہ اپنے نفس کو نصیحت کی جائے اور دوسروں کو نفع پہنچایا جائے
 اور حکمت و معرفت کی بات جہاں سے بھی ملے لی جائے (میرا یہ
 مطلب نہیں کہ تم مجھ سے حکمت حاصل کرو) تمام درویش اور اس جماعت
 کے تمام مرد مجھ سے بہتر ہیں میں تو ایک ناچیز احمد ہوں اور کچھ نہیں یقیناً
 کچھ بھی نہیں۔ مگر حق بات کا بیان کرنا بھی ضروری ہے (اس سے چارہ نہیں
 تو خوب سن لو کہ) صوفی وہ ہے جس کا باطن دنیا کی تمام کدورتوں سے پاک
 ہو چکا ہو اور (اس پر بھی) اپنے کو دوسروں سے کسی درجہ میں زیادہ نہ سمجھے۔
 صفا ر قلب کی شرط فنا ہے | اللہ تعالیٰ نے یوں ہی قاعدہ مقرر فرمایا
 اور فیصلہ کیا ہے (کہ جب تک کسی

سے بھی اپنے کو زیادہ سمجھتے رہو گے تمہارا باطن عالم ناسوت کی کدورتوں
 سے پاک نہ ہوگا) خدا کی قسم! جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیار پر
 نظر کرنے سے پاک کیا ہے ان کا طریقہ ان کی خصلت یہی ہے۔
 دل کو غیر اللہ سے خالی کرو | عزیز من! تو خود غیر ہے تیرا نفس بھی غیر ہے

تیرے سوا جتنی مخلوق ہے وہ بھی غیر ہے جس چیز تک تیری نظر پہنچے اور تیرے دل میں اس کی شکل و صورت اور کیفیت آجائے وہ بھی غیر ہے (ان سب سے نظر اٹھاؤ تو دل اغیار سے پاک اور تجلی الہی کے قابل ہوگا۔

اور جو شخص اپنے آپ کو کسی سے بھی افضل سمجھتا ہے ہنوز اس کی نظر اپنے نفس پر ہے اس کا باطن کدورتوں سے پاک نہیں پس وہ معرفت الہی سے (دور ہے) ہمارا پروردگار وہ ہے کہ کوئی عقل اس کو خاص کیفیت (اور صورت) سے نہیں سمجھ سکتی اور نہ کوئی نگاہ اس کا ادراک (واحاطہ) کر سکتی ہے (اس کی معرفت اسی دل کو حاصل ہو سکتی ہے جو عالم ناسوت کی تمام کدورت سے پاک ہو چکا ہو جس میں کیفیات و اشکال سب داخل ہیں)

عزیز من! مجھ کو تم پر یہ اندیشہ کرامت کی ولی کو خوش نہ ہونا چاہیے | ہے کہ کہیں کرامت سے اور اس کے ظاہر کرنے سے تمہارے دل کو خوشی نہ ہو! (یاد رکھو!) اولیاء اللہ کرامت کو ایسا چھپاتے ہیں جیسا عورت حیض کے خون کو چھپا یا کرتی ہے۔

عزیز من! کرامت کے دو پہلو ہیں اس کو دو کی ساتھ نسبت ہے۔ ایک مکرم سے جس نے کرامت عطا کی یعنی اللہ تعالیٰ شانہ۔ دوسری ہم سے کہ ہمارے ہاتھ سے اس کا ظہور ہوا اب سمجھو کہ کرامت (مکرم کی نسبت سے تو بڑی قیمتی اور پیاری چیز ہے مگر ہماری نسبت پر نظر کرتے ہوئے وہ کچھ نہیں۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جس وقت کریم کے دروازہ سے اکرام (وانعام) آتا ہے بڑا معظم و معزز ہوتا ہے تمام (درباری) لوگوں کے دل تعظیم کے ساتھ اس کا استقبال کرتے ہیں۔ اور جب اس کی نسبت غلام کی طرف منتقل ہو گئی اب وہ چیز (سب کی نظروں میں) ہلکی ہو جاتی ہے۔

اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک خلعت بادشاہ کے پاس ہے تو وہ شاہی لباس ہے اور جب بادشاہ کی جانب سے کسی درباری کو بطور انعام کے دیا جائے تو دینے کے وقت بھی چونکہ بادشاہ کی طرف سے اس کا آنا سب کے سامنے ہے شاہی عطیہ اور اکرام ہونے کی وجہ سے اس کی عظمت و جلالت قلوب میں ہوتی ہے مگر جب وہ درباری کی ملک میں داخل ہو گیا اور اس نے اس کو اپنے بدن پر ڈال کر استعمال شروع کر دیا اب جیسے اس کی ملکیت میں دوسری چیزیں ہیں ایسے ہی یہ شاہی خلعت بھی ہو جائے گا۔ خلاصہ یہ کہ شاہی عطیہ اسی وقت تک معزز و معظم ہے جب تک بادشاہ سے اس کو نسبت اور لگاؤ ہو اور جب غلام سے اس کو تعلق ہو چکا اب اس کی زیادہ عزت باقی نہیں رہتی اسی طرح کرامت کو سمجھو کہ جس وقت اس پہلو پر نظر کی جائے گی کہ تمہارے ہاتھوں اس کا ظہور ہوا اور تم نے یہ کرامت دکھلائی اس وقت وہ کچھ بھی قابل وقعت نہیں بلکہ اس کا وہی درجہ ہے جو تمہارے دوسرے افعال و اقوال کا درجہ ہے۔ کرامت اسی وقت تک معزز و معظم ہے جب تک اللہ تعالیٰ سے اس کا تعلق اور لگاؤ ہو اور اس نسبت پر نظر کرتے ہوئے بندہ کو خوشی کا کیا موقع ہے کیونکہ اس نے کچھ بھی نہیں کیا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے کیا۔ ہاں ایک طرح خوشی کا موقع ہو سکتا ہے کہ اس کو خدا کی نعمت اور اپنے اوپر اللہ کا فضل سمجھ کر خوش ہو قتل بفضل اللہ و برحمتہ فبذلک فلیفرحوا مگر یہ موقع صرف اس شخص کو حاصل ہو سکتا ہے جو اس خوشی کے وقت اپنے نفس پر اصلاً نظر نہ کرے۔ اب اس کو ہر شخص دیکھ لے (کہ اس کو یہ مقام حاصل ہے یا نہیں؟)

عارف کامل اسی نسبت کی وجہ سے جو (بارگاہ) قدیم (باری عز شانہ) کی طرف سے منتقل ہو کر بندہ کی طرف آتی ہے کرامت سے بھاگتا ہے کہ مبادا

حقیقت کا بیان

کہیں اس دوسری نسبت سے دل خوش نہ ہو کیونکہ اس کا دل میں جگہ لینا ہم قاتل ہے
 (دوستو!) ہم سب تنگے ہیں مگر جس کو اللہ تعالیٰ لباس
 پہنا دیں ہم سب بھوکے (محتاج) ہیں مگر جس کو اللہ تعالیٰ
 کھانا کھلا دیں۔ ہم سب گمراہ ہیں مگر جس کو اللہ تعالیٰ راہ پر لگا دیں (اور جب
 یہ ہے تو جس بندہ پر خدا کا فضل ہو وہ صرف خدا پر نظر رکھے اپنے ادب پر نظر نہ
 کرے کہ میں لباس والا ہوں میں مالدار ہوں میں ہدایت پر ہوں میں عالم اور
 دانا اور عارف اور صاحب حکمت ہوں اور ایسا ہوں ویسا ہوں خدا کا فضل
 نہ ہوتا تو تم کچھ بھی نہ ہوتے) عاقل کا کام اس کے سوا کچھ نہیں کہ تنگی اور فراخی
 جو کچھ بھی ہو ہر حالت میں (کریم کے) دروازہ کرم کو کھٹکتا رہے (اسی کے دروازہ
 کو تکتا رہے اسی پر نظر رکھے اسی سے مانگتا رہے) کیونکہ مخلوق سراپا کمزور سراپا
 عجز۔ سراپا احتیاج سراپا نیست ہی نیست ہے (نہ اس میں کچھ کمال ہے نہ قدرت
 نہ طاقت جو کچھ اس میں بھلائی اور خوبی ہے سب خدا کی عطا کی ہوئی اور
 اس کی نعمت ہے) اللہ تعالیٰ نے اپنے پرہیزگار دوستوں کا اکرام فرمایا اور
 ان کے ہاتھوں سے خلافِ عادت کام ظاہر کئے (جن کو کرامت کہا جاتا ہے) اور
 ان کو اپنی عطا سے قوت دی ان کے نشان (عزت) کو بلند کیا۔ تو یہ بندے ان
 سب سے نظر ہٹا کر اللہ ہی کی (حمد و ثنا اور یاد) میں لگ گئے۔ وہ اللہ سے ڈرے
 اور اپنے نفس پر اصلاً نظر نہ کی (تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے قرب کی جنت میں
 جگہ دی۔ اور جب وہ اس کی بارگاہِ قرب میں پہنچے تو ان کا اکرام اس طرح کیا کہ
 اپنے وجہِ کریم کے دیدار سے ان کو مشرف کیا کہ دنیا میں تو ان کو مشاہدہِ جمال
 الہی (دل کی آنکھوں سے ہوا اور آخرت میں ظاہری آنکھوں سے بھی ہوگا۔
 واما من خاف مقام ربہ و فنی النفس عن الہوی فان الجنة ہی الہادی جو اپنے

پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا (جس کا وقت آنے والا ہے) اور نفس کو (بیہودہ) خواہش سے روکتا رہا اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے۔ اور (نفس کی) بڑی خواہش یہ ہے کہ غیر خدا پر نظر کرے خالق کو چھوڑ کر مخلوق سے دل لگائے عقلمند آدمی غیر خدا سے دل لگا کر کیا پائے گا۔ غیر خدا کی تاثیر کا قائل ہوتا خواہ تھوڑا اثر ہو یا زیادہ کلی ہو یا جزئی شرک ہے۔ (اگر مؤثر حقیقی سمجھتا ہے تو بڑا شرک ہے جس سے آدمی پورا مشرک ہو جاتا ہے۔ اور مؤثر مجازی سمجھتا ہے تو چھوٹا شرک ہے جس کے ہوتے ہوئے ایمان کامل نصیب نہیں ہوتا ۱۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا ہے اے لڑکے! میں تم کو چند باتوں کی تعلیم دیتا ہوں (ان کو غور سے سنو اور یاد رکھو) اللہ تعالیٰ کا خیال رکھو وہ تمہارا خیال رکھے گا اللہ کو دل سے یاد رکھو اس کو اپنے سامنے (اور اپنے ساتھ) ہی پاؤ گے (جب سوال کرو اللہ ہی سے سوال کرو) جب مدد مانگو اللہ ہی سے مدد مانگو اور خوب سمجھ لو کہ تمام مخلوق جمع ہو کر تم کو کوئی نفع پہنچانا چاہے تو وہ تم کو اصلاً کوئی نفع نہیں پہنچا سکتی سوا اس کے جو خدا نے تمہارے واسطے مقدر کر دیا ہے اور اگر سب کے سب مل کر تم کو کچھ نقصان پہنچانا چاہیں تو ہرگز کوئی نقصان نہیں دے سکتے سوا اس کے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے مقدر کر دیا ہے قلم اٹھا کر رکھ دیئے گئے اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔

(جو کچھ ہونے والا ہے اور ہوگا سب پہلے سے لکھ دیا گیا ہے کسی قبضہ میں نفع یا نقصان کچھ نہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہاتھ پیر روک کر ہمت چھوڑ کر بیٹھ جاؤ نہیں بلکہ ہاتھ پیر ہلاؤ کوشش کرو مگر اللہ سے مانگنے کے لئے مخلوق سے نہیں تم دکان کھولو اللہ سے مانگنے کے لئے زراعت کرو اللہ سے مانگنے کیلئے صنعت و حرفت سیکھو اللہ سے مانگنے کے لئے کیونکہ اللہ سے ہر چیز کے مانگنے کا

طریقہ الگ ہے جن چیزوں کے لئے ظاہر میں خدا نے کچھ اسباب بنائے ہیں ان کے مانگنے کا طریقہ یہی ہے کہ ان اسباب کو اختیار کر کے اللہ پر نظر رکھو اللہ تعالیٰ سے اولاد مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ نکاح کر کے اولاد مانگو (جن چیزوں کے لئے ظاہر میں اسباب نہیں بتائے گئے) ان کے مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ سے دعا کرو جیسے بارش مانگنا یا بارش روکنے کے لئے درخواست کرنا وغیرہ وغیرہ (۱۲)

مصنف علیہ الرحمۃ کا مذاق عبدیت | اسے بزرگوں (صوفیہ کی) جماعتیں بہ جمل مختلف پارٹیاں بن گئی ہیں (کوئی

اپنے کو صاحب حالات کہتی ہے کوئی صاحب مقامات بتلاتی ہے کوئی وحد الوجود کا دم بھرتی ہے کوئی تقار و بقا وغیرہ کا) مگر یہ تا چیز احمد تو ذلت و انکسار والوں اور مسکنت اور بیقراری والوں کے ساتھ رہے گا (مجھے) اس کے سوا کچھ پسند نہیں
 ہنیلاً لرباب النعیم نعیہم واللعاشق المسکین ما یتجمع
 (دولت والوں کو ان کی دولت مبارک ہو اور عاشق مسکین کو ذلت و مسکنت کے تلخ گھونٹ مبارک ہوں) (۱۳)

دعوے کی ندمت اور منصو کے دعوے کا بیان | خبردار! خدا پر جھوٹ بات لگانے سے بچتے رہو۔ ومن اظلم

لہ چنانچہ آیات و احادیث ذیل میں اس قسم کی چیزوں کے لئے اسباب اختیار کرنے کا حکم موجود ہے۔ فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ! واعدوا لہم ما استطعتم من قوۃ و من رباط الخیل ترہبون بہ عدوا اللہ وعدوکم و یا ایہا الذین امنوا خذوا حذرکم فانفروا ثباتا و نفروا جمیعاً فالان باشرؤ ہن وابتغوا ما کتب اللہ لکم طای من الاولاد۔ و فی الحدیث الکیس الکیس فاذا غلبک امر فقل حسبی اللہ ونعم الوکیل و فی الحدیث اعملوا فکل میسر لما خلق لہ ۱۲ ظ

ممن افتدی علی اللہ کذباً اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو خدا پر جھوٹا بہتان باندھے (حسین بن منصور) علاج کے متعلق لوگ نقل کرتے ہیں کہ اس نے انا الحق کہا تھا۔ اس نے اپنے وہم کی وجہ سے یہ غلطی کی اگر حق پر ثابت قدم اور حقیقت سے پوری طرح واقف ہو تا تو انا الحق نہ کہتا۔ لوگ اس کے کچھ اشعار بھی بیان کرتے ہیں جن سے وحدت (الوجود) کا وہم ہوتا ہے یہ باتیں اور اس قسم کی تمام باتیں (لغو اور) باطل ہیں میں اس کو ہرگز واصل (کامل) نہیں سمجھتا میرے خیال میں اس نے (دریائے معرفت سے کچھ) پیا ہی نہیں۔ میرے گمان میں وہ (دریا حق میں) حاضر ہی نہیں ہوا۔ میرے وجدان میں اس نے دربار الہی کی آوازوں کو (سنا ہی نہیں ہاں کچھ یوں ہی سرسراہٹ سی سن لی ہو گی جس کی وجہ سے وہم اس کو کہیں سے کہیں لے گیا جس شخص کو اپنے خیال میں) قرب الہی زیادہ حاصل ہو اور (اس کے اندر) خوف زیادہ نہ ہو تو سمجھ لو کہ وہ دھوکے میں ہے۔ خبردار! اس قسم کی باتیں

لے اکثر محققین کا قول یہی ہے کہ ابن منصور رحمۃ اللہ علیہ کامل نہ تھے مغلوب الحال تھے اور مغلوب الحال معذور ہوتا ہے اس لئے محققین ان پر ملامت بھی نہیں کرتے مگر مغلوب الحال کے اقوال و افعال کی نقل کرنا جائز نہیں اس لئے ان کی تقلید سے منع بھی کرتے ہیں۔ سلسلہ چشتیہ کے ایک بزرگ شیخ عبدالحق ردو لوی کا ارشاد ہے۔ منصور کچھ بچہ کہ ازیک قطرہ بفریاد آند و اینجا مردانہ کہ دریا ہا فرو برد و آروغ نہ زند منصور کچھ تھا کہ ایک قطرہ بنی کر شور مچا دیا۔ یہاں مرد ہیں کہ دریا بنی گئے اور ڈکار بھی نہ لی ۱۲ ظ

لے اس جملہ میں بتلا دیا کہ ابن منصور بالکل کورے بھی نہ تھے کچھ تو ان کو حاصل ہوا تھا ۱۲ ظ
لے اگر ابن منصور نے یہ دعویٰ اپنے اختیار سے کیا تھا تو دھوکہ ہونا ظاہر ہے اور اگر بے اختیار یہ جملہ ان کی زبان سے نکلتا تھا تو معذور تھے تفصیل کے لئے رسالہ القول المنصور۔ فی ابن منصور ملاحظہ ہو جو احقر نے حضرت حکیم الامتہ رح کے ارشاد سے ابن منصور کے حالات میں لکھا ہے اور طبع ہو چکا ہے ۱۳ ظ

زبان سے کبھی نہ نکالنا۔ یہ سب یہودہ باتیں ہیں۔

سلف کا طریقہ ادب | سلف (صحابین) ہمیشہ حدود پر چلتے رہے ذرا بھی حد سے آگے نہیں بڑھے۔ تمہیں خدا کی قسم بتلاؤ۔

تو سہی کہ جاہل کے سوا اور بھی کوئی حد سے آگے بڑھتا ہے۔ کیا اندھے کے سوا اور بھی کوئی کنویں کے اندر زبردستی گرے گا کہ گرتا ہے پھر یہ آگے قدم بڑھنا کیسا حالانکہ یہ لمبے چوڑے دعوے کرنے والا بھوک سے پریشان ہو جاتا ہے پیاس سے عاجز ہو جاتا ہے نیند سے گرنے لگتا ہے درد سے تباہ حال ہو جاتا ہے قافہ اور بڑھاپے اور تکلیف سے ڈھیلا ہو جاتا ہے (ایسے عاجز اور کمزور کو یہ حق کب ہے کہ انا الحق جیسے الفاظ زبان سے نکلے) کیا یہ لمبا چوڑا دعوہ لمن الملك اليوم کی آواز کے صدمہ کا مقابلہ کر سکتا ہے (ہرگز نہیں اس وقت کسی کو بھی کسی قسم کے دعویٰ کی جرات دہمت نہ ہوگی) بندہ جب اپنے دوستوں کے سامنے حد سے آگے بڑھتا ہے اہل مجلس اس کو (کم عقل) ناقص شمار کرتے ہیں حد سے آگے بڑھنا نقصان (اور قلت ادب) کا جھنڈا ہے جو اس شخص کے سر پر کھڑا کیا جاتا ہے جو حد سے آگے بڑھے۔ یہ جھنڈا دو فرس کو بتلاتا ہے کہ یہ شخص دعویٰ میں پھنسا ہوا اور غفلت میں مبتلا ہے نیز اس کے متکبر اور (محروم اور) محبوب ہونے کی گواہی دیتا ہے۔

صوفیہ کرام اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو | یہ حضرات صوفیہ کرام اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو (جو انہیں دی گئی ہیں) بیان تو کرتے ہیں مگر حدود شرعیہ کی رعایت

۵۵ اس میں باختیار خود دعوے کرنے کی مذمت ہے اگر بے اختیار کسی سے اس قسم کا دعویٰ سرزد ہو وہ معذور ہے ۱۲ ظ

(اور نگہداشت) کرتے ہوئے (کیونکہ) ہر قول و فعل کے ساتھ ساتھ خدا تعالیٰ
 کے حقوق لگے ہوئے ہیں جو (اپنے ادا کرنے کا) ان سے مطالبہ کرتے ہیں
 ولایت فرعونیت یا نمرو دیت نہیں ہے کہ جسے ولایت حاصل ہو جائے
 وہ فرعون و نمرو کی طرح لمبے چوڑے دعوے کرنے لگے (۱۲) فرعون نے انا
 ربکم الاعلیٰ (میں تمہارا بڑا خدا ہوں) کہا تھا مگر پیشوا نے اولیاءِ سردار
 انبیاءِ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لست بملك (میں بادشاہ نہیں ہوں)
 ایک مرتبہ فرمایا انما اکل کسایا کل العبد میں تو اس طرح کھانا کھاتا ہوں
 جیسے غلام کھایا کرتا ہے) آپ نے بڑائی اور امارت اور سرداری کے لباس
 کو اتار کر پھینک دیا بھلا عارفین اس کی جرأت کیسے کر سکتے ہیں کہ اپنے
 لئے دوسروں سے ممتاز حالت اور خاص شان تجویز کریں) حالانکہ اللہ تعالیٰ
 کا ارشاد ہے وامتازوا الیوم ایہا المجرمون (اے مجرمو تم آج ممتاز ہو جاؤ
 یعنی جیسا تم دنیا میں نیک بندوں سے الگ ہو کر اپنے لئے ممتاز حالت بناتے
 تھے آج بھی تم ان سے جدا ہو کر اپنی حالت ممتاز ہی بناؤ وہ جنت میں جائیں گے
 تم ان کے ساتھ وہاں نہ جاؤ بلکہ اپنے لئے دوسری جگہ تجویز کرو کہ جو جہنم ہے
 اس سے معلوم ہوا کہ امتیازی شان بنانا مجرموں کا کام ہے پھر عارفان کو
 کیونکر گوارا کر سکتا ہے) مؤمنین کی شان تو اللہ کی طرف احتیاج (ظاہر کرنا
 ہے) (اور اس میں سب برابر ہیں) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یا ایہا الناس
 انتم الفقراء الی اللہ اے لوگو تم سب اللہ کے محتاج ہو۔ اس قوم (صوفیہ)
 کا علم یہ ہے جو میں کہہ رہا ہوں اس علم کو سیکھو۔ کیونکہ اس زمانہ میں اللہ
 کی طرف کھینچنے والی باتیں کم ہو گئیں ہیں (لمبے چوڑے دعوے کرنے والے
 بہت ہیں مگر خدا کی طرف لے جانے والے اور سیدھا راستہ بتانے والے کم ہیں)

ہر کام میں اللہ پر نظر رکھو | ہر کام میں اللہ تعالیٰ سے مرا فہ کم و عقلمند آدمی نہ کسی عاکم کے پاس شکایت لے جاتا ہے نہ بادشاہ

کے پاس۔ عاقل کے سارے کام اللہ کے لئے ہوتے ہیں (اگر ان میں کوئی مشکل پیش آتی ہے تو اللہ ہی سے شکایت کرتا ہے اسی سے مدد مانگتا ہے) بزرگو! میں تم سے وہی کہتا ہوں جو میں خود کرتا ہوں اور جس کا عادی بن گیا ہوں۔ پس میرے اوپر تمہاری کوئی حجت نہیں چل سکتی نہ کسی کو یہ کہنے کا موقع ہے کہ یہ باتیں کہتا تو آسان ہیں ان پر عمل کر کے دکھلا یا جائے تو ہم مانیں۔ سو میں نے جو کچھ کہا ہے اس پر عمل پہلے کیا ہے (۱۲)

واعظ کی وہی بات سنو جو شریعت کے موافق ہو | جب تم کسی واعظ یا قس کو یاد دہیں کہ وہی بات سنو جو شریعت کے موافق ہو یا مدرس کو روعظ کہتے

ہوئے یاد دہیں دیتے ہوئے) دیکھو تو اس سے اللہ کی باتیں لے لو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں لے لو۔ اور ان ائمہ دین کی باتیں لے لو جو عدل و انصاف سے فیصلہ کرتے اور حق بات کہا کرتے تھے اس کے علاوہ جو کچھ ہو اس کو پھینک دو اور اگر وہ ایسی (نئی) بات نکالے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں بتلائی تو اس کو اس کے منہ پر مار دو۔ ڈرتے رہو بچتے رہو اس عظیم الشان نبی کی مخالفت سے صلوات اللہ و سلام علیہ اللہ تعالیٰ کے درود و سلام آپ پر نازل ہوں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فلیحذر الذین یخالفون عزامہ ان تصیبہم فتنۃ او یمیدہم عذاب الیم جو لوگ اس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس سے ڈرتے رہیں کہ ان کو کوئی (سخت)

لے مراد بدعت ہے اور فقہاء و صوفیہ کا اجتہاد اس میں داخل نہیں کیونکہ وہ جو کچھ کہتے ہیں قرآن و حدیث سے استنباط کر کے کہتے ہیں مگر ہر شخص تو اجتہاد کے قابل نہیں ۱۲ ط

مصیبت پیش آجائے یا درد ناک عذاب پہنچ جائے۔

یہ زمین عراق مشائخ (طریق) کا گہوارہ اور عارفین کا مخزن تھا اب وہ لوگ مر گئے اللہ اللہ ان کی پیروی کرو۔ اخلاق حمیدہ حاصل کر کے ان کے وارث بنو۔ پوری سچائی اپنے اندر پیدا کر کے ان کے سلسلہ کو چلاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مصداق اپنے کو نہ بناؤ فتخلف من بعدہم خلف

اصنعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشہوات۔ ان رتیک بندوں کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور (نفسانی) شہوتوں کا اتباع کیا۔

اپنے مریدوں کو مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت | میرے دوستو! مجھے کل کو اللہ سبحانہ

کے سامنے شرمندہ نہ کرنا کہ تم نیک اعمال میں پیچھے رہ جاؤ اور دوسرے اچھے اعمال والے تم سے سبقت لیجائیں۔ درویش کی زندگی کا ہر سانس کبریت (آگ) سرخ گندھک سے زیادہ قیمتی ہے۔ وقت کو برباد کرنے سے بچو! وقت ایک تلوار ہے اگر درویش اس کو ضائع کرتا ہے تو وہ اس کو کاٹ ڈالتا ہے۔

(یعنی قرب الہی کے اعلیٰ درجہ سے کاٹ کر الگ کر دیتا ہے) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض لہ شیطاناً جو شخص رحمٰن کی یاد سے انہما ہو جائے (یعنی اس کا دل غافل ہو جائے) ہم اس پر ایک شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں (پس انسان کا جو سانس خدا کی یاد سے غفلت میں

لے گندھک سرخ بہت کم ملتی ہے اگر مل جائے تو اس سے کیمیا بہت جلد بن جاتی ہے ۱۲ ملے یعنی اس تلوار کا وار خالی نہیں جاتا یا تو تم اس سے کام لو اور عبادت و طاعات میں اس کو صرف کر کے شیطان و نفس کو کاٹ ڈالو اگر تم نے کام نہ لیا اور وقت کو برباد کیا تو اس کا وار تمہارے اوپر ہوگا وہ تم کو کاٹ کر رکھ دیگا یعنی اعلیٰ درجہ سے نیچے گرا دے گا نعوذ باللہ منہ ۱۲

گزرتا ہے اس وقت اس کے اوپر شیطان مسلط ہوتا ہے)

ادب کی تاکید اور اس کا طریقہ | دوستو! ادب کو مضبوطی سے تھامے رہو اور
خدا کا ادب یہی ہے کہ اس سے کسی وقت

غافل نہ رہو) کیونکہ ادب ہی مقصود (حاصل کرنے) کا دروازہ ہے۔ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جس شخص کو یہ خبر نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے اس کے نفس پر کب حقوق ہیں اور اس کے امور وہی کی تکمیل نہ کرے وہ ادب سے کوسوں دور ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے انہا یحتمشی اللہ من عبادہ العلماء کہ اللہ تعالیٰ سے جاننے والے ہی ڈرتے ہیں (اور جاننے والے وہ ہیں جو اس بات کو جانتے ہیں کہ ہمارے نفس پر اللہ تعالیٰ کے حقوق کیا ہیں اور ہر وقت کے متعلق جو حق ہے اس کو ادا کرتے ہیں) حسن بصری رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ نافع ادب کونسا ہے فرمایا دین کی سمجھ حاصل کرنا اور دنیا سے بے رغبت ہونا اور بندے کے اوپر اللہ تعالیٰ کے جو حقوق ہیں ان کو پہچاننا سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے جس نے ادب کے ذریعہ اپنے نفس کو دبا لیا وہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا ادب کی ایک فردیہ بھی ہے کہ مشائخ (طریق) کا ادب کرو کیونکہ جو شخص ان کے دلوں کی (تکذرو کلفت) سے حفاظت نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کے اُپر ایسے کتے مسلط کرتے ہیں جو اس کو تکلیف دیتے رہتے ہیں (اب ہر شخص کے ادب کا طریقہ معلوم کرو) اپنے سے بڑے کی صحبت کا ادب یہ ہے کہ اس کی خدمت کرو۔ اور برابر کا ادب یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایثار اور ہمدردی کرو، اور اپنے سے چھوٹے کا ادب یہ ہے کہ اس پر شفقت کرو اس کی تربیت اور خیر خواہی کرو۔ عارف باللہ کی صحبت میں موافقت سے رہو (کہ اس کے خلاف کوئی بات نہ کرو)

اور مخلوق کے ساتھ خیر خواہی سے رہو اور نفس کے ساتھ مخالفت سے رہو اور شیطان کے ساتھ (دشمنی و) عداوت سے رہو۔

شکر نعمت کی تاکید اور اس کا طریقہ | اللہ تعالیٰ کی نعمت کا انکار کرنا سلب نعمت کا سبب ہے (یعنی اس سے

نعمت چھین جاتی ہے اس لئے اللہ کی نعمتوں کا اقرار کرنا ضروری ہے) میں (بحمد اللہ) ان لوگوں میں سے ہوں جن پر نہ کوئی خطرہ ہے نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو جب کوئی نعمت عطا فرماتے ہیں تو پھر واپس نہیں لیتے اور جس سے واپس لے لی گئی تو سمجھو کہ اس کو نعمت ملی ہی نہ تھی بلکہ اس کو دھوکہ ہوا ہے

خواجہ پندار دہ دار و حاصلے حاصل خواجہ بجز پندار نیست) نعمت کا شکر یہ ہے کہ اس کی قدر و منزلت پہچانے اور جو نعمت کی قدر و منزلت معلوم کرنا چاہے وہ اس کا شکر ادا کرے اور شکر کا طریقہ یہ ہے جو جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت سے اس کی نافرمانی میں مدد نہ لے شکر یہ ہے کہ دل اپنے منعم کے ساتھ ادب کے راستہ پر جا رہے۔ شکر یہ ہے کہ بندہ اپنے پروردگار سے (پوری طرح) جیسا اس کا حق ہے ڈرتا رہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے نافرمانی نہ کی جائے اس کو یاد رکھا جائے بھولا

لے مثلاً مال و دولت سے زنا شراب خوری۔ تھیمڑ اور سنہا اور سود اور جوئے میں کام نہ لے۔ اولاد بھی ایک نعمت ہے ان کو ایسی تعلیم نہ دے جس سے خدا کی نافرمانی ہوتی ہو۔ ولایت اور نسبت باطنی ایک بڑی نعمت ہے اس سے تکبر اور غرور نہ کرے۔ لوگوں کے مال و دولت پر نظر نہ کرے اور ان سے ہدایا کا امیدوار نہ ہو وغیرہ وغیرہ۔ علم ایک بڑی نعمت ہے اس سے جھگڑا و فساد میں مدد نہ لے اس کو اپنی قابلیت دلیاقت جتلائے کا ذریعہ نہ بنائے ۱۲

نہ جائے اس کا شکر کیا جائے ناشکری نہ کی جائے شکریہ ہے کہ جس کام سے منعم تعالیٰ
 شانہ ناراض ہوتا ہے اس سے بچے۔ شکریہ ہے کہ منعم پر نظر کرے نعمت پر نظر
 نہ کرے (یعنی یہ سمجھے کہ خدا نے مجھ کو دیا ہے یہ نہ سمجھے کہ میرے پاس یہ کہاں ہے
 میں ایسا ہوں اور ویسا ہوں (حضرت ام المؤمنین) عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
 فرماتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے
 اور مجھ سے مل کر میرے لحاف میں لیٹ گئے۔ پھر فرمایا اے ابوبکر کی بیٹی مجھے
 چھوڑ دے کہ میں اپنے پروردگار کی عبادت کر لوں۔ میں نے عرض کیا کہ گو
 میری خواہش تو یہ تھی کہ آپ کے پاس رہوں مگر میری طرف سے اجازت
 ہے۔ چنانچہ آپ نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور نماز میں رونے لگے
 یہاں تک کہ آنسو سینہ (مبارک) پر بہنے لگے پھر رکوع کیا اور رکوع میں بھی
 روتے رہے پھر سجدہ کیا اور اس میں بھی روتے رہے پھر سر اٹھایا اور روتے
 رہے غرض اسی طرح رات بھر نماز پڑھتے اور روتے رہے یہاں تک کہ بلالؓ
 نے آکر صبح کی نماز کی اطلاع دی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!
 آپ کس لئے روتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سب اگلے پچھلے گناہ
 معاف فرمادیئے رگنا ہوں کا وہاں کیا کام تھا مگر مقرب بندوں کو اپنی نیکیاں
 بھی گناہ نظر آتی ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے عبادت الہی کا حق ادا نہیں
 کیا اور اس سے ان کا دل لرزاں و ترساں رہتا ہے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی
 اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمادی کہ اگر آپ اپنے کو باوجود غایت کمال عبادت کے
 بھی گناہ گار سمجھتے ہیں تو ہم آپ کو مطلع کرتے ہیں کہ ہم نے آپ کے سب گناہ بخش دیئے
 حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حق تعالیٰ کی اسی تسلی کو یاد دلا کر سوال کیا کہ آپ
 پھر کیوں روتے ہیں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو کیا میں شکر گزار بندہ

نہ بنوں؟ (یعنی اللہ تعالیٰ نے جو مجھ پر یہ انعام فرمایا کہ میرے رب اگلے پچھلے گناہ معاف کر کے میری تسلی کر دی تو اس نعمت کا شکریہ ہی ہے کہ پہلے سے زیادہ اس کی عبادت کروں اور پہلے اگر خوف کی وجہ سے روتا تھا تو اب محبت کی وجہ سے روؤں۔ کیونکہ رونا کبھی خوف سے ہوتا ہے کبھی محبت و اشتیاق سے ہوتا ہے) حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے رب میں آپ کا شکر کیونکر ادا کروں کیونکہ شکر بھی تو آپ کی ایک نعمت ہے (دوسری نعمتوں کا حق تو شکر سے ادا ہو سکتا ہے مگر نعمت شکر کا حق کیونکر ادا ہو) اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ بس اب تم نے میرا شکر ادا کر دیا (واللہ اعلم مراد یہ ہے کہ میری نعمت کا شکریہ ہی ہے کہ بندہ دل سے اس بات کا اقرار کر لے کہ مجھ سے شکر ادا نہیں ہو سکتا

۵۔ بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش عذر بد رگاہ خدا آورد

ورنہ سزاوار خداوندیش کس نتواند کہ بجا آورد

شکر یہ ہے کہ منعم کی طلب میں لگا رہے اور دنیا و مافیہا کو چھوڑ دے منعم کی طلب زہد کے ساتھ ہی درست ہوتی ہے اور زہاد وہ ہے جو دنیا کو چھوڑ دے اور اس کی پروا نہ کرے کہ کس نے اس کو لیا امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔ دنیا تخاد علی کافی بہ است اعرف حالہا:

ذمالة حرامها: وانا اجتنبت خلا لہا: بسطت الی یمینہا: فکففتہا و شمالہا و رأیتہا محتاجة فوہبت جملتہا لہا۔ (ترجمہ) دنیا مجھے فریب دیتی ہے جیسا میں اس کی حالت کو جانتا ہی نہیں۔ خدا نے تو اس کے حرام حصہ کی برائی کی ہے۔ اور میں اس کے حلال سے بھی الگ ہو گیا ہوں۔ دنیا نے میری نظر اپنا دایا ہاتھ بڑھایا۔ تو میں نے اس کے دائیں اور بائیں دونوں ہاتھوں کو ہٹا دیا۔ میں نے دنیا کو محتاج دیکھا تو سب کا سب اسی کو دیدیا۔

عارفین فرماتے ہیں کہ زہد آرزو کم کرنے کا نام ہے۔ موٹا کھانے اور عبا پہننے کا نام نہیں۔

جو شخص دنیا سے بے رغبت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر ایک فرشتہ کو مقرر فرماتا ہے جو اس کے دل میں حکمت (کے درخت) بوتارہتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُدُونَ عُلُوًّا فَا لْأَرْضِ وَلَا فُسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ۔ یہ دار آخرت ہم ان لوگوں کو دیں گے جو زمین میں بڑائی اور فساد نہیں چاہتے تھے۔ اور اچھا انجام تقویٰ اختیار کرنے والوں ہی کا ہے۔ اچھا انجام تقویٰ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ساری بھلائیوں کو ایک گھر میں بند کر کے تقوے کو اس کی کنجی بنا دیا ہے (پس بھلائی کا دروازہ تقوے ہی سے کھل سکتا ہے اور تقویٰ کیا ہے؟) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَدْنَىٰ دَهْوٍ مِّنْ فَلْتَحْيِيَنَّهُ حَيٰوةً طَيِّبَةً جو شخص اچھے کام کرے مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اس کو پاکیزہ زندگی عطا کریں گے (پس تقویٰ یہ ہے کہ اچھے کام کرو اور بُرے کاموں سے بچو) ۱۲

ماسوائے خدا پر نظر کرنے سے ڈرو | بزرگو! میں تم کو دنیا سے ڈراتا ہوں اغیار پر نظر کرنے سے

ڈراتا ہوں معاملہ سخت ہے اور پرکھنے والا گہری نظر والا ہے تم ان پہوگیوں اور غفلتوں کو چھوڑ دو دنیا جہاں اور مخلوقات سے الگ رہو سب کو حاصل کرو سب کو چھوڑ کر جس نے سب کو چھوڑ دیا سب کو پالیا اور جس نے سب کو چاہا اسے کچھ بھی نہیں ملا۔ تم جن چیزوں کے طالب ہو ان کے حاصل کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ ان کو چھوڑ کر (الگ) پیچھے کھڑے ہو جاؤ۔ ایک کو مطلوب بناؤ تمہارے سب مطلوب اسی ایک میں داخل ہو جائیں گے۔

جس کو خدا مل گیا اس کو سب کچھ مل گیا | جس کو خدا مل گیا اس کو سب کچھ

مل گیا۔ اور جس سے خدا چھوٹ گیا اس سے سب کچھ چھوٹ گیا تم کو خدا کی قسم یہ معرفت جا رہی ہے افسوس افسوس "اس کو لے لو جو اپنے نفس سے اور تمام اغیار سے نکل گیا اور طبیعت کے کروفر (ساز و سامان) پر لات مار دی وہ جہل کی قید سے چھوٹ گیا معرفت کی حقیقت وہ نہیں جیسا تم گمان کرتے ہو کہ اوئی جبہ ہو اور (سر پر) تاج ہو اونچے کپڑے ہوں (بلکہ معرفت یہ ہے کہ) رنج و غم کا جبہ ہو سچائی کا تاج ہو تو کل کا لباس ہو۔ (اگر ایسا ہو تو) بس تم عارف ہو گئے۔ عارف کا ظاہر شریعت کی چمک سے اور باطن محبت کی آگ سے خالی نہیں ہوتا۔ وہ حکم کے ساتھ ٹھہر جاتا ہے اور راستہ سے ہٹنے نہیں پاتا اس کا دل وجد کی چنگاریوں پر لوٹتا رہتا ہے اس کا وجد ایمان ہے اس کا سکون یقین ہے یعنی اس کے اوپر غلبہ حالات محض اس لئے ہوتا ہے کہ وہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں پر ایمان لائے ہوئے ہے پس کبھی جنت کی یاد ہے کبھی دوزخ کی کبھی خدا کی محبت کا غلبہ ہے کبھی سلنے کا شوق کسی نفسانی خواہش یا جذبہ شہوت کی وجہ سے اس کو وجد نہیں ہوتا۔ اور سکون بھی اس کو اس وقت ہوتا ہے جبکہ دل پر سکینہ کا نزول ہوتا اور باطن میں انشراح ہوتا ہے جو یقین کا اثر ہے (۱۲)

احسان و اخلاص ایہ ہے کہ اللہ کی (بندگی) عبادت اس طرح کرے گویا اس کو دیکھ رہا ہے کیونکہ اگر تو اس کو نہیں دیکھتا تو وہ تو تجھ کو دیکھ رہا ہے صادق (پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسی طرح فرمایا ہے احسان ہم پر لازم کرتا

ملہ وجد غلبہ حال کو کہتے ہیں یعنی دل پر کسی حالت کا غالب ہونا کبھی خوف کبھی امید کبھی غم کبھی خوشی کبھی انس کبھی ہیبت وغیرہ وغیرہ ۱۲ ظ

ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح کھڑے ہوں جیسے اس کو دیکھنے والا اس کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور اللہ سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی (وہ ہمارے اعمال کو اچھی طرح جانتے دیکھتے ہیں پس سنبھل کر عبادت کرتا چاہئے کیونکہ ہم اس کی نظروں کے سامنے ہیں اور عمل کے بعد اپنے عمل پر نظر نہ کرنی چاہیئے کہ ہم نے اتنا بڑا کام کیا کیونکہ ہمارے اعمال کی حقیقت یہ ہے کہ) اول خدا تعالیٰ کا علم ہوا پھر امر و ارادہ ہوا اس کے بعد (عمل) ممکن ہو گیا امکان کے بعد خدا نے (اس کی استعداد کو ہمارے اندر) پیدا کیا اور اس کے بعد ہم کو مکلف کیا۔ اس کے بعد فصل ہے یا وصل (یعنی کسی کو توفیق دی اور کسی کو توفیق نہیں دی اور توفیق کے بعد کسی کا عمل قبول ہوا کسی کا قبول نہیں ہوا جس کا قبول ہو گیا وہ اصل یعنی خدا رسیدہ اللہ کا مقرب ہے اور جس کا عمل مردود ہوا وہ خدا سے جدا اور دور ہے پھر عمل پر ناز کرنے کا کیا حق ہے اول تو جو کچھ ہوا اسی کی توفیق اور مدد سے ہوا پھر بھی کیا خبر ہے کہ مقبول ہوا یا نہیں)

سچی عبادت | سچی عبادت (غلامی) یہ ہے کہ بندہ اپنے کو آقا کے حوالہ کر دے درویش جب اپنے نفس کے لئے کسی سے انتقام اور بدلہ لیتا ہے مشقت میں پڑ جاتا ہے اور جب اپنا معاملہ مولیٰ کے سپرد کر دیتا ہے تو وہ خود اس کی مدد کرتا ہے خاندان اور برادری (کی مدد) کی اس کو ضرورت نہیں رہتی (چنانچہ ہم نے ایسا ہی کیا ہے کہ اپنے معاملات کو خدا تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہے)

خدا تعالیٰ اپنے ولی کا مددگار ہے | ہم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب بنا کر اپنی طرف

(مخلوق کو) بلانے کے لئے پیشوا بنایا ہے جو ہمارا اتباع کرے گا نجات پائیگا جو اللہ تعالیٰ کی طرف ہمارے ذریعہ سے رجوع کرے گا فائدہ مند ہوگا۔ حقیقات کہنا پڑتی ہے (اس لئے میں یہ بھی سنا دینا چاہتا ہوں کہ) ہم اہل بیت ہیں جو کوئی ہم سے کچھ چھیننا چاہے گا اس کی دولت چھین جائے گی اور جو کتا ہم پر بھونکا اس کو خارشٹ ہو جائے گی جس کے بعد کتا خود اپنے اوپر بھونکا کرتا ہے) اور جو ہم کو مارنے کا ارادہ کرے گا خود اسی پر مار پڑے گی اور جو شخص ہماری دیوار سے اونچی دیوار بنائے گا اس کا گھر ویران ہو جائے گا ان اللہ یدافع عن آلہ امنوا النبی اذ نے بالمومنین من انفسہم اللہ تعالیٰ مومنوں کی طرف سے خود (ان کے دشمنوں کی) مدافعت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے ساتھ ان کی جان سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں (پس اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد و دعا ہمارے ساتھ ہے دشمن ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا) روحانی تجلیوں کا انکار کرنا اللہ تعالیٰ کی مدد سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے اللہ تعالیٰ کی بات ٹل نہیں سکتی اللہ الذی نزل الکتاب و هو یتولی الصالحین اللہ وہ ہے جس نے یہ کتاب نازل کی (قرآن) اور وہی اپنے نیک بندوں کی مدد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نیک بندوں کے کاموں کا بھی سرپرست ہے اور ان کے مسنادی (مبلغ و نائب) کے کاموں کا بھی، اور جو ان کی مجلس میں آتے جاتے ہیں ان کے کاموں کا بھی، زندگی میں بھی، اور ان کے مرنے کے بعد بھی، خواہ ان کو علم ہو یا نہ ہو (دیکھو!) جب کوئی آدمی رحم دل ہوتا ہے تو وہ سونے والے کا بدن کھلا ہوا دیکھ کر ڈھانک دیتا ہے اور (جاگنے کے بعد) اس سے ذکر بھی نہیں کرتا (اسی طرح سخی آدمی) محتاج کے پاس مال پہنچا دیتا ہے اور اس کو خبر بھی نہیں کرتا سوا اللہ تعالیٰ تو سب بڑھ کر رحمت والا، بڑا مہربان، بڑی عظمت والا اور بڑا

کریم ہے، وہ اپنے بندہ ولی کا بدلہ اس طرح لیتا ہے کہ اس کو خبر بھی نہیں ہوتی، ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے کہ اس کے گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت کے پہاڑ اس کو دنیاوی کمزورتوں اور طاقتوں کے دریا میں غرق ہونے سے بچاتے ہیں اور ولی سے اور اس کے چاہنے والوں سے (دنیا کی) طاقتوں کو دوسری طاقتوں کے ذریعہ دفع کرتے رہتے ہیں۔ خود اس کی طاقت سے نہیں، بلکہ اس کے واسطے اور مضبوط (غیبی) طاقتیں ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں کھول سکتا۔ جس نے اللہ کی پناہ لی وہ محفوظ رہا جو غیروں کے ساتھ لگ گیا پشیمان ہوا۔ سیدی شیخ منصور ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اللہ کی پناہ چاہنا یہ ہے کہ تو اس پر بھروسہ کرے اور غیر کے وسوسوں سے بھی دل کو پاک کرے۔ ان حضرات نے ہم کو راستہ بتلا دیا کتاب و سنت کے موتیوں کے خزانوں پر جو اشکال کے پردے تھے ان کو ہماری خاطر اٹھا دیا۔ ہم کو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادب کرنے کا (طریقہ اور) راز بتلا دیا۔ یہی لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں ہوتا جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو پہچانتا ہے وہ ان حضرات سے (ضرور) محبت کرے گا اور ان کی پیروی اختیار کرے گا۔

بزرگو! اس جماعت (اولیاء) نے
سچی نیتوں اور خاص ارادوں سے

اولیاء اللہ کا معاہدہ اللہ کے ساتھ

اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد کیا ہے بکثرت مجاہدہ کرنے، اور مراقبات و طاعات کی پابندی کرنے، اور تمام باتوں پر صبر کرنے کا، ان ہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (جال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ بعض لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اس بات کو پورا کر دکھایا جس کا اللہ سے عہد کیا تھا، گو یہ آیت حضرات

صحابہؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے مگر جو لوگ صحابہؓ کے طریقہ پر کام کرنے والے ہیں وہ بھی اس میں داخل ہیں) ان لوگوں نے پختہ ارادہ اور پوری ہوشیاری کے ساتھ عزیمتوں کے بجالانے میں سبقت کی، پس انھوں نے سونا چھوڑ دیا، کھانا پینا چھوڑ دیا (یعنی ان چیزوں کو بہت کم کر دیا) اور رات کی اندھیریوں میں اللہ کی خدمت (عبادت) کے لئے کھڑے ہو گئے، اور خشوع اور بیداری اور (لبے لبے) قیام سے، اور رکوع و سجدہ اور روزہ سے، اللہ کی عبادت کی اور اپنے محبوب کے سامنے محرابوں میں (کھڑے ہو کر) مقصود حاصل ہونے کے لئے خوشامدیں کیں، یہاں تک کہ مقام قرب تک پہنچ گئے، اور اللہ سے ان کو انس حاصل ہو گیا، اور ان پر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد انا لا نضیع ابو من احسن عملا (ہم اچھا کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے) کا بھیہر ظاہر ہو گیا (انھوں نے کھلی آنکھوں دیکھ لیا کہ واقعی اللہ تعالیٰ نیک کاموں کا اجر ضرور عطا فرماتے ہیں) پس اللہ نے ان کو بلند درجہ اور قرب کا مرتبہ عطا فرمایا اور اس میں شک کرنے کی کچھ وجہ نہیں کیونکہ قریب کا قریب قریب ہوتا ہے۔ محبوب کے دوستوں کا دوست بھی محبوب ہوا کرتا ہے (پس یہ لوگ اپنے مشائخ کے محبوب اور مقرب ہیں، اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرب ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ کے محبوب و مقرب ہیں، تو یہ بھی

۱۔ اعمال شرعیہ کی دو قسمیں ایک عزیمت دوسرے رخصت عزیمت اصلی حکم ہے جس میں نفس پر مشقت ہوتی ہے اور رخصت آسان حکم ہے مثلاً فرائض ادا کرنے کے بعد رات بھر سونا رخصت ہے مگر عزیمت یہ ہے کہ پچھلی رات میں جاگ کر تہجد پڑھے اسی طرح پیٹ بھر کر کھانا رخصت ہے اور کچھ بھوک رکھ کر کھانا عزیمت ہے سفر میں رمضان کا روزہ نہ رکھنا رخصت ہے مگر عزیمت کر کے روزہ رکھنا عزیمت ہے وغیرہ وغیرہ ۱۲

اللہ تعالیٰ کے محبوبے مقرب ہوئے) ان کا محبوب ان کے چاہنے والوں کا بھی محبوب ہے، اللہ کا بھی محبوب ہے، اس کی محبت کی برکت اس کو محبوبیت کے درجہ تک پہنچا دیتی ہے، پھر جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ہو کر رہتا ہے (یعنی محبوبیت کے درجہ پر پہنچ جانے کے بعد اللہ تعالیٰ جو نعمت چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں۔

صحبت اولیا کی ترغیب | اے بزرگو! اولیا اللہ کے قرب کی کوشش کرو جو اللہ کے ولی سے دوستی رکھتا ہے اللہ سے دوستی رکھتا ہے، ایسے ہی جو اللہ کے ولی سے دشمنی رکھتا ہے وہ اللہ سے دشمنی کرتا ہے۔

عزیز من! اگر کوئی تیرے دشمن سے محبت رکھے کیا تو اس سے محبت کر سکتا ہے نہیں بخدا نہیں (تو اب سن لے کہ) اللہ تعالیٰ کو مخلوق سے زیادہ غیرت ہے ان کو بھی (اس سے) غیرت آتی ہے (کہ اپنے ولی کے دشمن سے محبت کریں پھر وہ انتقام بھی لیتے ہیں اور قہر بھی نازل کرتے ہیں۔

عزیز من! اگر کوئی تمہارے دوست سے محبت کرے تو کیا تم اس سے نفرت کرو گے؟ نہیں خدا کی قسم نہیں (تو سمجھ لو کہ) اللہ تعالیٰ مخلوق سے زیادہ کریم ہیں وہ تو سب کریموں سے بڑھ کر کریم اور سب مہربانوں سے زیادہ رحیم ہیں۔ (اس لئے وہ اپنے ولی کے دوست سے کبھی نفرت نہیں کریں گے) بلکہ اس پر احسان کریں گے، اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں گے، اس پر انعام فرمائیں گے اس کا اکرام فرمائیں گے۔

اس نعمت کا بیان جو مصنف رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بیان کرنا پڑتی ہیں (اس لئے مجھے یہ کہنا پڑا کہ جس کو میں نے

اللہ سے قریب کر دیا وہ قریب ہے۔ اور جس کو میں نے اس سے دور کر دیا وہ دور ہے۔ اے ہم سے دور ہونے والے اے وہ جس سے ہم کو نفرت ہے! اے مسکین یہ دوری اور نفرت تیری طرف سے نہیں (بلکہ ہماری طرف سے ہے) اگر ہم کو تیری طرف توجہ کرنے کا کوئی موقع ملتا جو تیرے حسن استعداد اور اللہ تعالیٰ و اہل اللہ کے ساتھ خالص محبت کا پستہ دیتا تو ہم تجھ کو اپنی طرف کھینچ لیتے اور اپنی جماعت میں داخل کر لیتے خواہ تو چاہتا یا نہ چاہتا مگر سچی بات کہنا پڑتی ہے۔ تیرے حظ نفس (اور نفسانی لذتوں نے) تجھ کو روکا اور تیری ناقابلیت نے تجھ کو (ہم سے) جدا کیا (اسی سبب سے ہم نے اپنی جماعت میں تجھ کو نہیں کیا) اگر ہم تم کو اپنوں میں شمار کر لیتے تو تو ہم سے اور نہ تھا (مگر اس حالت میں ہم کیسے اپنا بنالیں کوئی فوج تو بھرتی کرنا نہیں ہے بلکہ ہم تو کام کے آدمیوں کو لینا چاہتے ہیں)

شیخ کا علم لے لینا کافی نہیں بلکہ خود اس کو لو
 عزیز بن! مجھ سے دل کا
 علم (یعنی روحانی علم)
 لیلے مجھ سے ذوق کا علم لیلے مجھ سے شوق کا علم لے لے (یہ سب کچھ تو لے سکتا مگر)

لہ یعنی اس وقت قرب الہی میرے ہی واسطے سے حاصل ہو سکتا ہے کیونکہ اتباع حق اور اتباع سنت میرے سوا کسی جگہ نہیں، دوسرے یہ کہ مجدد اور قطب الاقطاب کے زمانہ میں جس کو بھی قرب الہی اور تعلق مع اللہ حاصل ہوتا ہے اس کے واسطے ہی سے ہوتا ہے خواہ وہ دنیا کے کسی حصہ میں ہو مجدد اور قطب الاقطاب کو اس کی خبر ہو یا نہ ہو مگر اس کا فیض ہر طالب حق کو پہنچتا ہے اور جو شخص جان بوجھ کر مجدد اور قطب الاقطاب کی ولایت کا انکار کرے یا اس کی شان میں گستاخی کرے تو اس کو قرب الہی اور دولت باطنی حاصل نہیں ہوتی چونکہ حضرت شیخ سید احمد رفاعی قدس سرہ اپنے زمانہ کے غوث اعظم تھے اس ان کو اپنی یہ شان ظاہر کرنا پڑی کہ جس کو میں خدا کا مقرب بنا دوں وہ قریب ہے اور جس کو میں اس کی گستاخی اور انکار کی وجہ سے دور کر دوں وہ دور ہے خوب سمجھ لو ۱۲ ظ

اے! محبوب (اے محروم) تو مجھے کہاں لے سکتا ہے مجھے تو تجھ سے پہلے ہی (حقیقت کا) کشف ہو چکا ہے (میں جانتا ہوں کہ تجھ کو ان علوم سے میرے الفاظ کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا کیونکہ تجھے مجھ سے مناسبت ہی نہیں اور جب مجھ سے مناسبت نہیں تو میرا دل میرا ذوق تجھ کو نہیں مل سکتا اور جب تک تو میرے دل کو میرے ذوق کو نہ لے گا کام نہیں چلے گا) عزیز من! اگر تو میری نصیحت (کان لگا کر دل سے) سنتا تو میرا اتباع کرتا (جب تو اتباع نہیں کرتا تو یہ اس کی دلیل ہے کہ تیرا دل میری باتوں کو قبول نہیں کرتا) یوں مت کہہ! کہ اگر آپ میری دستگیری کرتے (یعنی سلسلہ میں لے لیتے) تو میں ضرور اتباع کرتا (کیونکہ) میرے ذمہ (صرف) نصیحت کرنا ہے اور تیرے ذمہ ہر حالت میں (خواہ میں دستگیری کروں یا نہ کروں) اتباع کرنا اور میری بات کا سننا ہے (میں پھر کہتا ہوں کہ) اللہ کی طاعت اختیار کر اور خدا نے جو مقدر کر دیا ہے اس پر راضی رہ (اپنی تجویز کو چھوڑ دے) اور اللہ کی یاد سے انس حاصل کر تو خدا کے برگزیدہ بندوں میں سے ہو جائے گا (اور معرفت سے حصہ پالے گا) جس نے اللہ کو پہچان لیا اس کے افکار زائل ہو جاتے ہیں (پریشانی اس کے پاس نہیں آتی) عارف وہ ہے جس نے (سب کو چھوڑ کر سب سے قطع نظر کر کے اللہ کی طرف) ہجرت کی اور مخلوق سے (اس کا دل) خالی ہو گیا۔

اے بزرگو! خسارہ میں وہ ہے جس نے کامیاب اور ناکام کا بیان اپنی عمر طاعت خداوندی کے خلاف (بزرگو!) میں گزار دی۔ اور زاہد وہ ہے جس نے ان تمام چیزوں کو چھوڑ دیا جو اللہ تعالیٰ سے غافل کرتی ہیں۔ اور صاحب اقبال وہ ہے جو اللہ کی طرف متوجہ ہو گیا اور جو اس مرد وہ ہے جو اللہ سے نیچے نہ اترے (یعنی اللہ کے سوا کسی چیز پر

توجہ نہ کرے اللہ ہی کی طرف لو لگائے رہے) اور قوی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے قوت حاصل کرے۔

توحید خالص کا بیان

توحید خالص حاصل کرو اور وہ یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی پر نظر نہ کرو کیونکہ وہ یکتا ہے جب تم نے

یا اللہ کہا تو تم نے اللہ کو اسم اعظم سے یاد کیا مگر اس کی حقیقت و عظمت سے محروم ہو کیونکہ تم نے اپنی شان کے موافق کہا ہے اس نام کی شان کے موافق نہیں کہا سب سے بڑی غنار (تو نگرہی) اللہ سبحانہ تعالیٰ سے مانوس ہونا ہے اور سب سے بڑا افلاس یہ ہے کہ ہمیشہ مردوں ہی سے مانوس رہے (یعنی مخلوقات سے) لوں کے پردوں میں سب سے زیادہ موٹا پردہ مخلوق کی طرف جھکتا ہے (یاد رکھو) معرفت کی کان دل ہے (اس کو سب سے پہلے درست کرنا چاہیے) اللہ تعالیٰ

لہ اس نام کی شان کے موافق کہنے کا کیا طریقہ ہے پورا طریقہ تو سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو معلوم تھا مگر جس قدر مشائخ کی جوتیوں کے طفیل معلوم ہو سکا وہ یہ ہے (۱) اللہ کہتے ہوئے سمجھ لے اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں (۲) اور یہ بھی سمجھ لے کہ وہ میرے ذکر کو دیکھ رہے ہیں کہ میں کس طرح اس کو یاد کر رہا ہوں شوق سے یا باشوقی سے دل سے یا بے دلی سے (۳) اللہ کہتے ہوئے یقین رکھو کہ وہ بھی مجھ کو یاد کر رہے ہیں اسی طرح جس طرح میں یاد کر رہا ہوں اگر میں محبت سے یاد کروں گا وہ بھی مجھے محبت سے یاد کریں گے (۴) یہ بھی سمجھ لے کہ جب میں اللہ کہتا ہوں تو وہ اس کے جواب میں بیک عبیدی (میرے بندہ میں موجود ہوں حاضر و ناظر ہوں) فرماتے ہیں (۵) اللہ کہتے ہوئے یہ بھی سمجھ لے کہ یہ سب سے بڑے بادشاہ سب سے بڑے محبوب کا نام ہے پس بادشاہ اور محبوب کا نام اس کے سامنے جس عظمت و جلال اور محبت کے ساتھ لیا جاتا ہے اسی طرح دل کو عظمت و جلال و محبت سے بھر کر اللہ کا نام لینا چاہیے (۶) زبان سے اللہ کہتے ہوئے یہ بھی خیال رکھو کہ دل سے بھی اللہ نکل رہا ہے (۷) یہ بھی تصور کرے کہ اللہ کہنے کے ساتھ ایک نور دل اور زبان سے پیدا ہو کر ذکر کو محیط ہو رہا ہے اس طرح اللہ اللہ کرنے سے چند روز میں وہ حالت پیدا ہو جائے گی جس کے بیان سے زبان و قلم دونوں عاجز ہیں ۱۲

فرماتے ہیں اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ (اس قرآن میں نصیحت ہے اس کے لئے جس کے پاس دل ہو یعنی اچھا دل ہو) اور ارشاد فرمایا ہے وَمِنْ يَّعْظُمُ شَعَاثِرَ اللّٰهِ فَاَنْهٰهُمْ مِنْ تَقْوٰی الْقُلُوْبِ (جو شخص خدائی نشانات کی تعظیم کرتا ہے تو یہ اس کے دل کی صلاحیت اور متقی ہونے کی علامت ہے) بزرگو! جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرتا ہے کہ اپنے باطن کو ماسویٰ کی طرف التفات کرنے کی آفت سے محفوظ رکھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے حجابات بعد سے نکلنے کا راستہ نکال دیتے ہیں اور اس کو (اپنا) مشاہدہ اور وصال (وقرب) اس طرح عطا فرماتے ہیں کہ اس کے گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ بندہ کے لئے اپنے پروردگار کو پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو پہچانے۔

۱۔ بعد دوری حجابات پر رونے اٹھا دیئے جاتے ہیں جو اللہ سے دور کرنے والے ہیں اور قرب کا راستہ کھل جاتا ہے ۲۔ اظ ۱۵ اپنے نفس کو پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اس بات میں غور کرے کہ انسان کس چیز کا نام ہے کیا بدن کا نام انسان ہے؟ ہرگز نہیں کیونکہ آدمی جب کہتا ہے کہ میں ایسا ہوں میں ویسا ہوں تو اس کے بدن کا کوئی حصہ مراد نہیں ہوتا بلکہ دوسری چیز مراد ہے جو اس بدن کے اندر حکومت کر رہی ہے۔ آدمی پہلے کسی کام کا ارادہ کرتا ہے پھر بدن کو اس کام کے لئے حرکت دیتا ہے یہ ارادہ کرنے والا کون ہے؟ یقیناً بدن نہیں بلکہ دوسری چیز ہے۔ یہی چیز ہے جو موت کے وقت بدن سے نکل جاتی ہے اور اب اس میں اور بچان پتھر میں کچھ فرق نہیں رہتا اسی کا نام روح ہے اسی روح انسانی کا نام انسان ہے۔ اسی روح سے بدن کا حسن و جمال ہے اسی سے اس کی نشوونما ہے اسی سے بدن بڑے بڑے کام کرتا ہے اب آدمی غور کرے کہ کیا وہ اپنی روح کی حقیقت واقف ہے؟ کیا اس نے اپنی روح کو دیکھا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس وقت انسان کو معلوم ہو گا کہ جب وہ خود اپنے سے بے خبر ہے تو دوسرے اس سے خبردار کیونکر ہو سکتے ہیں۔ یقیناً سب لوگ محض اس کی صورت سے آشنا اور صورت ہی سے محبت کرنے والے ہیں خود اس سے کسی کو محبت نہیں کیونکہ محبت کا مدار معرفت پر ہے جب کسی کو اس کی معرفت ہی نہیں تو محبت کیونکر ہو سکتی ہے اب اس کو سمجھنا چاہیے کہ دراصل اس کا چاہنے والا وہ خالق جل و علا ہے جس نے اس کو (بقیہ صفحہ آئندہ)

من عرف نفسه فقد عرف ربه جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا جس نے یہ جان لیا کہ میں خدا کا ہوں اس نے اپنے کو

(بقیہ حاشیہ ۱۱۱) پیدا کیا کیونکہ اسی کو اس کی روح کی معرفت ہے۔ اور خدا کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے محبت ہے کہ ان کو خدا نے دوسروں سے زیادہ روح کی معرفت دی ہے۔ اس کے بعد یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ مرنے کے بعد انسان کا جسم تو دنیا میں رہ جاتا ہے کیونکہ وہ دنیا کی چیز ہے اگرچہ روح بھی دنیا کی چیز ہوتی تو موت نہ آتی موت آینکا سبب یہی ہے کہ روح دوسرے عالم کی ہے وہ وہاں جانا چاہتی ہے گویا یوں کہے کہ انسان اس عالم کی چیز نہیں بلکہ دوسرے عالم کی ہے اور جیسے روح نظر نہیں آتی اس وقت وہ دوسرا عالم بھی نظر نہیں آتا۔ جب روح اس عالم میں پہنچے گی اس وقت وہ عالم بھی نظر آئے گا اور قسمت نے یاد دہی کی تو خالق جل علاہ کا دیدار بھی نصیب ہوگا۔ اس عالم میں جب انسان خود اپنے (یعنی اپنی روح کے) دیدار سے محروم ہے تو خالق کے دیدار کی جرات کیونکر کر سکتا ہے۔ اس حقیقت کو سوچنے کے بعد انسان کو معلوم ہوگا کہ اس کا اصلی وطن یہ دنیا نہیں ہے بلکہ دوسرا عالم ہے جہاں پہنچنے کے لئے روح اس بدن خاکی کو چھوڑ دیتی ہے اور اس کو افسوس ہوگا کہ اب تک اس نے جو کچھ کیا خاص اپنے واسطے نہیں کیا بلکہ بدن خاکی کی راحت کے واسطے کیا دنیا میں گھر بنایا، دکان چلائی یا بڑا منصب حاصل کیا محض اس لئے کہ بدن کو غذا ملے آرام ملے روح سے ایک دن بھی نہ پوچھا کہ تو کیا چاہتی ہے؟ اگر اس سے پوچھتا تو وہ بھی کہتی کہ میرے واسطے اس جگہ کا بندو بستر جہاں میں بدن سے نکل کر جانے والی ہوں۔ نیز انسان کو یہ بھی محسوس ہوگا کہ اب تک اس نے جن لوگوں کے ساتھ دل رگیا دراصل وہ اس کے دوست نہ تھے۔ اس کے بدن کے دوست تھے باپ، ماں، بیوی، اولاد سب کا یہی حال ہے کہ وہ انسان کے دوست نہیں صرف اس کی صورت اور بدن کے دوست ہیں۔ ان کو روح کی خبر ہی نہیں تو اس سے ان کو محبت کیونکر ہو سکتی ہے؟ اور جو انسان کا اصلی چاہنے والا۔ اس کی حقیقت کو جاننے والا ہے اس سے اب تک یہ غافل رہا۔ پس انسان اگر اپنی حالت اور حقیقت میں پوری طرح غور کرے تو اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لئے راستہ کھل جائیگا اور معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ میرے قریب ہے کیونکہ مجھے خود اپنی خبر نہیں کہ کیا ہوں اور اس کو میری حقیقت معلوم ہے کیونکہ وہ خالق ہے الا یعلمہ من خلق وهو اللطیف الخبیر کیا جس نے پیدا کیا اس کو بھی علم نہ ہوگا۔ وہ تو بڑا باریک بین بڑا خبر دار ہے ۱۲ ظ

پہچان لیا پھر وہ اپنا سب کچھ خدا پر قربان کر دے گا ۴
 آنکس کہ ترا شناخت جائز اچہ کند فرزند و عیال و خانماں را چکن
 ہر کسے کہ دور ماند از اہل خویش یاز جوید روزگار و صل خویش ۵
 اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ یاد رکھو جس نے مجھے پہچان
 لیا اس نے مجھ کو چاہا اور طلب کیا اور جس نے مجھے طلب کیا مجھے پالیا اور جس
 نے مجھے پالیا وہ میرے سوئی کسی کو میرے مقابلہ میں محبوب نہ بنائے گا

عجلت لمن يقول ذكرت ربی وہل اشی فا ذکر ما نسیت

اموت اذا ذكرتک ثم احیا ولولا ما ء و صلاک ما حییت

فا حیا بالمنی و اموت شوقا فکمر احیا علیک و کمر اموت

شربت الحب کا سا بعد کا س فہا نقد الشراب ولا ردیت

(ترجمہ) میں اس شخص پر تعجب کرتا ہوں جو (میرے متعلق) کہتا ہے کہ میں نے
 خدا کو یاد کیا۔ اور کیا میں اس کو بھولتا بھی ہوں جو بھولے ہوئے کو یاد کروں
 میں تو جب آپ کو یاد کرتا ہوں مرجاتا ہوں پھر زندہ ہوتا ہوں اور اگر آپ کے
 وصال کا آب حیات نہ ہوتا تو میں زندہ نہ ہوتا میں آرزوئیں لے کر زندہ ہوتا
 ہوا اور شوق (کے غلبہ) سے مرجاتا ہوں۔ تو اب کب تک میں آپ پر
 مرتا اور جیتا رہوں گا۔ میں نے محبت کے جام پر جام پئے پھر نہ یہ شراب ہی
 ختم ہوئی اور نہ میں سیراب ہوا۔

بزرگو! ذکر اللہ کی پابندی کرو۔ کیونکہ
 ذکر وصال حق کا مقناطیس ہے۔ قرب

ذکر اللہ کی تاکید اور اس کا طریقہ

کافر بے ہے، جو اللہ کو یاد کرتا ہے وہ اللہ سے مانوس ہو جاتا ہے، اور جو
 اللہ سے مانوس ہوا وہ اللہ تک پہنچ گیا (مگر یاد رکھو کہ ذکر اللہ صحبت (مشائخ)

کی برکت سے دل میں جمتا ہے۔ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، تو ایسے لوگوں سے تعلق پیدا کرو جن کے دل میں خدا کی یاد جم چکی ہے تم کو بھی یہ دولت نصیب ہوگی ورنہ غافلوں کی صحبت میں رہ کر یا تنہا خلوت میں رہ کر یہ دولت حاصل نہ ہوگی، ہم سے تعلق پیدا کرو۔ ہماری صحبت آزمایا ہوا تیرا ہے۔ ہم سے دور رہنا زہر قاتل ہے۔ اے (ہم سے) محبوب رہنے والے تیرا یہ خیال ہے کہ عالم بن جانے کے بعد تجھے ہماری ضرورت نہیں؟ (بتلا) اس علم سے کیا فائدہ جس پر عمل نہیں اور اس عمل سے کیا نفع جس میں اخلاص نہیں (اور اخلاص کا حاصل کر لینا آسان نہیں وہ لفظوں کے یاد کرنے سے حاصل نہیں ہوتا) (اخلاص ایک خطرناک راستہ کے (پار) کنارہ پر ہے (اب نینلا) تجھے

۱۔ اس تقریر سے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ مشائخ صوفیہ اور طریق تصوف کی ضرورت صرف تین چیزوں کے لئے ہے (۱) یہ کہ اعمال میں سہولت ہو جائے ہمت قوی ہو جائے (۲) یہ کہ ریا سے قلب پوری طرح پاک ہو جائے (۳) اخلاص حاصل ہو جائے اور شاید یہ ہے کہ یہ دولت بدون مشائخ صوفیہ کی صحبت کے حاصل نہیں ہوتی اور ریا سے بچنا اخلاص حاصل کرنا فرض ہے تو اس کے لئے مشائخ سے رجوع کرنا بھی فرض ہے نیز یہ بھی جان لینا چاہیے کہ تصوف کا خلاصہ جب یہ تین چیزیں ہیں تو طریقت کو شریعت سے جدا کہنا غلط ہے کیونکہ ان چیزوں کی تاکید شریعت میں صاف صاف موجود ہے۔ قرآن و حدیث ریا کی مذمت اور اخلاص کی تاکید سے بھرے ہوئے ہیں بات اتنی ہے۔ قرآن و حدیث کے پڑھانے والے ایک زمانہ سے عموماً ایسے لوگ ہوتے آ رہے ہیں جو ریا کا علاج اور اخلاص حاصل کرنے کا طریقہ نہیں جانتے اس لئے صوفیہ کو یہ کام اپنے ہاتھ میں لینا پڑا جس سے ظاہر میں علماء اور صوفیہ کی دو جماعتیں بن گئیں اور اس جہل کو یہ کہنے کا موقع مل گیا کہ شریعت اور طریقت اور یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ خلاصہ تصوف جب یہ تین چیزیں ہیں تو اب جو لوگ ان کے سوا کسی اور چیز کو مقصود بناتے ہیں اور غلطی پر ہیں تصوف جو دوسری چیزیں ہیں مثلاً لطائف مستحکم کی سیر مراقبہ و اشغال وغیرہ مقاصد سے نہیں بلکہ ذرائع و وسائل ہیں اس لئے اگر کسی شخص کو ان چیزوں میں نہ ڈالا جائے اور بدون اس کے اخلاص حاصل ہو جائے تو وہ بھی صوفی اور کامل ہو گا اب ان لوگوں کی غلطی واضح ہو گئی جو ان وسائل ذرائع کو دیکھ کر تصوف کو دشوار سمجھتے ہیں لاکھ بھاری نہیں کہ شخص کو لطائف مستحکم اور منازل کی سیر سے راستہ میں ڈالا جائے ہاں تصوف اس معنی کو ضرور دشوار ہے کہ بدون صحبت شیخ کے حاصل نہیں ہوتا ۱۲

عمل کے لئے کون اٹھائے گا؟ ریا کے زہر کا کون علاج کرے گا؟ جو تیرے اندر
 بھرا ہوا ہے۔ اور اخلاص (حاصل ہو جائے) کے بعد تجھے بے خوف و خطر راستہ کون
 بتلائے گا؟ کیا یہ درسی کتابیں اور کتابوں کے پڑھانے والے بتائیں گے؟ نہیں
 ہرگز نہیں، جاننے والوں سے پوچھو اگر تم خود نہیں جانتے فاسئلوا اہل الذکر
 ان کنتم لا تعلمون ۵ علیہم خیر اللہ تعالیٰ شانہ نے ہم کو یہی طریقہ بتلایا ہے کہ
 جس بات کا تم کو علم نہ ہو (جاننے والوں سے معلوم کرو) تو اپنے آپ کو اہل ذکر
 میں سے سمجھتا ہے، اگر تو ان میں سے ہوتا تو ان سے محبوب نہ ہوتا۔ اگر تو اہل ذکر
 سے ہوتا تو فکر کر کے ثمرہ سے محروم نہ ہوتا (کیونکہ ذکر اللہ کے اثر سے دل پر فکر
 ضرور غالب ہوتا ہے اور فکر کے آثار ذکر کی صورت سے ظاہر ہونے لگتے ہیں)
 اس کے ہر کام سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کو کوئی بڑا فکر ہے (تجھ کو تیسے
 اس حجاب ہی نے روکا (کہ مشائخ سے دور دور رہتا ہے) تجھ کو تیرے (دعویٰ)
 علم نے تباہ کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اے اللہ میں ایسے علم
 سے جو نفع نہ دے آپ کی پناہ مانگتا ہوں (اب بتلا جس علم سے حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے اس پر تیرا ناز کرنا کہاں تک زیبا ہے) اے محبوب
 تو ہمارے دروازوں کا پہرہ دے کیونکہ تیرا جو وقت اور درجہ ہمارے دروازوں
 پر گزرے گا وہ (تیرے لئے) ایک اعلیٰ درجہ اور اللہ کی طرف رجوع کرنے کا وقت
 ہوگا (کیونکہ) ہمارا رجوع اللہ کی طرف صحیح ہو چکا ہے (اس لئے جو ہمارے
 پاس آتا ہے اس کو بھی اللہ کی طرف رجوع کرنے کی توفیق ہو جاتی ہے) اللہ
 تعالیٰ کا ارشاد ہے واتبع سبیل من انا ب الے (ان لوگوں کے راستہ پر چل جو
 میری طرف رجوع کر چکے ہیں یہاں تک تو اہل علم سے خطاب تھا آگے صوفیوں

۱۲ لہ درجہ چار منٹ کا ہوتا ہے یہ علم ہیئت کی اصطلاح ہے ۱۲ ظ

سے خطاب ہے جنہوں نے صوفیانہ لباس پہننے کو تصوف سمجھ لیا ہے پس فرماتے ہیں! اے صوفی یہ کیا بیہودگی ہے؟ (پہلے) صوفی بن جاتا کہ تم بھی تجھے صوفی کہیں۔

طریقت میراث نہیں بلکہ عمل سے حاصل ہوتی ہے | میرے پیارے تیرا یہ گمان ہے

کہ یہ طریقت تیرے باپ کی میراث ہے، تیرے دادا سے سلسلہ بسلسلہ علی آرہی ہے تیرے پاس بکڑو عمر کے نام سے آجائے گی، تیرے شجرہ نصب میں داخل ہو جائیگی تیرے خرقہ کے گریبان پر تیرے کلاہ پر منقش ہو جائے گی، تو نے اس سرایہ کو (طریقت) سمجھ لیا ہے کہ اوئی لباس ہو، ایک کلاہ ہو، ایک لٹھی ہو، ایک گدڑی اور بڑا سا عمامہ ہو، بزرگوں کی سی شان و صورت ہو۔ نہیں خدا کی قسم اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تو تیرے دل کو دیکھتا ہے، تیرے دل میں خدا کے اسرار اور اس کے قرب کی برکت کیونکر ڈالی جائے کہ وہ تو کلاہ اور خرقہ اور سیج اور عصا اور ٹاٹ (پالان) کے جبابوں میں (گرفتار ہو کر) اللہ تعالیٰ سے غافل ہو رہا ہے، یہ عقل کس کام کی جو نور معرفت سے کوری ہے؟ یہ سر کس کام کا جو جوہر عقل سے خالی ہے؟ اے مسکین تو نے اس عجایب جیسے کام تو کئے نہیں اور ان کا لباس پہن لیا،

عزیز بن! اگر تو اپنے دل کو مار کر خوف کا لباس پہنتا۔ اور ظاہر کو لباس ادب سے آراستہ کرتا اور نفس کو ذلت کا لباس پہنتا، اور انانیت (تکبر) کو مٹنے کا لباس پہنتا اور زبان کو ذکر کے لباس سے آراستہ کرتا، اور ان سب جبابوں سے (جن میں پھنسا ہوا ہے) چھوٹ جاتا، اس کے بعد یہ لباس پہنتا تو تیرے لئے اچھا ہوتا بہت بہتر ہوتا، مگر تجھ سے یہ بات کیوں کر کہی

جائے (یہ تیری سمجھ میں نہ آئے گی)، تو نے تو یہ سمجھ لیا ہے کہ میرا کلاہ اس جماعت جیسا کلاہ ہے، میرا لباس ان کے لباس جیسا ہے سب کی صورتیں ملی ہوئی ہیں، مجھ میں اور ان میں کیا فرق ہے) حالانکہ دل مختلف ہیں (اور سب سے زیادہ ضرورت دل ہی کے ملنے کی ہے) اگر تجھ کو اپنی حقیقت معلوم ہوتی تو ماں باپ۔ دادا، چچا اور (لبا) کرتہ اور کلاہ اور تخت و زینہ سب سے الگ ہو جاتا، اور خدا کی قسم خدا کو ڈھونڈھنے کے لئے ہمارے پاس آتا۔ پھر اچھی طرح ادب حاصل کر کے یہ لباس پہنتا، اور میرا گمان تو یہ ہے کہ حسن ادب حاصل ہو جانے کے بعد تو اپنے نفس کو اس لباس اور تمام فضولیات سے جو (اللہ سے) غافل کرنے والی ہیں خود ہی الگ کر لے گا۔ اے مسکین تو اس وقت اپنے وہم پر چل رہا ہے، اپنے خیال پر راستہ طے کر رہا ہے، اپنے جھوٹ اور عجب و غرور کے ساتھ چل رہا ہے، انانیت (اور تکبر) کی ناپاکی لادے ہوئے ہے، اور سمجھتا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں، بھلا یہ کیوں کر ہو سکتا ہے؟ (تکبر کے ساتھ یہ راستہ ایک قدم بھی طے نہیں ہو سکتا) تو واضح کا علم سیکھ! حیرت کا سبق پڑھا! مسکنت اور انکسار کا علم حاصل کر!

اے یہودہ! تو نے تو تکبر کا علم حاصل کیا، اور بڑائی کا سبق پڑھا ہے (بتلا!) ان سب سے تجھے کیا حاصل ہوا؟ (بس یہ حاصل ہوا کہ) تو آخرت (والوں) کی سی ظاہری صورت بنا کر اس مردود دنیا کو حاصل کر رہا ہے، تو نے بہت ہی برا کیا، تیری مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی گندگی کو گندی چیز کے عوض خرید رہا ہو (کیونکہ دنیا کے لئے آخرت والوں کی صورت بنانا بھی دنیا بلکہ بدترین دنیا ہے، تو آپ ہی اپنے کو کیونکر دھوکہ دے رہا ہے؟ اور اپنے متعلق اور اپنے ہمجنسوں کے متعلق کس طرح جھوٹی باتیں کرتا؟)

کہ اپنے کو اللہ والا کہتا ہے اور اپنے مریدوں کو طریقت کا سالک بتلاتا ہو حالانکہ نہ تو اللہ والا ہے اور نہ تیرے مریدوں کو کچھ اللہ کے راستہ کا پتہ۔ یاد رکھو،

عاشق اپنے محبوب کے پاس اس وقت تک
خدا تک پہنچنے کا طریقہ | نہیں پہنچ سکتا جب تک اس کے دشمن سے

دور نہ ہو جائے، (اب اس نے دنیا خدا کی دشمن ہے اور تو اس میں پھنسا ہوا ہے پھر تو خدا کا مقرب اور اللہ والا کیونکر ہو سکتا ہے) ایک مرید نے پانی نکالنے کے لئے اپنا برتن کنویں میں ڈالا تو وہ سونے سے بھرا ہوا نکلا اس نے برتن کو کنویں ہی میں لوٹ دیا اور (حق تعالیٰ سے) عرض کیا میرے محبوب تیرے حق کی قسم! میں تیرے سوا کسی چیز کو نہیں چاہتا (اللہ والے ایسے ہوتے ہیں اگر ایسا نہ بن سکے تو کم از کم اتنا تو ہو کہ حرام طریقہ سے دنیا نہ کمائے۔ مریدوں کے مال پر نظر رکھنا اور لوگوں سے نذرانے و ہدایا وصول کرنے کے لئے اللہ والوں کی صورت بنانا حرام ہے جس کو توکل کامل حاصل نہ ہو اس کو اپنے ہاتھ سے مزدوری کر کے غذا حاصل کرنا چاہیئے) (۱۲)

جس نے اپنے آپ کو ارادت میں ثابت قدم رکھا وہ مراد
طریق وصول | (و محبوب) بن گیا۔ جس نے اپنے کو طلب میں مضبوط

رکھا وہ مطلوب بن گیا۔ جو دروازہ پر پڑا رہا وہ (ایک دن) دہلیز پر پہنچ گیا اور اندر پہنچ کر جس کی نیت اچھی رہی کہ اب بھی محبوب کے سوا وہاں کے ساز و سامان و انوار ملکوت وغیرہ میں دل نہ لگایا وہ بارگاہ وصال میں صدر نشین ہو گیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ (ایک دن) مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں داخل ہوئے تو ایک اعرابی (دیہاتی) کو مسجد میں دیکھا کہ (اللہ تعالیٰ سے) عرض کر رہا تھا

اے اللہ میں آپ سے ایک بکری مانگتا ہوں اور دوسری طرف ایک کونہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا وہ یوں عرض کر رہے تھے۔ اے اللہ میں آپ کو مانگتا ہوں۔ دونوں کی مرادوں میں کتنا فرق ہے؟ دونوں کی ہمتوں میں کتنا فاصلہ ہے؟ آرزو میں (لوگوں کی) عقلوں سے کھیل رہی ہیں (ان کی) ہمتوں سے تماشا کر رہی ہیں (کہ دنیا سے آگے لوگوں کی عقل و ہمت بڑھتی ہی نہیں) ہر شخص اپنی ہمت کے بازو سے اپنی آرزو اور دلی مقصد کی طرف اڑتا ہے، جب اپنی ہمت کی غایت پر پہنچ جاتا ہے اس سے آگے نہیں بڑھتا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

قل کل يعمل علی شاکلئہ کہد یحییٰ ہر شخص اپنی حالت کے موافق کام کر رہا ہے یعنی اپنی نیت اور ہمت کے مطابق۔

کرامت کا طالب نہ ہونا چاہیے بلکہ خدا کا طالب بننا چاہیے

عزیز من! اپنی ہمت اور ارادہ کو اس پر ختم نہ کر کہ پانی پر چلنے لگے، یا ہوا میں اڑنے لگے، کیونکہ یہ کام تو پروردگار اور مچھلیاں بھی کرتی ہیں (اس سے کونسا کمال حاصل ہوگا) تو اپنی ہمت کے بازو سے اس (بارگاہ) کی طرف اڑ جس کی کہیں انتہا نہیں۔ عارف کامل کے نزدیک عرش سے لے کر تحت الشریٰ تک کوئی چیز بھی اس خوشی سے بڑھ کر نہیں جو اس کو اپنے خدا سے ہوتی ہے جنت اور اس کی نعمتیں بھی اس خوشی کے مقابلہ میں جو عارف کو اپنے پروردگار

لہ یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے بکری مانگنا نہ چاہیے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ تمک بھی مانگو تو اللہ ہی سے مانگو کیونکہ چھوٹی بڑی سب چیزیں دینے والا وہی ہے جو شخص اللہ تعالیٰ سے چھوٹی چیز نہیں مانگتا بڑی ہی مانگتا ہے اس نے چھوٹی چیزوں کا دینے والا کسی اور کو سمجھ رکھا ہے، بلکہ مطلب شیخ کا یہ ہے کہ اللہ سے صرف دنیا ہی کی نعمتیں نہ مانگے بلکہ آخرت کی بھی نعمتیں مانگے ہمت کو بلند کر کے اور اللہ سے اللہ ہی کو مانگے جب وہ مل گیا تو سب کچھ مل گیا ۱۲ ظ

دکے انس سے ہوتی ہے اس رائی کے دانہ سے بھی چھوٹی ہیں جو زمین کے وسیع میدان میں بڑا ہو منعم کو چھوڑ کر نعمت میں مشغول ہو جاتا اور اس سے دل لگاتا نفس کی خست اور پست ہمتی اور قلت معرفت کی نشانی ہے۔

عارفین دونوں جہان سے الگ ہو گئے وہ (صرف) رب العالمین کے طالب ہیں وہ اپنے نفس اور اولاد سے بھی الگ ہو چکے۔ جب یعقوب علیہ السلام نے یاسفی علیٰ یوسف ہائے یوسف کا غم کہا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی نازل فرمائی کہ تم کب تک یوسف علیہ السلام کو یاد کرتے رہو گے؟ کیا یوسف علیہ السلام نے تم کو پیدا کیا یا یوسفؑ نے تم کو رزق دیا یا نبوت عطا کی؟

لہٰذا معنی خدا کی محبت سب کی محبت پر غالب ہے ان کے دل میں کسی کی ایسی محبت نہیں کہ خدا کی محبت کا مقابلہ کر سکے یا اس پر غالب آ سکے۔ یہ مطلب نہیں کہ عارفین کو اپنی بیوی یا اولاد سے محبت نہیں ہوتی کیونکہ اس کا انکار نہیں ہو سکتا کہ سید العارفین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہ و حضرت حسین اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے محبت تھی مگر خدا کی محبت کا یہ عالم تھا کہ حضرت عائشہ سے فرماتے تھے اے عائشہ مجھے چھوڑ دے کہ میں اپنے پروردگار کی عبادت کر لوں پھر رات بھر روتے رہتے اور اسی حال میں صبح کر دیتے ۱۲

لہٰذا یہ روایت میری نظر سے نہیں گذری اور دیدار کہتا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ممکن ہے تو اس سے کسی نے نقل کیا ہو مگر تو اسے وکیل میں تحریف ہو چکی ہے، اس لئے ان کی جو روایات قواعد شریعت کے خلاف ہوں ان پر اعتماد نہیں ہو سکتا۔ اور یہ روایت مجھے قواعد شریعت کے خلاف معلوم ہوتی ہے کیونکہ قرآن مجید سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے اس کے بعد بھی بار بار یوسف علیہ السلام کا ذکر کیا ہے یا بنی اذہبوا فتمسوا من یوسف وانی لاجد ریح یوسف میرے خیال میں اس جگہ حضرت شیخ کا کلام ضبط کرنے میں کچھ کوتاہی ہوئی ہے قرآن سے تو ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے بڑے کمال کا ثبوت دیا کہ یوسف علیہ السلام کی مفارقت پر صبر جمیل فرمایا اور مفارقت اولاد کا غم غیر اختیاری ہے خود سید العارفین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے صاحبزادہ ابراہیمؑ کے انتقال پر رنج و غم ہوا جس کو اپنے ظاہر بھی فرمایا اور اولاد کا غم ہو جانا مرحلے سے سخت ہے موت پر جلدی صبر آ جاتا ہے مگر لاپتہ ہو جانا (بقیہ صفحہ آئندہ)

میری عزت کی قسم اگر تم مجھ کو یاد کرتے اور غیر کے ذکر کو چھوڑ کر میری یاد میں لگے رہتے تو میں اسی وقت تمہاری تکلیف کو زائل کر دیتا، اس وقت یعقوب علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ وہ یوسف علیہ السلام کو یاد کرنے میں غلطی پر تھے پس (اس کے لئے) اپنی زبان کو ان کے ذکر سے روک لیا، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے اللہ! آپ قریب ہیں کہ آپ سے آہستہ باتیں کروں یا دور ہیں کہ زور سے پکاروں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اس شخص کے پاس ہوتا ہوں جو مجھے یاد کرے اور اس کے قریب ہوں جو مجھ سے مانوس ہو۔ میں اُس کی گردن کی رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہوں۔

ملہ (بقیہ صفحہ ۸۳) طبعی طور پر زیادہ تکلیف ہوتی ہے جس پر یعقوب علیہ السلام سے مدت تک پورا صبر کیا جب تکلیف برداشت کی حد تکل گئی تو یا اسے علی یوسف کہا اور اس کے مقصود صرف اللہ تعالیٰ سے اپنی تکلیف کا اظہار تھا جیسا انما شکو بنی و حزنی الی اللہ سے صاف معلوم ہوتا ہے اور تکلیف برداشت باہر ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے ظاہر کرنا صبر کے خلاف نہیں حضرت ایوب علیہ السلام نے جن کے صابر ہونے کی خود اللہ تعالیٰ نے شہادت دی ہے انا وجدناہ صابرا العبد الخ مدت تک تکلیف پر صبر کیا جب تکلیف حد تحمل سے باہر ہو گئی تو عرض کیا رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین اللہ تعالیٰ سے تکلیف کا ظاہر کرنا تھا کہ فوراً تکلیف رفع ہونے کے سامان ہو گئے بالکل اسی طرح ہم کو یعقوب علیہ السلام کے قصہ میں صورت نظر آتی ہے کہ اول تو وہ مدت تک صبر کئے رہے جب تکلیف کی برداشت نہ رہی تو حق تعالیٰ سے عرض کیا بس عرض کرنا تھا کہ یوسف علیہ السلام کا پتہ مل گیا اور ملاقات کے سامان ہونے لگے غرض قرآن شریف کے طرز بیان سے حضرت یعقوب علیہ السلام کا واقعہ میں کمال صبر اور کمال ضبط معلوم ہوتا ہے کسی طرح کا کوئی نقص معلوم نہیں ہوتا جب تک کوئی قوی دلیل اس کے خلاف نہ ہو اس وقت تک ہم کو یعقوب علیہ السلام کے متعلق ادنیٰ نقص کا وسوسہ لانا بھی جائز نہیں کیونکہ انبیاء کی شان بہت بلند ہے واللہ اعلم ۱۲ ظ

۱۲ مجھے اس روایت میں بھی شبہ ہے وجدان کہتا ہے کہ صحیح نہیں ۱۲

ذکر اللہ کی فضیلت اور اس کا طریقہ
بزرگو! اللہ والوں نے رخصان سے

راضی ہو) فرمایا ہے کہ جو اللہ کو یاد کرے وہ اپنے پروردگار کے نور سے منور ہوتا ہے، اس کے دل کو اطمینان اور دشمن (شیطان) سے حفاظت نصیب ہوتی ہے، اللہ والوں کا قول ہے ذکر اللہ روح کی غذا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء روح کی شراب، اور اللہ تعالیٰ سے حیا کرنا روح کا لباس ہے۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ راحت پانے والوں نے اللہ کے انس کی برابر کسی چیز سے راحت نہیں پائی۔ اور لذت حاصل کرنے والوں نے اللہ کی یاد کی برابر کسی چیز میں لذت نہیں پائی۔ بعض آسمانی کتابوں میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس نے مجھ کو اپنے دل میں یاد کیا میں اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں۔ اور جو مجھ کو بر ملا یاد کرتا ہے میں بھی اس کو بر ملا یاد کرتا ہوں اور جو مجھے اپنی شان کے موافق یاد کرتا ہے میں اس کو اپنی شان کے موافق یاد کرتا ہوں۔

اس جماعت (اولیاء) کو اللہ کی یاد دینے مشغول کر رکھا ہے (اس لئے وہ دنیا کے کام کے نہیں رہے) ان کا مقصود وہی ہے وہ سمجھ چکے ہیں کہ دنیا میں جس قدر واقعات ہوتے ہیں سب اللہ کے حکم و تقدیر سے ہوتے ہیں اس لئے وہ ان واقعات سے ناگواری ظاہر نہیں کرتے، نہ دل سے نہ زبان سے، اور اگر کبھی تقاضائے بشریت یا شیطان کے اثر سے کسی حادثہ پر ناگواری کا اثر دل میں آنے لگے تو فوراً اللہ کی یاد میں مشغول ہو جاتے ہیں جس سے وسوسہ دفع ہو جاتا ہے ان الذین اتقوا اذا مسهم طائف من الشیطان تذکروا فاذا هم مبصرون۔ جو لوگ متقی ہیں ان کو شیطان کے اثر سے جب کوئی وسوسہ

لے مجھے اس روایت میں بھی شبہ ہے وجدان کہتا ہے کہ صحیح نہیں ۱۲

آتا ہے وہ اللہ کو یاد کرنے لگتے ہیں جس سے فوراً ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر مومن کے دل میں ایک شیطان (بیٹھا) رہتا ہے جب وہ اللہ کو یاد کرتا ہے ہٹ جاتا ہے جب وہ اللہ کو بھول جاتا ہے و سوسہ ڈالنے لگتا ہے۔

بزرگوار! اگر تمام عالم کے دو فریق ہو جائیں ایک جماعت تو مجھے مشک و عتبر کی دھوٹی دے (آرام پہنچائے) اور دوسری جماعت آگ کی (سرخ کی ہوئی) قینچیوں سے میری کھال کاٹے، تو میرے نزدیک نہ انھوں نے کچھ نقصان دیا نہ انھوں نے مجھے کچھ زیادہ دیا، کیونکہ میں خوب جانتا ہوں کہ سب کچھ تقدیر سے ہو رہا ہے جب تم تقدیر سے (معارضہ ناگواری) کی سی کو تسلیم (ورضا) کی تلواریں کاٹ دو گے اس وقت تم اللہ کو صحیح طور سے یاد کرو گے (جب ہی عظمت الہی کی تجلی دل پر ہوگی ورنہ ذکر سے پورا نفع نہ ہوگا، گو نفع سے پھر بھی خالی نہیں کیونکہ تسلیم و رضا بھی ذکر ہی کی کثرت سے حاصل ہوگی ۱۲)

حدیث شریف میں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو یہاں تک کہ لوگ تم کو پاگل کہنے لگیں (اور یہ درجہ تسلیم و رضا ہی سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ اہل دنیا اسی کو پاگل کہتے ہیں جسے دنیوی نفع و نقصان کی پروا نہ ہو۔ عارف ذکر کو اس ذلت کی بھی پروا نہیں ہوتی کہ لوگ اسے دیوانہ کہتے ہیں ۱۲)

لے کر گزندت رسد ز خلق مرجع؛ کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج؛ از خدا داں خلاف دشمن و دوست؛ کہ دل ہر دو در تصرف و دست؛ اس مضمون کا اعتقاد تو ہر مسلمان کو ہے بات تو جب ہے کہ حال بن جائے اولیاء اللہ اس مضمون کو ایسا دل پر جاتے ہیں کہ حال بن جاتا ہے اور کسی وقت دل سے نہیں اترتا ۱۲۔ لے ایک شخص کو ذکر جہر اور ہر وقت تسبیح ہاتھ میں رکھنے کی ہدایت کی گئی اس نے عذر کیا کہ لوگ دیوانہ پاگل کہیں گے جواب دیا گیا کہ یہی مطلوب ہے کہ لوگ دیوانہ کہیں اور تم کو اس سے ناگواری نہ ہو (بقیہ صفحہ ۸۷ پر)

مخلوق پر نظر کرنا چھوڑا اور ہمت بلند کرو
بزرگو! یہ یہودہ خیالات
ہی تم کو کہیں سے کہیں لئے

جاتے ہیں اور یہ سخت موٹے موٹے پردے ہی تم کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر رہے ہیں۔ دنیا اور اہل دنیا سے نظر اٹھاؤ کسی کے قبضہ میں نفع و نقصان نہیں سوا خدا کے پھر تم خدا کو چھوڑ کر دوسروں پر کیوں نظر کرتے ہو؟ اس کا نام ہمت نہیں ہے کہ آدمی پردے کے پیچھے کھڑا ہو جائے ہمت اس کا نام ہے کہ پردے کی آڑ توڑ کر شست گاہ تک پہنچ جائے (مخلوق کے ہاتھ سے جو نفع و نقصان پہنچتا ہے یہ محض پردہ ہے جو اس سے امید یا خوف کسے وہ ابھی تک پردے کے پیچھے ہے آگے بڑھو تو تم کو نظر آئیگا کہ دوسری طاقت کام کر رہی ہے مگر اس کے لئے ہمت کی ضرورت ہے) ہمتوں کی تلواریں وہ کام کرتی ہیں جو کسی کے وہم میں بھی نہیں آتے، دلوں کے پردے دلوں کے تیروں ہی سے چاک ہوتے ہیں پس اپنے دل کو کسی خدا رسیدہ کے حوالہ کرو کہ وہ اپنے دل کے تیروں سے

دلیقہ صفحہ ۸۶) دوسرے یہ بھی تو سمجھو کہ دنیا دار خوب جانتے ہیں کہ اہل اللہ کو ہماری حرکتوں سے کہ ڈاڑھی منڈاتے کفار کی وضع اختیار کرتے ہیں سخت نفرت اور دل میں ہم کو احمق سمجھتے ہیں لیکن اس پر بھی وہ علماء اور اہل لیس کے سامنے اسی وضع سے آتے ہیں ان کی نفرت اور اعتراض کی پروا نہیں کرتے حالانکہ وہ اپنی حرکتوں کو شریعت کے خلاف اور برا بھی سمجھتے ہیں پس حیرت ہے کہ دنیا دار تو ہمارے خیال سے اپنا برا کام بھی نہ چھوڑیں اور ہم ان کے خیال سے اچھا کام چھوڑ دیں۔ رہا یہ کہ اس میں ریا ہے یہ بھی غلط ہے کیونکہ ریا اس کام میں ملتی ہے جس سے عزت بڑھے۔ اور جب ذکر جہر کرنے والے اور تسبیح ہاتھ میں رکھنے والے کو لوگ پاگل کہتے ہیں تو اس سے عزت کیسا بڑھتی اور ذلت ہوتی ہے بلکہ مراقبہ اور ذکر خفی سے عزت بڑھتی ہے لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ عالم ملکوت کی سیر کر رہا ہے پہنچا ہوا ہے اس لئے اس میں ریا کا احتمال ہو سکتا ہے نہ کہ ذکر جہر میں ۱۲

تمہارے دل کے پردے چاک کر دے۔

انسانی عظمت کا بیان | امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں

۵ ددائك منك وما تبصر ودائك فيك وما تشعر

وتدعم انك جرم صغير وفيك انطوى العالم الاكبر

تو اپنی دوا خود ہے مگر تجھے نظر نہیں آتا۔ تیری بیماری بھی تیرے اندر ہی ہے مگر تجھے خبر نہیں۔ تو یہ خیال کرتا ہے کہ تیرا بدن ذرا سا ہے حالانکہ تیرے اندر سب سے بڑا جہاں چھپا ہوا ہے۔

وہ سب سے بڑا جہاں کیا ہے؟ انسانی عقل ہے۔ جو تیرے اندر چھپی ہوئی ہے، اسی جہاں سے جو تیرے اندر چھپا ہوا ہے تجھے اپنے جسم کی حقیقت معلوم ہوگی، جس کو تو نے چھوٹا سمجھ رکھا ہے، اگر تیرا جسم اس بڑے جہاں کو گھیرنے کے قابل نہ ہوتا تو یہ اتنا بڑا جہاں اس میں کیونکر سما جاتا ہے پس ہمت کو اتنا بلند کر جتنا تیرا یہ جسم ظاہری بلند ہے کہ ایک بڑے جہاں کو گھیرے ہوئے (اور اپنے اندر سمائے ہوئے) ہے جس کی مادی شعاع (بھی) ہر مقام تک پہنچتی، اور اس کی طاقتوں کی چمک ہر خطہ تک پہنچ جاتی ہے، اور اس کی اور اکی قوتیں ہر سخت سے سخت لشکر کی صفیں درہم برہم کر دیتی ہیں، اور اس کی فکر کے گھوڑے ہر میدان میں پہنچ جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ عقل ہی کی وجہ سے عطا کرتے اور محروم کرتے ہیں، ملاتے ہیں الگ کرتے ہیں، پریشان کرتے

۱۷ صوفیہ کرام کو کشف سے معلوم ہوا ہے کہ انسان کے اندر چھپے لطیفے زبردست ہیں۔ نفس، قلب، روح، سرخشی۔ اخفی ان میں سے بعض لطائف کی طاقت اتنی زبردست ہے کہ فرشتے بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور لطیفہ نفس جو سب گھٹیا ہے اس کی طاقت بھی اتنی زبردست ہے کہ حیوانات اور جنات میں سے کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا مگر انسان بے خبر ہے اور ان طاقتوں کی پرورش نہیں کرتا، ظ

ہیں الطینان بخشے ہیں، ذلت دیتے ہیں، عزت دیتے ہیں (یعنی جو عقل سے کام لیتا ہے اس کو نعمت و عزت دیتے ہیں جو اس سے کام نہیں لیتا اس کو نعمت سے محروم کرتے اور ذلیل کرتے ہیں) اسی پر تمام عالم کا مدار ہے، اور انسان کے بڑے بڑے ارکان (و اعضاء) میں سب سے پہلے عقل ہی پیدا ہوئی ہے ہم کو حبیب کریم عظیم الشان پیشوا (سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے اول ما خلق اللہ العقل سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا فرمایا۔ جب تم اس چیز سے خبردار ہو جاؤ گے جو تمہارے اندر چھپی ہوئی ہے اس وقت تم کو اپنی عزت کا انکشاف اور اپنی صفات کی عزت کو بلند کرنے کا خیال ہوگا یہاں تک کہ تم طاقت (بدنی) اور جمال، مال، بیوی بچوں، خاندان، منصب ریاست وغیرہ کے پردوں سے (نکل کر) اپنے درجہ پر پہنچ جاؤ گے (اس وقت معلوم ہوگا کہ جن چیزوں میں اب تک پڑے ہوئے تھے وہ بہت گھٹیا درجہ کی تھیں اور اصلی طاقت اور جمال و کمال دوسری ہی چیز ہے) ہمارے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۵

وکل ریاست من غیر علم اذل من الجلوس علی الکناستہ

جو ریاست بغیر علم (و معرفت) کے حاصل ہو وہ تو کوڑی پیر بیٹھنے سے بھی بدتر ہے عقل علم کی چوٹی ہے مخلوق کو علم کا شرف بدون عقل کے (پوری طرح)

عقل کی فضیلت اور عاقل کی پہچان

حاصل نہیں ہو سکتا (علماء کی) ایک جماعت نے علم کے درجہ کو عقل سے بڑھایا ہے مگر یہ اللہ تعالیٰ کی نسبت سے ہے، کیونکہ علم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اور عقل مخلوق کی صفت ہے، لیکن ہماری نسبت سے ہمارے علم و عقل کا موازنہ کیا جائے

۱۲ لہ کوڑی جہاں کوڑا پاخانہ وغیرہ ڈالا جاتا ہے

تو (یہ کہتا پڑے گا کہ) ہماری عقل کا مرتبہ ہمارے علم سے بڑھا ہوا اور بلند ہے کیونکہ ہم کو بدون عقل کے علم حاصل نہیں ہو سکتا (دوسرے یہ کہ) عاقل اگر ٹھوکر کھاتا اور گرتا ہے، تو اس کے لئے کامیابی اور بھلائی کی پھر بھی امید ہو سکتی ہے، کیونکہ وہ اپنی غلطی پر متنبہ ہو کر اس کی تلافی کرے گا) اور بیوقوف ٹھوکر کھاتا اور گرتا ہے تو اس پر ناکامی اور محرومی اور قطع تعلق کا اندیشہ ہوتا ہے (کیونکہ اس کو یہی خبر نہیں ہوتی کہ میں نے کیا غلطی کی اور اس کی تلافی کس طرح کرنا چاہئے، رہا یہ کہ عقل کون ہے اس کی تحقیق بھی ضروری ہے سو) عاقل وہ ہے جس کو حکمت دین کی سمجھ ہو حکمت ایمانی سے واقف ہو حکمت یونانی سے واقف ہونا عقل نہیں ہے

چند رخوانی حکمت یونانیاں حکمت ایمانیاں راہم بخواں ۱۲

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو عقل دین کا احاطہ نہ کرے وہ عقل نہیں، اور جو دین عقل پر غالب نہ ہو وہ دین نہیں، اس دین میں بعض باتیں ایسی ہیں جن کے بجالانے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے اور بعض ایسی ہیں جن سے بچنے کا ہم کو مبلغ اسلام (سیدنا رسول) صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے، اور (ہر ایک کے متعلق) وعدے اور وعیدیں بیان فرمائی ہیں۔ جب عقل اس عمل اور پرمیز کی ریاضت سے آراستہ ہو جائے اس وقت اس کو شریعت کے وعدہ اور وعید کے اسرار پر احاطہ ہونے لگتا ہے۔

عقل صحیح احکام شرعیہ کی حکمتوں کا کبھی انکار نہیں کر سکتی

بزرگو! سوچو تو سہی کیا کوئی روشن عقل جو طبیعت سلیمہ کے ساتھ ملی ہوئی ہو، اور امر و نہی شرعیہ کی حکمت سے انجان بن سکتی یا اس کا انکار کر سکتی ہے؟ نہیں خدا کی قسم نہیں بلکہ ہر عاقل جس کی عقل روشن اور طبیعت سلیمہ ہے، اس کی

عقل کی روشنی شریعت کے امر و نہی کے چوکھٹ ہی پر سر جھکائے گی کیونکہ عقل سلیم جانتی ہے کہ شریعت کے احکام دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی اپنے اندر لئے ہوئے ہیں۔ مگر تمہارے پاس اس کے سوا کچھ نہیں رہا کہ جنت کے وعدے میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا بیان ہے، حالانکہ اس میں بڑی بلند باتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرتوں کو یاد دلاتی ہیں، تمہارے پاس اس کے سوا کچھ نہیں کہ وعید (جہنم) میں اللہ کی پکڑ اور عدل (و انصاف) کا بیان ہے، حالانکہ اس میں بہت سی باریک باتیں ہیں جو عظمت خداوندی کی عجیب و غریب شان کو بتلاتی ہیں ان سے پتہ لگتا ہے کہ (جہنم کی) حقیقت یہی طبیعت (بہیمیہ) اور غفلت ہے اور جنت) یہی تیری معرفت اور فکر ہے (یعنی جنت و دوزخ تمہارے اندر اب بھی موجود ہے اور جس جنت و دوزخ کی شریعت نے خبر دی ہے وہ تمہاری انہی صفات کی خاص صورت ہے جو دنیا میں تمہارے اندر پائی گئی ہیں عارف دنیا میں بھی جنت میں ہے اور آخرت میں تو اس کو جنت میں بھی دیکھیں گے اور غافل محبوب دنیا میں بھی دوزخ میں ہے اور آخرت میں کھلی آنکھوں دوزخ میں ہوگا ۱۲) تم عالم وجود میں جتنی چیزیں دیکھتے ہو خواہ وہ علوی ہوں (یعنی آسمانی مخلوقات) یا سفلی (زمین کی چیزیں) ان کی حقیقت جاننے سے تمہاری ناقابلیت اور عدم استعداد اور (اللہ تعالیٰ اور اہل اللہ سے) جدا

۱۲ یہ بھی صوفیہ کا کشف ہے کہ عالم آخرت میں انسان کے اعمال کی خاص صورت ہے بعضے نیک اعمال حور کی شکل میں ہیں بعضے عمل مکان کی صورت میں اسی طرح بُرے اعمال میں کسی کی صورت سانپ کی ہے کسی کی بچھو کی وغیرہ وغیرہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جنت و دوزخ کی راحت و کلفت محض خیالی ہے جیسا بعض فلسفی کہتے ہیں کہ یہ تو حدیث و قرآن کے بالکل خلاف ہے اس کا قائل ہونا بد دینی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہر عمل کا بدلہ اس کے مناسب صورت میں ظاہر ہوگا جس کو دیکھ کر معلوم ہو جائے گا کہ یہ ثواب اور یہ عذاب فلاں عمل کی جزا و سزا ہے ۱۲ منہ

ہونا اور ہمت کا پست ہونا مانع ہو رہا ہے۔

عقل کو روشن کرنے کا طریقہ | (تمہارے پاس) وہ ریاضت (و مجاہدہ) کہاں ہے جو عقل کے آئینہ سے غفلت

کا غبار ہٹا دے، رہتائے اعظم و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی قول و فعل اور حال و اخلاق میں کہاں ہے رجو دل کے پردے کھول دے پہلے یہ سکے لاؤ اس کے بعد یہ سامان خریدو، ممکن ہے اس جگہ بعض ظاہری علماء کہیں کہ یہ جقائق و اسرار صوفیہ کی من گھڑت باتیں ہیں ان کی اصلیت کچھ نہیں تو ان کو سمجھ لینا چاہئے کہ کیا بادشاہ کے دروازہ پر کھڑے ہونے والے چوہدار کو یہ لائق ہے کہ بادشاہ کے پاس بیٹھنے والے درباریوں کی باتوں کا انکار کرنے لگے؟ اور جو کچھ وہ دربار شاہی کی زرینت و آرائش اور وہاں کے سامان اور عمدہ لباس اور برتنوں ہتھیاروں اور خزانوں کی بابت ذکر کریں اور یہ کہیں کہ جس پر وہ غصہ کرتا ہے اس کو سخت سزا دیتا اور بہت سخت پکڑتا ہے اور جس کو محبوب و مقرب بناتا ہے اس پر بہت احسان کرتا اور خلعت دیتا نفع پہنچاتا ہے ان سب کو غلط کہہ دے؟ بھلا چوہدار کو ان باتوں کے انکار کا کیا حق ہے؟ جب کہ وہ غریب اپنے (ادنیٰ) درجہ کی وجہ سے دربار میں جانے ہی سے محروم ہے "عقل کی بات تو یہ تھی کہ وہ بادشاہ کا درباری بننے کی کوشش کرتا، تاکہ جن چیزوں کو درباری لوگ دیکھتے ہیں یہ بھی دیکھنے لگتا، یہ صورت اس کے انکار سے اچھی اور بہتر اور بہت عمدہ تھی اس کا انجام بھی اچھا تھا اور اس کی حالت بھی اس طرح درست ہو جاتی (بدون درباری بنے درباریوں کی باتوں کو رد کرنا ان کو غلط کہنا سراسر حماقت اور نادانی ہے)

۱۔ یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ عارفین کے درباری ہونے کی کیا دلیل؟ اس کا جواب ظاہر ہے کہ وہ لوگ (بقیہ صفحہ ۹۳ پر)

جو خدا سے غافل ہو نہ اس کی عقل صحیح ہوتی نہ تقریر میں اثر

جب دل کا آئینہ غفلت عن اللہ کے تہ برتہ رنگ سے میلہ ہو جاتا ہے ،
حقائق کے چہرے انسان کی سمجھ سے چھپ جاتے ہیں ، الہام کی روشنی اس میں
نہیں پہنچ سکتی ، تو خیالات کے بخارات اور وہم کے بادلوں سے تقریر کا چہرہ (جی)
سیاہ ہو جاتا ہے (یعنی غافل کا دل تو اندھا ہوتا ہی ہے اس کی تقریر میں
بھی نور نہیں ہوتا اس کا تجربہ عارف اور غیر عارف کی تقریر میں کرہو سکتا ہے) ،
آفتاب باوجود اپنی کمال درجہ کی روشنی کے اندھے کو کیا نفع دے سکتا ہے ،
اس کی آنکھیں ہی نہیں ہیں جو آفتاب کی روشنی اور رہنمائی کو قبول کر سکیں
تیز روشنی سے کمزور آنکھوں کو کیا فائدہ ؟ (جب ان کو روشنی کا تحمل ہی نہیں)
ہم لوگ ایسی جگہ کھڑے ہیں جہاں آفتاب قدرت چمک رہا ہے مگر ہماری عقل
کی آنکھیں کمزور ہیں۔ غفلت کے پردے اُن پر پڑے ہوئے ہیں اس لئے
ہماری آنکھیں اس جمال کے دیدار کے قابل نہیں نہ ہمارے دل اس عظمت
وجلال کی ہیبت کا تحمل کر سکیں (پس دل کی آنکھوں کو جلدی کھولو کیونکہ
زندگی کا کچھ اعتبار نہیں)

انسان کیونکر غافل بنتا ہے حالانکہ موت سر پر سوا ہے
ہم سب فنا کے راستہ پر چل رہے ہیں اور وہ (عنقریب) ہم کو موت کے گڑھوں

(بقیہ صفحہ ۹۳) تم سے زیادہ ذکر اور تم سے زیادہ متقی اور تم سے زیادہ آخرت کی طرف راغب دنیا سے نفور
ہیں یہ خاص دلیل ہے ان کے اہل اللہ ہونے کے جیہی تو ان کو خدا کے سوا کسی سے علاقہ نہیں رہا
اور تم سر سے پیر تک طلب دنیا میں ڈوبے ہوئے ہو یہ اس کی دلیل ہے کہ تم کو اللہ
تعالیٰ سے تعلق اور قرب حاصل نہیں ۱۲ ط

میں گرا دیں گے جو ہماری نگاہوں سے (اس وقت) غائب اور چھپے ہوئے ہیں ہم سب اپنی موت کی کشتیوں کو حرص کی ہواؤں اور طمع کے پردوں سے آرزو اور امیدوں کے سمندروں میں چلا رہے ہیں، اور ہم کو عنقریب موت کی گہرائی میں غوطہ دیدیں گی۔ ہمارے خیالات و افکار دنیوی ضروریات کے پورا کرنے میں لگے ہوئے ہیں، حالانکہ حوادث زمانہ کے ہاتھ ہم کو تھپیڑے دے رہے، اور فنا و موت کے منادی ہم کو پکار رہے ہیں۔

الناس فی غفلا تھم دوحی المنیة تطحن
مادون دائرة الرحی حصن لمن یتحصن

لوگ غفلتوں میں پڑے ہوئے ہیں اور موت کی چکی برا بربادل رہی اور پیس رہی ہے۔ اس چکی کے چکر سے پناہ ڈھونڈھنے والے کے لئے کوئی پناہ نہیں ملک الموت ہر دن ہمارے آگے پیچھے پکارتا رہتا ہے ایسنا تو کو اید رکم الموت تم جہاں بھی ہو گے موت تم کو پکڑے گی، اور قبروں کی تارکیاں ہمارے بدن کے وہاں پہنچنے کی منتظر ہیں، اور ہم غفلتوں کے طوفان میں غرق اور شہوتوں کے نشہ میں مست ہیں۔

اے عقلمند! تو کب تک اپنے نفس کو نجات کے راستہ سے ہٹا کر ہلاکت اور بربادی کے راستہ پر ڈالتا رہے گا، کب تک طاعات کے کھلے میدان سے ہٹ کر گناہوں کی تنگ گھاٹیوں میں پھنسا رہے گا، تو اپنے کو خطاؤں کی شراب اور گناہوں کی گنہ گاری پلا کر فتنوں اور آفتوں کے دریا میں غوطہ دے رہا اور اگلی مصیبتوں کے لئے تیار کر رہا ہے۔

عزیز من تیری عمر بہت تھوڑی ہے، اور پرکھنے والا بڑا بصیرت والا ہے (اس لئے تیرا کوئی کھوٹ چھپا ہوا نہیں) اور اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

یا ایہا المعداد والتفاسہ لا بد یوما ان یتئم العدد

لا بد من یوم بلا لیلۃ دلیلۃ تأتی بلا یوم غدا

اے انسان! جس کے سانس گئے ہوئے ہیں، ایک نہ ایک دن یہ گنتی پورے ہو کر رہے گی۔ ایک دن ایسا بھی ضرور آئے گا جس کے بعد رات نہ ہوگی اور ایک رات ایسی بھی آئے گی جس کے بعد اگلا دن نہ ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا عمل تفکر تھا | بزرگوار! (انجام کو سوچو! بار بار سوچو!) رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا عمل منکر ہی تھا فرائض (شرعیہ) کے فرض ہونے سے پہلے آپ کی عبادت یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور صنعتوں کو سوچتے تھے (دنیا کی حقیقت اور اس کے فنا اور انجام کی فکریں دن گزارتے تھے) حتیٰ کہ آپ کو مکلف کیا گیا (ان عبادات اور احکام کا) جن کا قرآن شریف نے مکلف کیا ہے،

عمل کا صحیح راستہ | اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا سوچنا اپنے اوپر لازم کر لو۔ اور اس فکر سے عبرت حاصل کرو کیونکہ جو فکر عبرت سے خالی ہو وہ

دساوس و خیالات کے سوا کچھ نہیں اور جب اس سے عبرت پیدا ہو تو بیشک ہر حکمت اور (اچھا) واعظ ہے تفکر کے بعد اعمال کو صحیح بنیاد پر جماؤ۔ اعمال کے بعد اخلاق کو عمدہ طریقہ پر مستحکم کرو، اور ان سب کو (اچھی) نیت سے آراستہ کرو (کہ اعمال و اخلاق سے اللہ کی رضا کے سوا کچھ مطلوب نہ ہو) سخاوت کی ڈور کو مضبوط تھا مو! کیونکہ وہ زہد کی علامات میں سے ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ وہ تو زہد کا دروازہ ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ سخاوت کامل ہو جائے تو بس وہی پورا زہد

لے سخاوت یہ ہے کہ مال کے خرچ کرنے سے دل نہ دکھے اور حاجت کی امداد سے دریغ نہ کرے چونکہ سخی کے دل میں مال کی محبت نہیں ہوتی اس لئے سخاوت سے جلدی زہد حاصل ہوتا ہے ۱۲
لے زہد دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی رغبت ۱۲ ظ

اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے والوں کا پہلا قدم سخاوت ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں
 الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ذمہار من قنہم ینفقون ط اولئک
 علیٰ ہدی من ربہم واولئک ہم المفلحون ۵ جو لوگ غیب پر ایمان رکھتے اور
 نماز کی پابندی کرتے اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہتے
 ہیں یہی لوگ اپنے پروردگار کے راستہ پر ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔
 یہاں اللہ تعالیٰ نے ایمان اور نماز کے ساتھ سخاوت کو بھی بیان فرمایا اور ہدایت
 و فلاح کا اس پر بھی مدار رکھا ہے)

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کامل تعلق کا طریقہ | اللہ تعالیٰ کے تعلق کی رسی کی گرہ
 ایسی مضبوط کرو کہ تمہاری آنکھوں

کے سامنے جو لوگ محض اس خیال پر کہ اللہ تعالیٰ ان کو لمبی عمر دیں گے الٹی چال
 چل رہے ہیں ان کی طرف سے آنکھیں بند کر لو (تم ان کی چال نہ چلو کیونکہ ان کا
 یہ خیال محض ڈھکوسلا ہے اول تو اس کا کیا یقین ہے کہ ان کو لمبی عمر ملے گی دوسرے
 اس کی کیا امید ہے کہ لمبی عمر ملنے کے بعد وہ کچھ کام بھی کر سکیں گے) کیونکہ اللہ
 تعالیٰ فرماتے ہیں ومن نعمہ ننکسہ فی الخلق جس کو ہم لمبی عمر دیتے ہیں اس کو
 پیدائشی حالت کی طرف الٹا لوٹا دیتے ہیں (چنانچہ مشاہدہ ہے کہ بڑھاپوں کی
 طرح کمزور و محتاج عاجز ہو جاتا ہے اس کا مزاج بھی بچوں جیسا ضدی ہو جاتا
 ہے تو لمبی عمر کی امید پر جوانی کو برباد کرنا اور قوت کے زمانہ میں کام نہ کرنا
 سخت نادانی ہے)

مخلوق سب کی سب محتاج اور عاجز ہے | اپنی نظر کے منتہی اور نگاہوں کا
 مرکز مخلوق کے دیدار کو نہ بننا

(اور ان کی حالت کو دیکھ دیکھ کر حرص نہ کرو کہ یہ لوگ بڑے آرام و راحت میں ہیں

کیونکہ مخلوق میں بادشاہوں، یا متوسط (درمیانی) درجہ کے لوگ، یا چھوٹے درجہ کے آدمی، عاجزی اور احتیاج اور ذلت و مسکنت میں سب کی حالت برابر ہے، (مگر) آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں جن سے خدا تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی حالت کو چھپا رکھا اور سب میں (حقیقہ طور سے) اپنا حکم چلا رکھا ہے (اس لئے ایک کو دوسرے کی حالت کا پتہ نہیں اگر تحقیق کیا جاوے تو جس کو تم نے بڑی راحت میں سمجھ رکھا ہے تم سے زیادہ تکلیف میں نظر آئے گا ۱۲) پس عقلمند وہ ہے جو اس حقیقت کو سمجھے، اور مخلوق سے بھی نگاہ پھیرے اور اس کے پردہ سے بھی (یعنی ساز و سامان سے) اور واحد قیوم کی طرف جو ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہیگا نہ اس کو نیند آتی ہے نہ اونگھ (متوجہ ہو کر) التجا کرے (جو کچھ مانگتا ہو اسی سے مانگے، اللہ الخلق والا مدرسنہ لو پیدا کرنا اور حکم کرنا خدا ہی کا کام ہے) نہ اس کے سوا کوئی خالق ہے نہ حاکم پھر تم دوسروں کی طرف کیوں جاتے ہو) علماء کی زبانوں کو جیکہ ان کے ایسا کام نہ کرو جس پر علماء اعتراض کریں ساتھ ظالموں کے دل اور

بے دینوں کی جرات اور کافروں (فاسقوں) کی بدی شامل ہو (اپنے اوپر) نہ کھولو، (ایسے علوم و حقائق بیان نہ کرو جس پر علماء گرفت کریں نیز علماء ظاہر کے عیوب بھی بیان نہ کرو اس سے وہ تمہارے پیچھے پیڑ جائیں گے) اور جب تم خود زبان کھولو تو اپنے تمام اعضاء اور دلوں کو ان کاموں سے روکو جو اللہ تعالیٰ کو جو بادشاہ عادل مہربان سب کچھ جاننے والا ہے ناخوش کرنے والے ہیں یہی اللہ کے ساتھ (تعلق رکھنے کے لئے) بہتر ہے، اور یہی لوگوں کے ساتھ (معاملہ رکھنے میں) اچھا ہے، اور یہی خود تمہارے اپنے واسطے بھی بہتر ہے، خلوت (تنہائی) میں بھی، اور جلوت (مجلس میں) بھی، مرتے وقت

بھی (قبر سے) اٹھنے کے وقت بھی، سوال و جواب کے وقت بھی، کیونکہ اس صورت میں تم کو اپنا نامہ اعمال دیکھ کر پریشانی نہ ہوگی، بلکہ خوشی ہوگی اور اگر خدا کو ناراض کرنے کے کام کئے تو نامہ اعمال دیکھ کر سخت پریشانی ہوگی۔ یہ کتاب جس کا نام اعمال نامہ ہے، نہ کسی چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے، نہ بڑی بات کو، بلکہ سب کو گھیرے ہوئے ہے (جو کچھ کرو گے سب اس میں درج پاؤ گے)، اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والی آنکھوں کو بھی جانتے اور دل میں چھپی ہوئی باتوں کو بھی جانتے ہیں (پس نگاہ کی خیانت اور دل کی باتیں سب نامہ اعمال میں درج کی جاتی ہیں) اللہ اللہ! میں تم کو تعمیل حکم کے طور پر اللہ سے ڈراتا ہوں، کیونکہ علماء کو خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈراتے رہیں اور اللہ تعالیٰ خود بھی تم کو اپنے سے ڈرنے کا حکم دیتے ہیں، پس (میری) نصیحت کو قبول کرو اللہ تعالیٰ کا حکم بجالاؤ۔

خبردار! اللہ تعالیٰ سے لڑائی مول نہ لینا، کیونکہ اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کرنا والا (کبھی) کامیاب نہیں ہوا، اور اللہ تعالیٰ سے دوستی کرنے والا (کبھی) ذلیل نہیں ہوا، الا ان ادلیاء اللہ لا خوف علیہم ولا هم یجزون سن لو! اللہ کے دوستوں کو نہ کوئی خطرہ ہے نہ ان کے پاس غم آتا ہے (اور ولایت حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ توحید و اخلاص حاصل کرو جس کا طریقہ یہ ہے کہ موحّد بن مخلصین کا دامن پکڑو جن کو سینہ بسینہ یہ دولت توحید و اخلاص ملی ہے یعنی حضرات صوفیہ کرام) اولیاء اللہ کی سندیں صحیح طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی ہیں، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے صحابہ نے کلمہ توحید (لا الہ الا اللہ) الگ الگ بھی سیکھا ہے، اور جماعت میں بھی، اور صحابہ ہی سے اس گروہ (صوفیہ) کے سلسلے ملے ہوئے ہیں، چنانچہ شہداء بن اوس (صحابی رضی اللہ

عند) فرماتے ہیں کہ ہم (ایک بار) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کوئی اجنبی تو نہیں، یعنی یہودی (یا منافق) ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ نے دروازہ بند کرنے کا حکم دیا اور فرمایا اپنے ہاتھ اٹھاؤ اور کہو لا الہ الا اللہ ہم نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور لا الہ الا اللہ کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دیر میں فرمایا الحمد للہ، اے اللہ آپ نے مجھے اس کلمہ (طیبہ) کے ساتھ بھیجا، اور مجھے اس (کی پابندی) کا حکم دیا، اور اس پر مجھ سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے، اور آپ اپنے وعدہ کا خلاف نہیں کرتے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہم سے) فرمایا ہاں بشار (اور خوشخبری) حاصل کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو بخش دیا ہے، یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا جماعت صحابہ کو (کلمہ) کی تلقین کرنے کا۔ اب رہ گیا الگ الگ تلقین کرنے کا طریقہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح ثابت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اللہ تک پہنچنے کا نزدیک تر راستہ بتلا دیجئے جو بندوں پر آسان بھی ہو اور اللہ کے نزدیک سب راستوں سے افضل بھی ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنی باتیں میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام نے کہی ہیں ان سب میں افضل لا الہ الا اللہ ہے، اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین ترازو کے ایک پلڑے میں ہوں اور لا الہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں ہو تو لا الہ الا اللہ سب سے زیادہ وزنی ہوگا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک زمین پر (ایک بھی) لا الہ الا اللہ کہتے والا ہے گا قیامت

لہ اس سے معلوم ہوا کہ علماء اور اولیاء کی جماعت دنیا کے بقا کا سبب ہے مگر انہیں جہل نہیں کو سب سے زیادہ نکما سمجھا جاتا ہے ٹھہرا بھی معلوم ہو جائے گا کہ نکما کون تھا اسے یاس کہ تا طویل قیامت زندہ آں تو نیک آید دان ماہ: وسوف یعلمون حین یرون العذاب من اصل سبیل ۱۲

نہ آئے گی اس پر حضرت علیؑ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں (لا الہ الا اللہ کا) ذکر کیوں کر کروں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آنکھیں بند کرو اور تین دفعہ مجھ سے (اس ذکر کو) سنو! پھر تم تین دفعہ یہی ذکر کرو اور میں سنوں! اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی (مبارک) آنکھیں بند کر کے بلند آواز سے تین دفعہ لا الہ الا اللہ کہا اور حضرت علیؑ سنتے رہے پھر حضرت علیؑ نے آنکھیں بند کر کے بلند آواز سے تین دفعہ لا الہ الا اللہ کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنتے رہے اسی کے موافق جماعت صوفیہ کا طریقہ سلسلہ بسلسلہ چلا آ رہا ہے اور (اسی کی برکت) سے ان کی توحید کامل ہوئی، اور غیر خدا سے وہ بالکل علیحدہ ہو گئے آثار (و اسباب) کی تاثیر کا وہم بھی ان کو نہیں ہوتا، انھوں نے خالص اعتقاد (توحید) کے ہاتھوں سے تاثیر کو موثر (حقیقی الشجیل شانہ) کی پیر کر دیا ہے (کہ درحقیقت موثر اور مسبب الاسباب وہی ہے ظاہری اسباب تدبیر محض برائے نام بہانہ ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اسباب و تدبیر سے کام نہیں لیتے جہاں اسباب و تدبیر کے اختیار کرنے کا حکم ہے وہاں وہ سب سے زیادہ کام لیتے ہیں مگر نظر اللہ پر ہوتی ہے اسباب و تدبیر پر نہیں ہوتی) یہ لوگ

لہ اور کا مضمون تو احادیث صحاح میں نظر سے گذرا ہے مگر اگر مضمون نظر سے نہیں گذرا اور ذوق کہتا ہے کہ محدثین کے طریقہ پر اس کا ثبوت نہیں ہے گو صوفیہ کے طریقہ پر ثابت ہو اور مجھے حضرت رشیدی سیدی مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ نے ذکر لا الہ الا اللہ اسی طرح تلقین فرمایا تھا جس طرح اس جگہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے اور حضرت شیخ نے تلقین کے بعد یہ بھی فرمایا تھا کہ مشائخ کا معمول اسی طرح ہے اور حضرت علیؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سیکھا ہے وہی سلسلہ بسلسلہ مشائخ میں چلا آ رہا ہے پھر جب احقر نے عرصہ تک ذکر جہر میں لا الہ الا اللہ پر اسی طرح مواظبت کی تو ایک بار حضرت شیخ نے اپنی مجلس میں فرمایا کہ ما شاء اللہ اس کا ذکر نفی و اثبات کامل ہو گیا ہے۔

اوکفات ال و ہذا من فضل ربی واللہ اعلم ۱۲ ظ

استقامت کے پیروں پر کھڑے ہو گئے تو ان کی معرفت بھی کامل ہو گئی اور ان کا طریقہ بھی بلند ہو گیا پس تم بھی اللہ تعالیٰ سے اسی طرح معاملہ کرو جیسا ان حضرات نے کیا تم کو بھی اس جماعت سے مناسبت (اور تعلق) ہو جائے گا ان کے پیچھے پیچھے تمہارا بھی کام بن جائیگا اور تمہارا قدم ان کے قدم پر پڑتا رہے گا۔ (پھر جہاں وہ پہنچے ہیں تم بھی پہنچ جاؤ گے)

سمع کی حقیقت | ان حضرات نے سماع سنا اور ان کے دل خوش ہو گئے مگر وہ ابھی بات سنتے ہیں تو اس کا اتباع کرتے ہیں

اور بُری بات سنتے ہیں تو اس سے بچتے ہیں (اب ان کے سماع کی حقیقت سنو) ان حضرات نے حلقے مقرر کئے، اور ذکر کی مجلسیں (جا بجا) کھولیں اور (ذکر سے) ان کو وجد ہوا، ان کے نفوس پاکیزہ ہو گئے، ان کی رو میں بلند ہو گئیں، ان پر حالت ذکر و سماع میں اخلاص کی بجلیاں چمکنے لگیں، اب تو ان کو دیکھئے گا کہ موجودات کی حالت سے بے خبر ہو گئے اور غیب کی حالت سے خبردار ہو گئے پھر وہ ان شاخوں کی طرح ہلنے لگے جو ہوا کی وجہ سے ہلتی ہیں خود نہیں ہلتی (اسی طرح یہ حضرات وارد غیبی کی وجہ سے حرکت کرتے ہیں خود حرکت نہیں کرتے) یہ حضرات (وجد میں) لا الہ الا اللہ کہتے ہیں، اور خدا کے سوا کسی چیز میں ان کا دل مشغول نہیں ہوتا۔ وہ اللہ کہتے ہیں اور صرف اللہ ہی کی بندگی کرتے ہیں (وہی ان کا مقصود ہے اور کچھ مقصود نہیں، کبھی ہو کہتے ہیں اور اسی میں حیران ہوتے ہیں، نہ دوسرے کی (یاد میں) جب گانے والا ان کو گانا سنا تا ہے تو اس سے (محبت کا) تذکرہ سنتے ہیں جس سے ان کی ہمتیں اللہ کی محبت اور یاد میں

ملہ بزرگان سلف کا سماع پس یہی تھا کہ حلقہ ذکر میں کوئی گانے والا خوش الحانی کے ساتھ عاشقانہ کلام گاتا تھا باجر اور ڈھولکی سے ان کو کچھ واسطہ نہ عاشقانہ کلام سننے کا منشا یہ تھا (بقیہ صفحہ ۱۰۲)

بلند ہو جاتی ہیں، عزیز من! تم یہ کہہ سکتے ہو کہ ذکر تو عبادت ہے پھر اس کے حلقہ میں عاشقانہ کلام کیوں سنا جاتا ہے؟ اور بزرگوں کے نام کیوں لئے جاتے ہیں (یعنی عشاق عارفین کا تذکرہ حلقہ ذکر میں کیوں ہوتا ہے) مگر تم سے ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ نماز تو سب عبادتوں سے افضل اور بڑھ کر ہے، اور اس میں کلام اللہ کی قرارت کی جاتی ہے حالانکہ قرآن میں کہیں وعدہ ہے کہیں وعید ہے کہیں حیر و قصور کا تذکرہ ہے کہیں موسیٰ علیہ السلام (ابراہیم علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام) کا اور کہیں فرعون و عاد و ثمود کا قصہ ہے (اور تشہد میں ہے السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین) جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہے اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں پر۔ تو یہاں بھی صالحین کا ذکر موجود ہے) اور اس سے نہ نمازی مشرک ہوتا ہے، نہ نماز کے میدان سے باہر جاتا ہے نہ بندگی کی حد سے نکلتا ہے۔ اسی طرح جب ذکر گانے والے کی زبان سے وصال محبوب کا تذکرہ سنتا ہے تو اپنے پروردگار سے ملنے کی تمنا کر کے خوش ہوتا ہے، (اور جو اللہ سے ملنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ملنا چاہتے ہیں۔ جب وہ گلے والے کو فراق کا تذکرہ کرتے ہوئے سنتا ہے موت کے لئے تیار ہو جاتا ہے، اور دنیا کی محبت سے دل کو خالی کر لیتا ہے (کیونکہ) دنیا کی محبت ہر گستاہ کی جڑ ہے (اور گستاہ اللہ تعالیٰ سے جدائی پیدا

(باقی صفحہ ۱۰۱) کہ جذبات محبت عاشقان مجازی اور عاشقان حقیقی میں یکساں ہوتے ہیں عاشقان مجازی کو بھی اپنے محبوب کی یاد میں لذت آتی ہے۔ عاشقان حقیقی کو بھی اور عاشقان مجازی کو بھی ہر وقت اپنے محبوب ہی کے دھیان میں رہتے ہیں وہی ہر چیز میں نظر آتا ہے عاشقان حقیقی کو بھی، اسی طرح وہ تمام حالات جو عاشقان حقیقی کو پیش آتے ہیں عاشقان مجازی کو بھی قریب قریب پیش آتے ہیں اس لئے ان جذبات محبت کو سن کر عارفین کے جذبات محبت کو ترقی ہوتی اور عشق کی آگ بھڑکتی ہے خوب سمجھ لو ۱۲ ظ

کرتا ہے) گانے والے کو نیز گول کا ذکر کرتے ہوئے سنا تو اللہ کے دوستوں کی
محبت کو اللہ کے قرب کا وسیلہ بناتا ہے، غرض (اس طرح کا) یہ سماع بھی اللہ کی
طرف پہنچنے کے راستوں میں سے جو تمام مخلوق کے سانس کی شمار کے برابر ہیں
ایک راستہ ہے ۵

غنی بھم حادی الاحیة فی الدجے فاطر منہم انفسا و قلوبا
فادامہ مقطوع الجناح بشینۃ و ہوا ارادہ الواحد المطلوب
رات کی تاریکی میں محبوب کی تعریف گانے والے نے ان کو گانا سنایا تو ان کے
دلوں اور جانوں کے پرچھے اڑا دیئے، پھر جس کا بازو ٹوٹا ہوا تھا اس نے تو
شبینہ ہی کا قصد کیا اور عارفین نے واحد مطلوب (اللہ جل شانہ) کا قصد کیا
یعنی جو لوگ شہوات و لذات نفس میں گرفتار ہیں وہ تویلی اور شبینہ وغیرہ
جیسی عورتوں کا نام اشعار میں سن کر عورتوں ہی کے حسن و جمال کو یاد کرتے
اور ان ہی کے خیال میں لگے رہتے ہیں مگر عارفین ان ناموں کو سن کر اپنے محبوب
حقیقی کو یاد کرتے ہیں اور کہتے ہیں ۵

حسن خویش از روئے خوبان آشکارا کردہ پس کشیم عاشقاں خود را تماشا کردہ
ہاں جھوٹے (صوفی) سے مواخذہ کیا جائے گا "اس پر سماع سننا حرام ہے اس کو
تاکید کی جائے گی کہ جب تک سچا حال (پیدا) نہ ہو جائے مجالس سماع میں حاضر نہ
ہو یہ کہاں اور وہ (عارفین) کہاں؟ وہ تو فرشتوں میں شمار کئے جانے کے لائق ہیں
(کیونکہ شہوات و لذات نفس کو پاؤں کر چکے ہیں) انھوں نے اپنے نفوس پر غلبہ
راور قابو پالیا ہے ان کے نفس مر گئے ہیں، وہ روح کے بازوؤں سے اڑتے ہیں
جو ان کو لے جا کر (اللہ تعالیٰ کے) قریب اور بہت قریب کر دیتے ہیں ایسے لوگ

۱؎ غالباً حلقہ سماع میں عاشقانہ اشعار کے بعد شجرہ سلسلہ بھی منظوم کلام میں پڑھا جاتا ہو گا ۱۲ ظ
۲؎ ایک عورت کا نام ہے جس کا تذکرہ غالباً بشاعر شاعرز یادہ کرتا ہے ۱۲ ظ

بہت کم ہیں انھوں نے (دلوں میں) اخلاص پیدا کیا، اور غلامی کی قید سے چھوٹ گئے آزادی کا درجہ پالیا، خدا کے سوا کوئی ان (کے دلوں) پر فتاویٰ یافتہ نہیں، سچ یہ ہے کہ آزاد یہی ہیں، بلکہ پورے آزاد ہے، خواہ راحت میں ہوں یا تکلیف میں خدا کسی کہنے والے پر رحم کرے (خوب کہتا ہے)

اتمنى على الزمان محالا ان تری مقلتای طلعة حشر

میں زمانہ سے ایک محال بات کی تمنا رکھتا ہوں، کہ میری آنکھیں کسی آزاد کا چہرہ دیکھ لیں، (مگر زمانہ میں آزاد بہت کم ہیں، سب اپنی خواہش، و ہوا و ہوس، اور نفس کے غلام ہیں دنیا میں اگر کوئی آزاد ہے تو وہ صرف عارفین کا ملین ہیں، جو ایک کی غلامی کا طوق گلے میں اڑال کر سب کی غلامی سے بچل گئے، مگر ایسے لوگ کہاں ہیں) عزیز من! میں یہ بات، کہ ایسے لوگ گذر گئے۔ اس وقت کے بزرگوں سے بدگمانی کر کے نہیں کہتا، بلکہ اکثر کے اعتبار سے کہہ رہا ہوں (کہ آجکل زیادہ لوگوں کی حالت یہی ہے کہ صدق سے خالی اور خلوص سے کورے ہیں) یہ مطلب نہیں کہ اللہ والوں سے دنیا خالی ہے نہیں بعضے فخلص اور سچے بھی ہیں اور ہر زمانہ میں ہوتے رہیں گے مگر اکثر کی حالت کو دیکھو تو، ہم ایسے زمانہ میں ہیں جس میں جہالت عام ہے، یہودگی پھیلی ہوئی ہے، جھوٹے دعوے شائع ہوتے رہتے ہیں منگھڑت روایتیں بیان کی جاتی ہیں، ہم کیا کریں، کس پر غصہ کریں آجکل اکثر (صوفیہ) نے بھی یہی مسلک اختیار کر رکھا ہے کہ دارہم مادمت فی دارہم و جتھم مادمت فی جتھم لوگوں کی مدارات کرتے رہو جب تک ان کے گھر میں رہتے ہو، اور ان کو سلام کرتے رہو جب تک ان کے محلے میں

۱۲ یعنی دنیا میں ۱۲ حضرت شیخ کا یہ مطلب نہیں کہ یہ قول غلط ہے قابل عمل نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کا استعمال غلط طور پر کیا جاتا ہے لوگوں نے اس قول کو صلح کل معنی (بقیہ صفحہ ۱۰۵) پر

رہتے ہو، لیکن (میں پوچھتا ہوں) ایسی مدارات سے کیا فائدہ جس سے ان پر تکبر غالب ہو جائے؟ اور ایسے سلام سے کیا نفع؟ جو ان کی غفلت کو پختہ کرتا رہے (کیونکہ جب اہل اللہ دنیا داروں کی مدارات کرتے ہیں تو وہ اپنے دل میں خیال کرتے ہیں کہ ہم بھی بڑے آدمی ہیں کہ بزرگ ہماری تعظیم کرتے ہیں اور جب سلام کرتے ہیں تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری حالت اچھی ہے اگر بری ہوتی تو بزرگ لوگ ہم کو سلام کیوں کرتے ۱۲ اصدح بما تو مروا عرض عن الجاہلین ۵ (اے صوفی!) جس بات کا تجھ کو حکم دیا گیا ہے اس کو صاف صاف کہہ اور جانوں کی پروا نہ کر (اچھی باتوں کا حکم کر) بری باتوں سے لوگوں کو روکتا رہ! اب بتلاؤ یہ صوفی جن کی حالت یہ ہے کہ ابھی تک نفس کی قید میں گرفتار ہیں سماع کے قابل کس طرح ہو سکتے ہیں! میں ایسے سماع کو لے کر کیا کروں؟ جس میں بغیر دل (کی حرکت) کے لوگ اچھلتے ناچتے ہیں، نفس کی گندگی نے ان کو سر سے پیر تک گھیر رکھا ہے یہ لوگ اس ناقص حالت میں صرف کوٹنے نہچنے سے ذاکرین میں کیوں کر شمار ہو سکتے ہیں ۵

(بقیہ صفحہ ۱۰۴) ہذا ہمت پر محمول کر لیا ہے حالانکہ قائل کا مطلب صرف یہ ہے کہ حق بات کو نرمی کے ساتھ ظاہر کر دینا ہے مگر تاؤ کر کے لوگوں کو اپنا دشمن نہ بناؤ چنانچہ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے ۵
لاتخالفہم حبیبی دارہم ۶ یا غریبا نازلانی دارہم ۶ اعطاماشاؤ اور اموالہم ۶ یا طیعنا ساکنان فی ارضہم ۶
موسیٰ در پیش فرعون زمن ۶ نرم باید گفت قولنا لینا ۶ نرم گو لیکن گو غیر صواب ۶ دوسرے مفردش درین خطاب شعر ثالث تا آخر اس مطلب پر صریح قرینہ ہے جو ہم نے بیان کیا اس مطلب کی تردید حضرت شیخ کو منظور نہیں بلکہ آپ اس مطلب کی تردید فرمانا چاہتے ہیں جس کے لئے کسی اندھے حافظ نے یہ شعر بنایا ہے ۵ حافظ اگر وہاں خواہی صلح کن یا خاص و عام با مسلمان اللہ اللہ بابرہن رام رام ۵ یہ شعر حضرت حافظ شیرازی کا ہرگز نہیں مگر بعض جہلانے اس کو اپنا دستور العمل بنالیا ہے اور سب کو اسی طرز کی تعلیم دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے کہ یہ تو امر بالمعروف اور احتساب کے دروازہ ہی بند کرنا چاہتے ہیں ۱۲ مترجم بامریدہ حکیم الامتہ دام مجدہ و علاہ ۵

و رب تال تلی القرآن مجتہدا بین الخلائق و القرآن یلعنہ

(ان کی حالت ایسی ہے جیسے) بعض تلاوت کرنے والے بہت بنا سنوا کر لوگوں کے سامنے قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن ان پر لعنت کرتا ہے، کیونکہ وہ قرآن پڑھتے ہوئے بھی اس کے خلاف کام کر رہے ہیں، قرآن اللہ کی طرف بلاتا ہے اور یہ عین تلاوت کے وقت مخلوق کی طرف جا رہے ہیں) اللہ کے کچھ فرشتے عرش کے نیچے ہیں خوب صورت نوجوان ہیں وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں، اور ناپختہ ہیں اللہ کی یاد سے ان کو نشاط ہوتا ہے، یہ وہ روحیں جو اللہ کے لئے اللہ کی (یاد کے) ساتھ ناپختہ (کو دیتے) ہیں اور تو بیچارہ اپنے نفس کے لئے نفس کو ساتھ لئے ہوئے ناپختہ ہے، وہ لوگ (حقیقت میں) ذاکر ہیں اور تو خسارہ اور فتنہ میں مبتلا ہے یہ حضرات صوفیہ، ذکر سے حرکت میں آنے کو اس وقت رقص کہتے ہیں جب اس حرکت کا محرک روح کی طرف سے ہو، (یعنی ذکر میں کوئی روحانی حالت طاری ہو جس سے ذاکر کے جسم کو حرکت ہونے لگے) تو وہ اس رقص کو روح کی طرف منسوب کرتے ہیں، ورنہ اگر رقص کا سبب کوئی روحانی حالت نہیں، تو ناپختہ (کو دینے) والے کہاں اور ذاکرین کہاں؟ (دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے) ذاکرین کی طلب سراسر حق ہے، اور ان ناپختہ والوں کی طلب سراسر گمراہی ہے۔

سارت مشرق و سرت مغربا شتان بین مشرق و مغرب

(وہ جماعت) تو مشرق کی طرف گئی اور تو مغرب کی طرف جا رہا ہے، مشرق کی طرف جانے والے اور مغرب کی طرف جانے والے میں تو بڑا فاصلہ ہے جس کا بیان یہ ہے کہ ناپختہ (کو دینے) والے تو جھوٹے ہیں، اور ذاکرین کو خدا تعالیٰ یاد فرماتے ہیں، (وہ ملعون ہیں اور یہ محبوب ہیں) اور ملعون و محبوب میں بڑا فرق ہے

جب تک تم ذکر کی مجلسوں میں قدم رکھو تو مذکور (یعنی اللہ تعالیٰ) کا دھیان رکھو اور ہوش کے کانوں سے (سماع) سنو! جب گانے والا بزرگوں کے نام لے (یعنی شجرہ پڑھے) تو اپنے اوپر بزرگوں کا اتباع لازم کر لو تاکہ ان کے ساتھ رہو (کیونکہ) آدمی اسی کے ساتھ رہتا ہے جس سے وہ محبت رکھتا ہے (اور محبت اطاعت و اتباع کا نام ہے) اپنے اوپر ان جیسے اخلاق و عادات اختیار کرنا واجب کر لو! ان کے حال اور سچا و جد لو! سچا و جد خدا کو پانا ہے، اپنی خواہش سے کوئی کام نہ کرو (جس و جد میں اپنی خواہش کو دخل ہو وہ وجد نہیں۔ سچا و جد وہ ہے جو دل میں خدا تعالیٰ کی محبت یا عظمت و ہیبت یا جلال و جمال کے غلبہ سے پیدا

ملے ناظرین نے اس مقام سے سماع کی حقیقت غالباً سمجھ لی ہوگی اور ان کو یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ آجکل کا سماع جس کا نام قوالی ہے بزرگوں کے سماع سے کوسوں دور ہے، بزرگوں کا سماع دراصل مجلس ذکر کا نام ہے ذکر میں کبھی کبھی مجتمع ہو کر ذکر کرتے تھے اور ذکر کے درمیان میں کوئی شخص محبت کی آگ بھڑکانے کے لئے بزرگوں کے اشعار یا سلسلہ کا شجرہ منقولہ مرید یا کسی عاشق کا عاشقانہ کلام پڑھ دیتا تھا جس سے بعض ذکرین پر وجد طاری ہو جاتا تھا اور اس مجمع میں سب ذکر کرتے ہوتے تھے گانے والا بھی ایک ذکر ہی ہوتا تھا۔ باجہ ڈھول کی سے ان کو کچھ واسطہ نہ تھا۔ اب آجکل کی قوالی کو جس میں قوال رند مشرب، بے نازی، دائرہ منڈے اور اہل مجلس بھی سب قسم کے کوئی نیک کوئی بد، پھر ذکر اللہ سے اس مجلس کو کوئی واسطہ نہیں۔ نہ کوئی ان اشعار کا مطلب سمجھتا ہے جو قوال نے گائے صرف ڈھول کی اور ستار کی آواز سے لطف لیا جاتا ہے۔ اس کو بزرگوں کے سماع سے کیا تعلق؟ بلکہ بخدا اس کو سماع کہنا بزرگوں کے سماع کو بدنام کرنا ہے امید ہے کہ قوالی سننے والے اس مقام کو انصاف اور غور سے مطالعہ کر کے صحیح راستہ معلوم کر لیں گے پھر بزرگوں نے جو سماع سنا ہے حالانکہ اس میں بظاہر کچھ خرابی نہیں معلوم ہوتی لیکن اس پر بھی ناقصین کو وہ سختی کے ساتھ منع کرتے تھے ان کے لئے سماع کو ناجائز قرار دیتے تھے جیسا اس مقام پر صاف صاف مذکور ہے ۱۲

میں یہ نہیں کہتا کہ مجھے سماع سے نفرت ہے، کیونکہ میں اس درجہ پر پہنچ چکا ہوں کہ بات کو سن کر اس کے اچھے مضمون کا اتباع کیا جائے بلکہ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ناقص کو سماع کی اجازت نہیں اس کو ضرر ہوتا ہے۔

جو درویش اس درجہ کو نہیں پہنچے میں ان کے لئے سماع کو پسند نہیں کرتا، کیونکہ اس میں بہت (فتنے اور) بلائیں ہیں جو سخت گناہوں میں پھنسانے والے ہیں جس شخص کا نفس مہنوز شہوات و لذات کی قید سے نہیں نکلا سماع سے اس کی شہوت و لذت نفسانی کو ترقی ہوتی ہے جو تمام گناہوں کی جڑ ہے اس لئے ناقص کو سماع کی اجازت نہیں ہو سکتی اور اگر کسی کو ایسی ہی مجبوری ہو تو گائیوالا دیندار مخلص ہو، جو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت سنائے، اللہ تعالیٰ کی (حمد پڑھ کر خدا کی) یاد تازہ کرے، اور بزرگوں کا تذکرہ کرے اس سے آگے نہ بڑھے، (عشاق کا عاشقانہ کلام جس میں معشوق کے خط و خال فراق و وصال کا ذکر ہو ہرگز نہ سنائے یہ تو وہ آداب تھے جن کی رعایت کرنا سماع کے اندر مریدوں پر لازم ہے) اور مرشد عارف کے ذمہ یہ (بات) ضروری ہے کہ سماع سے خاص اثر لے کر اللہ تعالیٰ کے اذن و قدرت سے اہل مجلس کے دلوں پر بھی وہ اثر پہنچائے، کیونکہ رشیخ کا حال (مرید میں) اس طرح پہنچتا اور سرایت کرتا ہے جیسا خوشبو ناک میں پہنچتی ہے، اور اخلاص کا ایک نقطہ

لہ مثلاً قبض شدید ہو مراد باطنی قبض ہے جس میں قلب کیفیات محبت و طلب کے بالکل خالی اور کورا ہو جاتا ہے اس وقت اگر کوئی تدبیر نافع نہ ہو تو خاص شرائط کی ساتھ سماع کی اجازت ہے اور وہ شرائط شیخ کے کلام میں مذکور ہیں کیونکہ قبض شدید میں اندیشہ ہلاکت ہے ایسی حالت میں فقہاء بھی تدادی بالحریم کو جائز کہتے ہیں ۱۲ ظ

بھی کیسیا ہے، جس کو اخلاص سے حصہ ملا ہے اس کا اثر دوسروں پر ضرور ہوگا اس لئے شیخ کو اخلاص میں کمال حاصل کرنا چاہیے وہ جتنا فخلص ہوگا اتنا ہی اپنے متعلقین کو رنگ دیگا) مرد وہ ہے جو اپنے حال سے (مریدوں کی) تربیت کرے نہ وہ جو تنہا باتوں ہی سے تربیت کرے اور جو شخص حال و مقال دونوں کا جامع ہو (کہ حال سے بھی تربیت کرتا ہو اور زبان سے بھی روک ٹوک کرتا نصیحت کرتا علوم و معارف بیان کرتا رہتا ہو) وہ تو بڑا کامل مرد ہے۔

(اے قوم) تم نے یہ (بلند احوال کے) لشکر احوال سے کام لینا چاہیے | اس واسطے لئے ہیں تاکہ ان کے ذریعہ

سے کافروں، بے دینوں، گمراہوں کی شوکت کا قلع قمع ہو جائے اس زمین پر جن لوگوں کے دلوں میں کھوٹ ہے ان کو مرعوب کر دیا جائے، دین کا بول بالا، اور مسلمانوں کی عزت کو مستحکم کر دیا جائے، تمہارا کام اچھا ہے، اگر اس کے ساتھ نیت بھی اچھی ہو تمہارے واسطے پوری خیر ہے اگر تم اپنے تمام احوال کو کتاب و سنت کی طرف راجع (کر کے اس کے موافق حالت بنائے) رکھو گو کسی درجہ میں سہی ورنہ تمہارے احوال بھی برے تمہارے اعمال بھی برے، تمہاری باتیں بھی بری، بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر تمہارے ڈھنگ بھی بُرے ہوئے تو تم میں اور عوام میں بجز عامہ اور وضع کے کچھ فرق نہ ہوگا پس ان لوگوں میں سے بنو جو اللہ کے دوست اور اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر

لہ یعنی اگر ہر حالت میں کامل اتباع سنت نہ ہو تو کم از کم اتنا ہی ہو کہ شریعت کے خلاف کوئی حالت نہ ہو تقویٰ کامل نہ ہونا قص ہی سہی، عزائم پر عمل نہ ہو تو رخصت ہی پر سہی اور احتیاط پر عمل نہ ہو تو فتویٰ ہی پر سہی، ایسا نہ ہو کہ کتاب و سنت کی نافرمانی کرنے لگو ۱۲ ظ

پہنچنے والے ہیں، ان میں سے نہ بنو جو خدا کے دشمن اور اللہ تعالیٰ کے (دربار) سے دور کئے ہوئے ہیں، بزرگو! دجال اور شیطان کے طریقہ سے دور رہو اور اس راستہ سے بھی بچو جو ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرف لیجاتا ہو، شیطان کو خالص ایمان (اور عبیت) سے شرمندہ کر دو، اور مکروفر کے بازار کو سچائی (اور خلوص) کے ہاتھوں سے اجاڑ دو،

راستہ کھلا ہوا ہے | راستہ کھلا ہوا ہے
اور توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رست

کو دل سے مانتا، سب ارکان سے مقدم ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ مومن کے (تعلق اور خاص) حالت (کا مقتضایہ ہے کہ حرام کاموں سے بچت رہے، پس یہی راستہ ہے، اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ مومن کی جو حالت (اور جو تعلق) ہے اس کا مقتضایہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرے۔

اور ذکر کے آداب میں سے سچا ارادہ اور پوری طرح عاجزی | ذکر کے آداب
وانکساری، اور تمام عالم سے یکسو ہو جانا، اور عبیت

(و بندگی) کے قدم پر مضبوطی کے ساتھ کھڑا ہو جانا، اور جلال (الہی) کا لباس پہن لینا ہے، یعنی اپنے اوپر خدا کا خوف و جلال اتنا غالب کرے کہ اس کی صورت دیکھ کر یہ معلوم ہو کہ خدا سے ڈر رہا ہے (۱۲) یہاں تک کہ ذکر کو اگر کوئی کافر بھی دیکھے تو اس کو یقین ہو جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کو ماسوا سے بالکل الگ ہو کر یاد کر رہا ہے، اور جو کوئی بھی دیکھے اس پر اس کی ہیبت

لہ دجال کا طریقہ مکروفریسا ہے اور شیطان کا طریقہ مکبر و غرور ہے ۱۳ ظ

لہ الحمد للہ ہم نے اپنے اکابر کو ایسا ہی پایا ہے حضرت سیدنا شیخ الوقت مولانا گنگوہی قدس سرہ حضرت مرشدی مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ کی نماز ایسی ہی تھی کہ اس کو ایک دفعہ کافر بھی دیکھ کر کہہ دیتا تھا کہ یہ شخص اللہ کی نماز پڑھ رہا ہے اور دوسرے نہ معلوم کس کی پڑھ رہے ہیں (باقی صفحہ ۱۱۱ پر)

طاری ہو جائے، اور دیکھنے والے کے دل پر اس کی ہیبت کی بجلیوں کا ایسا اثر ہو کہ اس کے برے خیالات (اور بیہودہ خطرات) کے کبار کوڑے کو ہوا کے ذروں کی طرح اڑا دے، اور اگر کسی ذاکر کی حالت اس طریقہ پر نہ ہو تو عام طور پر ذاکر کی اچھی حالت کا معیار استقامت اور باتوں کا ضبط (و انضباط) اور باطنی وظاہری آداب کا جامع ہونا ہے، جتنا بھی ہو سکے اور مخلوق میں سے کسی طرف دیکھنے سے نگاہ کو روک لینا (یعنی خدا کے سوا کسی سے امید اور خوف نہ رکھنا) اسے الشہم کو ان لوگوں میں سے کیجئے جن کے اعضاء (بدن) پر آپ نے اپنے مراقبہ اور (دھیان) کی مضبوط بیڑیاں لگا دی ہیں، کہ اب وہ آپ کے سوا کسی کی طرف مائل ہی نہیں ہو سکتے) اور ان کے باطن پر اپنے مشاہدہ کے مخفی گواہ قائم کر دیئے ہیں، پھر ان پر اٹھتے بیٹھتے (اسم رقیب کی) ہوا چلنے لگی تو شرمندگی سے انھوں نے سر جھکا لیا اور سجدہ میں پیشانی رکھ دی اور غایت ذلت کی وجہ سے آپ کے دروازہ پر نازک چہرے اور رخسارے بچھا دیئے، تب آپ نے ان کو اپنی رحمت سے انتہائے مقصود عطا فرمایا۔

وصلی اللہ علی سیدنا محمد و علی آلہ و اصحابہ وسلم۔ اے درویش! قرآن مجید کا اتباع کر، آثار سلف کی پیروی کر (میری دعا کے بھروسہ پر نہ رہ!) میں کیسا چیز ہوں کہ تیرے لئے دعا کروں میری مثال تو بس ایسی ہے جیسے دیوار پر لکھا

(باقی صفحہ ۱۱) اور ان حضرات کے چہرے سے ذکر اللہ کا جلال بھی برستا تھا جو دیکھتا اس پر ہیبت طاری ہو جاتی تھی اور اس وقت اس حالت کاملہ کا زندہ نمونہ کوئی دیکھتا چلا ہے تو حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی مدظلہ العالی کو دیکھے ۱۲ ظ افسوس آن قدر شکست و آں ساقی زمانہ قدس اللہ سرہ و اعلیٰ درجہ ۱۲ ظ

لہ الرقیب اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور ساکب پر سلوک کے درمیان اللہ تعالیٰ کے اسرار کی تجلی ہوتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ عارفین پر اسم الرقیب کی تجلی ہونی جس کے معنی ہیں نگہبان اور ان کو اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہماری ہر حرکت کی نگہبانی فرماتے اور اور اس کو محفوظ رکھتے ہیں تو اس سے ان پر شرمندگی غالب ہو جاتی ہے ۱۲ ظ

مجھ پر بیٹھ گیا ہو جس کی کچھ بھی قدر نہیں ہوتی۔

تواضع | میرا حشر فرعون و ہامان و قارون کے ساتھ ہوا اور مجھے وہی عذاب پکڑے جس نے ان کو پکڑا تھا۔ اگر میرے دل میں یہ خطرہ بھی آئے

کہ میں اس جماعت کا شیخ ہوں، یا ان کا سردار ہوں، یا مجھے اس بات کا دوسرے بھی آئے کہ میں ان میں ہی سے ایک درویش ہوں؛ بھلا ان باتوں کی طرف اس شخص کا نفس کیونکر بلا سکتا ہے جو لاشے ہے، (کچھ نہیں) کسی کام کے قابل نہیں کسی گنتی اور شمار میں نہیں،

بزرگو! اپنے اوقات کو ان کاموں میں ضائع نہ کرو جن سے تم کو کچھ بھی راحت نہیں، تمہارا جو سانس بھی گزرتا ہے شمار کیا جاتا ہے، جن چیزوں سے تم غفلت میں پھنستے ہو ان سے بچو!

وقت اور قلب کی حفاظت کرو | اپنے قلوب اور اوقات کی نگہداشت کرو کیونکہ تمام چیزوں سے زیادہ

قیمتی یہی دو چیزیں ہیں، وقت اور قلب، اگر تم نے وقت کو فضول ضائع کیا، اور دل (کی جمعیت) کو برباد کر دیا تو تم فوائد سے محروم رہ گئے، اور (وقت اور قلب کا برباد کرنا یہ ہے کہ انسان گناہ اور غفلت میں مبتلا ہو جائے اللہ کی یاد اور اطاعت و عبادت سے کسی وقت خالی ہو جائے) خوب سمجھ لو کہ گناہ دل کو اندھا اور سیاہ کر دیتے ہیں، اس کو بیمار اور خراب کر دیتے ہیں۔

لہٰذا جس کلام کو اہل ظاہر تو مبالغہ و کذب پر محمول کریں گے مگر جس پر گزرتی ہے وہی جانتا ہے اسے ذوقِ ایمانی نہ شناسی بخدا تا نہ چشمی؛ انکشاف وجود حق سالک کی ہستی اور اس کی تمام صفات کو اس کے سامنے لاشے اور بیچ ثابت کر دیتا ہے ۱۲ تا

تورات میں لکھا ہے کہ ہر مومن کے دل میں ایک نور حیلہ کرنے والا رہتا ہے۔ جو اس کی حالت پر نالہ و فریاد کرتا رہتا ہے اور منافق کے دل میں ایک کانے والا رہتا ہے، جو ہر وقت گاتا بجاتا رہتا ہے، عارف کے دل میں ایک جگہ ہے جو کسی وقت اس کو خوش نہیں ہونے دیتی، اور منافق کے دل میں ایک جگہ ہے جو اس کو کسی وقت غمگین نہیں ہونے دیتی۔

وجد کی حقیقت | بزرگو! تم اس خانقاہ میں ذکر اللہ کرتے اور وجد کرتے اور نشاط میں حرکت کرتے ہو تو جو علماءِ اہلِ دل

سے) محبوب ہیں یوں کہتے ہیں کہ درویش ناچ رہے ہیں، اور عارفین کہتے ہیں کہ درویش (الشکو) یاد کر رہے ہیں۔ پس جس کا وجد جھوٹا اور نیت فاسد ہے اور اس کا ذکر محض زبان سے ہو، اور (دل کی) نگاہ اغیار کی طرف اٹھی ہوئی ہو، وہ تو واقعی ناچنے ہی والا ہے جیسا علماء (ظاہر) کہتے ہیں، ایسے لوگوں کی نسبت علماء کی بات سچی ہے اور جس کا وجد سچا ہو، اور نیت اچھی ہو، حق تعالیٰ کے اس ارشاد کا مصداق ہو الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ یعنی ان لوگوں میں سے ہو جو بات کو سن کر (لفظوں پر نہیں رہتے بلکہ مطلب اور مراد کا قصد کرتے ہیں، اور سماع سے مراد اس داعی کی بات کو قبول کرنا ہے جس نے ازل میں ہم کو اللہ کی طرف بلایا تھا جیسا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے واذا اخذ ربک من بنی آدم من ظہورہم ذریتہم وانشہم علی انفسہم

۱۱۱ یعنی مومن کے دل میں ایمان کی برکت سے ایک حالت پیدا ہو جاتی ہے جو اس کو فکرِ آخرت کی طرف راغب کرتی اور دنیا سے بے رغبت کرتی ہے اور جتنا وقت ذکر و عبادت سے خالی گذرتا ہے اس پر افسوس و حسرت ظاہر کرتی رہتی ہے اور کافر و منافق کے دل میں کفر کی نحوست ایک حالت پیدا ہو جاتی ہے جو اس کو دنیا کی باتوں میں مست رکھتی ہے فکرِ آخرت کو پاس نہیں آنے دیتی ۱۱۲ ظ

اَلَسْتُ بِزَيْكٍ قَالُوا بَلٰی راس وقت کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور سب کو ان کی ذات سے اس بات پر گواہ کیا کہ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ سب نے کہا کہ کیوں نہیں۔ (بیشک آپ ہی ہمارے پروردگار ہیں) اس آواز کو جس نے سنا، بدون کسی حد اور صفت اور کیفیت کے سنا، اور اس سماع کی حلاوت ان کے دلوں میں جم گئی اور ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتی گئی پھر حبیب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، ان کو بنایا اور ان کی اولاد کو دنیا میں بھیلایا اس وقت یہ بھید ظاہر ہوا جو ان کے (دلوں کے اندر) چھپا دیا گیا تھا، اب جس وقت عارفین کوئی اچھی آواز اور عمدہ کلام سنتے ہیں تو ان کے دل اصلی (حلاوت) کی طرف اڑنے لگتے ہیں جو اس آواز (ازل) سے ان کے کانوں میں (اور کانوں سے دلوں میں) پہنچی تھی، یہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو ابتداء سے پہچاننے والے ہیں، اسی کے واسطے باہم محبت کرتے ہیں، اسی کے لئے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں۔ اسی کو یاد کرتے اور اسی کی یاد میں دوسروں کو بھول جاتے ہیں، ایسا درویش اس قابل ہے کہ اس کو (سمع و وجد میں) ذکر کہا جائے (سمع میں) اس کی روح نے رقص کیا، اس کا قصد درست ہے اس کی عقل کامل ہے، اس کا نامہ اعمال روشن ہے اور اس نے سمع سے وہ حصہ لے لیا جو چھپا ہوا تھا، اس بھید کو ظاہر کر دیا جو اس کے (دل کے) اندر ودیعت رکھا گیا تھا، کیونکہ سماع کی حقیقت (اور اس کا ذوق) ہر جاندار سننے والے کی طبیعت میں موجود ہے (سمع میں) ہر شخص وہی سنتا ہے جو اس کی طبیعت کے موافق ہے۔ وہی سمجھتا ہے جہاں اس کی ہمت پہنچتی ہے، کیسے

لہ الست از ازل بمیثاں شان بگوش - بفریاد فتا لوابلی درخروش " سعدی "

تم نے بچوں کو نہیں دیکھا کہ (ماں کی لوری اور) گیت سے خوش ہو کر (خاموش ہو جاتے اور جلدی) سو جاتے ہیں، کیا اونٹوں کو نہیں دیکھا؟ کہ جب گانے والا گاتا ہے تو وہ (بیز) چلنے لگتے ہیں، اور بوجھ کی تکلیف کو بھول جاتے ہیں، بعض آثار میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی مخلوقات میں اسرافیل علیہ السلام کی آواز سے زیادہ لذیذ (اور خوشگوار) کسی کی آواز نہیں بنائی جب وہ آسمان میں پڑھنا شروع کرتے ہیں، تو ساتوں آسمان کے فرشتے اپنا ذکر و تسبیح قطع کر دیتے (اور ان کی آواز سننے لگتے) ہیں، جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو وہ تین سو برس تک روتے رہے، اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے آدم! یہ رونا کس لئے اور پریشانی کا سبب کیا ہے؟ آپ نے عرض کیا اے پروردگار نہ میں آپ کی جنت کے شوق میں روتا ہوں، نہ جہنم کے خوف سے، میرا رونا صرف ان فرشتوں کے شوق میں ہے جو عرش کے گرد و جد کرتے رہتے ہیں، جن کی ستر ہزار صفیں ہیں اور سب کے سب نوجوان خوبصورت ہیں، تلپتے ہیں و جد کرتے ہیں اور عرش کے گرد ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے چکر لگاتے اور یوں کہتے رہتے ہیں جل الملك ملکنا + لوکنا ملکنا ہلکنا + من مثلنا وانت الہنا + و من مثلنا وانت حبیبنا + مستغاثنا۔ بہت بڑا بادشاہ ہے ہمارا بادشاہ اگر ہمارا بادشاہ (ہم پر مہربان) نہ ہوتا تو ہم سب ہلاک (معدوم) ہو جاتے ہم جیسا کون ہے؟ جب آپ ہمارے معبود ہیں ہم جیسا کون ہے جب آپ ہمارے محبوب و فریادرس ہیں۔

قیامت تک وہ فرشتے اسی حال میں رہیں گے، (آدم علیہ السلام کو ان فرشتوں کے ذکر میں خاص لطف آتا تھا دنیا میں اگر اس ذکر محبت کی آوازیں

۱۔ میری نظر سے یہ اثر نہیں گذرا و اللہ اعلم بحقیقۃ الحال ۱۲ ظ

سننے میں نہ آئیں تو غلبہ شوق سے مدت تک روتے رہے ۱۲ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ آدم ذرا اپنا سر تواٹھاؤ اور دیکھو! آدم علیہ السلام نے جو سر اٹھایا تو ان فرشتوں پر نظر پڑ گئی وہ عرش کے گرد رقص کر رہے تھے۔ جبرئیل علیہ السلام صدر مجلس) تھے اور میکائیل علیہ السلام قوال (بنے ہوئے) تھے ان کو دیکھ کر (اور ذکر سن کر) ان کے دل کو سکون ہوا اور رونا موقوف ہو گیا، بعض علمائے آیت وہ فی ددۃ یجدون کی تفسیر میں کہا ہے کہ اہل ایمان کو جنت میں گانا سنا یا جائے گا۔ سماع و وجد سے عارفین کا جو کچھ مقصود ہے اس کی بنیاد یہی ہے۔

اور یہ عطاء (و نعمت الہی) ہے یہ وہ رقص نہیں جو (شریعت میں) حرام کیا گیا ہے، جیسا بعض جاہل درویش جن پر (مشائخ کا) قہر نازل ہوا ہے گمان کرتے ہیں (مگر) یہ عطاء (اور نعمت) اس شخص کو ملتی ہے جو اپنے دل پر قابو رکھتا ہے، جس کے دل پر (غیر حق کا) وسوسہ بھی (سماع میں) نہ آتا ہو اور دنیا کے سامانوں میں سے کسی سامان پر بھی اس کو الفتات نہ ہوتا ہو، (عاشقانہ اشعار سننے ہوئے کسی عورت یا مرد کا اصلا خیال نہ آتا ہو) اللہ عز و جل کے سوا کسی کا قصد نہ رکھتا ہو، اور جو شخص وسوسوں کے میل کچیل اور طبیعت کی گندگیوں میں لتھڑا ہوا ہو اس کو سماع سنا جائز نہیں نہ اس کو یہ نعمت مل سکتی ہے اس پر لازم ہے کہ اللہ کی یاد میں لگے، اور جہان تک ہو سکے اپنی باتوں اور حرکتوں میں ادب کا لحاظ رکھے، اور جھوٹے دعوؤں کے دربار میں غوطہ لگا کر ان لوگوں کے درجہ کا دعویٰ نہ کرے، کیا اس کو خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ بڑی غیرت والے ہیں (بس سمجھدار کے لئے) اتنی ہی بات کافی ہے۔

ظاہر و باطناً شریعت پر چلنے کی تاکید
بزرگو! اپنے تمام طریقوں
میں شریعت کے ساتھ

رہو ظاہراً بھی اور باطناً بھی کیونکہ جو شخص ظاہر و باطن دونوں میں شریعت کے ساتھ رہے اس کا حصہ اللہ تعالیٰ ہے (دو پہروں کی قسمت میں اگر دنیا ہے تو اس کے نصیب میں خدا تعالیٰ ہوگا) اور جس شخص کے حصہ میں اللہ تعالیٰ ہوں وہ اس قدرت والے بادشاہ کے پاس بلند درجہ میں ہوگا۔

علماء کو نصیحت
بزرگو! تمہارے اندر بعضے فقہار اور علماء بھی ہیں۔
تم وعظ کی مجلسیں بھی منعقد کرتے ہو، درس بھی

دیتے ہو، احکام شرعیہ بھی بیان کرتے ہو، لوگوں کو (مفتی بن کر) احکام بھی بتلاتے ہو، خبردار! چھلنی کی طرح نہ ہو جانا کہ وہ عمدہ آٹا تو نکال دیتی ہے اور بھوسی اپنے پاس رہنے دیتی ہے اسی طرح تمہارا یہ حال نہ ہونا چاہیے کہ تم اپنے منہ سے تو حکمت کی باتیں نکالتے رہو اور دلوں میں کھوٹ رہ جائے کہ اس وقت تم سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر (عمل نہ کر نیکا) مطالبہ کیا جائے گا اتا مرون الناس بالسبر وتنسون انفسکم کیا دوسروں کو تو نیکی کی تاکید کرتے ہو اور اپنے آپ کو (نیکی سے) بھلائے دیتے ہو۔

بندہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت یہ ہے کہ بندہ کو اپنے عیوب پر نظر ہو جائے

اللہ تعالیٰ جس بندہ سے محبت کرتے ہیں اُس کو وہ عیوب دکھلا دیتے ہیں جو خود اس کے اندر ہیں اللہ تعالیٰ جس بندہ سے محبت کرتے ہیں اس کے دل میں تمام مخلوقات کی محبت و شفقت پیدا کر دیتے ہیں، اس کے ہاتھ کو سخاوت کا عادی بنادے

اور اس کے نفس میں بلند ہمتی (اور حشم پوشی) پیدا کر دیتے اور اپنے عیوب پر نظر کرنے کی توفیق دیتے ہیں، یہاں تک کہ اپنے کو سب سے کم دیکھنے لگے اور کسی قابل نہ سمجھے،

عارف ہمیشہ بے چین رہتا ہے مگر نا امید نہیں ہوتا

جب دوسرے لوگ خوش ہوں عارف غمگین ہوتا ہے، وہ بے چین ہوتا ہے مگر نا امید نہیں ہوتا۔ اس کی خوشی تھوڑی ہے، رونا زیادہ ہے، اس کو (ہر وقت) اپنے محبوب کی طلب ہوتی اور اپنے عیوب اور گناہوں کا فکر لگا رہتا ہے (اس کا یہ حال ہوتا ہے) ۵

الناس فی العید قد سروروا وقد فرحوا؛ وما سررت به والواحد الصمد

لما يتقنت انى لا اعاینکم؛ اغبضت طرفی ولوا نظرا لى اجد

لوگ عید کے دن خوش ہو رہے ہیں، فرحت ظاہر کر رہے ہیں، مگر خدائے واحد کی قسم مجھے اس سے خوشی نہیں ہوئی۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ میں (عید کے موقعہ پر) آپ کو نہ دیکھ سکوں گا تو میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور کسی کو بھی نہ دیکھا۔

اللہ سے ملنے کا قریب تر راستہ اتباع سنت اور عبادت ہے

(دوستو!) میں نے اپنی جان کھپا دی اور کوئی راستہ ایسا نہیں چھوڑا جس کو طے نہ کیا ہو، اور صدق نیت اور مجاہدہ کی برکت سے اس کا صحیح (راستہ) ہونا معلوم نہ کر لیا ہو مگر سنت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے، اور ذلت و انکسار والوں کے اخلاق پر چلنے، اور سراپا حیرت و احتیاج بننے سے زیادہ کسی راستہ

کو بہت قریب اور زیادہ روشن اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک (زیادہ محبوب نہیں پایا۔ صدیق اکبر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے تک پہنچنے کا ذریعہ عاجزی کے سوا کچھ نہیں بنایا (کیونکہ عاجزی تو ہر شخص آسانی سے حاصل کر سکتا ہے۔ انسان تو سر سے پیر تک عاجز ہی ہے اگر اور کوئی طریقہ اللہ تک پہنچنے کا اس کے سوا ہوتا تو مشکل پڑ جاتی، اللہ تعالیٰ کے پانے سے اپنی عاجزی (اور کمزوری) کو سمجھ لینا ہی اللہ تعالیٰ کا پالینا ہے۔

روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا اے موسیٰ میرے پاس وہ چیز لاؤ جو میرے خزانوں میں نہیں، موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا خداوند! آپ تو تمام عالم کے پروردگار ہیں، آپ کے خزانوں میں کس چیز کی کمی ہو سکتی ہے؟ فرمایا اے موسیٰ یاد رکھو کہ میرے خزانے بڑائی اور عزت و جلال و جبروت و کبریائی سے تو بھرے ہوئے ہیں (اس کی میرے پاس کمی نہیں) ہاں تم میرے پاس ذلت و انکسار و مسکنت (اور عاجزی) لیکے آؤ (کہ یہ چیزیں میرے خزانے میں نہیں کیونکہ یہ تو مخلوقات کی خاص صفات ہیں جن سے خالق کا پاک ہونا ضروری ہے) بس میں ان ہی لوگوں کے پاس ہوں جن کے دل میری وجہ سے ٹوٹے ہوئے ہیں (یعنی میرے جلال و ہیبت سے ان کا پتہ پانی ہو رہا ہے) (۱۲) اے موسیٰ قرب حاصل کرنے والوں نے اس سے بڑھ کر کسی چیز سے میرا قرب حاصل نہیں کیا۔

بزرگو! خشیت (و خوف)

خوف ہی سے محاسبہ مراقبہ حاصل ہوتا ہے | سے ہی محاسبہ پیدا ہوتا

ہے (یعنی اپنے اعمال کی جانچ پڑتال کا خیال) اور محاسبہ سے مراقبہ پیدا ہوتا

ہے یعنی اپنے اوقات اور قلب کی نگہداشت اور مراقبہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوامِ شغل حاصل ہوتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہر وقت دل کی لو لگی رہے کسی وقت اس سے غافل نہ ہو اسی کا نام حضور دائم ہے کبھی یہ دولت عشق و محبت کے غلبہ سے بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ اب یہ کام شیخ محقق کا ہے کہ وہ کسی جلال و ہیبت کے راستہ سے پہنچاتا ہے کسی کو جمال و انس و محبت کے راستہ سے وکل الی ذاک الجہال بشید مقصود سب کا ایک ہے کہ اللہ تعالیٰ سے غفلت نہ ہو ۱۲) بس آجکل سب سے زیادہ قابلِ رشک وہ مومن ہے جو اپنے زمانہ (کے حال) سے واقف ہو اور زبان کی حفاظت رکھے اور اپنے کام میں لگا رہے، اور نیک بندوں کے اعمال اختیار کئے رہے،

میں نے سید عبد الملک الحربیونی قدس اللہ سرہ سے عرض کیا کہ مجھے (کچھ) وصیت کیجئے! فرمایا: اے احمد! ادھر ادھر دیکھنے والا واصل نہیں ہوتا مقصود تک پہنچنا اسی کو نصیب ہوتا ہے جو سب طرف سے نگاہ ہٹا کر مقصود کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جائے ۱۲) اور رشک کرنے والا کامیاب نہیں ہوتا، کامیابی کا بڑا مدار یقین پر ہے کہ یہ سمجھ لے کہ میرا شیخ اللہ تک پہنچانے کا راستہ خوب جانتا ہے اور مجھے پہنچا سکتا ہے جس کو شیخ پر

ملہ یعنی یہ چار باتیں جس میں ہوں وہ بہت اچھی حالت میں ہے ایک یہ کہ اپنے زمانہ کی حالت کو جانتا ہو تاکہ اس زمانہ کی آفات سے محفوظ رہ سکے دوسرے زبان کی حفاظت رکھے تاکہ گناہ سے بھی بچا رہے اور پریشانی سے بھی کیونکہ زیادہ تر پریشانی کا نشانہ زبان چلاتا ہے تیسرے اپنے کام میں لگا رہے تاکہ وقت اور عمر ضائع نہ ہو اور چوتھے صلیحا کا طریقہ اختیار کئے رہے یعنی صلیحا کی صحبت اور فیضِ انبلا سے حصہ حاصل کرے کہ اس سے اعمالِ صالحہ میں ہمت بلند اور اخلاص و توحید میں قوت ہوتی ہے واللہ اعلم ۱۲ ظ

اعتماد نہیں وہ محروم ہی رہتا ہے ۱۲ اور جس شخص کو اپنے اندر نقصان نہ معلوم ہوتا ہو اس کے تمام اوقات نقصان ہی ہیں گزر رہے ہیں، میں سال بھر تک شیخ کی اس وصیت کو ردل اور زبان سے دہراتا رہا اور جب میرے دل میں کوئی خیال یا وسوسہ آتا اس وصیت کو فوراً یاد کر لیتا تو وسوسہ دور ہو جاتا، پھر میں دوسرے سال شیخ کی زیارت کو گیا، اور جب (کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد) ان سے رخصت ہونے لگا تو پھر وہی درخواست کی کہ حضرت مجھے کچھ وصیت کیجئے فرمایا اے احمد! طبیعوں کے لئے بیمار ہونا بہت برا ہے، اور عقلمند کیلئے جاہل ہونا، اور دوستوں کے لئے بے مروت ہونا، یہ سن کر میں رخصت ہوا اور سال بھر تک اس وصیت کو دہراتا رہا۔ مجھے حضرت شیخ کی ذات سے اور ان کی وصیتوں سے بہت نفع پہنچا۔

عارف سوچ کر کلام کرتا ہے | عالم عارف اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کے مراقبہ کی وجہ سے اپنے نفس پر بڑی

سیاست (پابندی اور قیود) رکھتا ہے، جب وہ بات کرنا چاہتا ہے تو منہ سے نکالنے سے پہلے سوچ لیتا ہے، اگر اس میں کچھ بھلائی معلوم ہوتی ہے تو کہہ دیتا ہے، ورنہ منہ کو بند ہی رکھتا ہے، کیونکہ روایات میں آیا ہے کہ تیری زبان تیرا شیر ہے اگر تو اس کی حفاظت کرے گا وہ تیری حفاظت کرے گا، اگر بے قید چھوڑ دے گا پھاڑ کھائے گا۔ عارف کا بولنا (دلوں کے) زنگ کو دور کرتا ہے، اور اس کی خاموشی ہلاکت کو دفع کرتی ہے، وہ ان لوگوں کو جواہل ہیں نیک کاموں کا حکم کرتا ہے، برے کاموں سے اور ان کے پاس جانے سے روکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لا خیر فی کثیر من نجاھ الامن امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس۔ ان کی بہت سی خفیہ باتوں میں کوئی بھلائی نہیں

ہاں جو صدقہ کا، یا نیک کام کا یا لوگوں میں باہم صلح کر دینے کا امر کرے (اس کی باتیں بیشک اچھی ہیں اور عارف اپنے کلام میں ان باتوں کی پوری رقت کرتا ہے) جو اللہ کو پہچان لے گا اس کا ادب اللہ کے ساتھ بڑھ جائے گا۔ جو اللہ کا مقرب ہوگا اس کے اندر خوف خدا زیادہ ہوگا۔

حدیث قصاص کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں ہر ظالم سے بدلہ لیں گے

مجھ سے قاضی مقرئ امام صالح سید علی ابوالفضل واسطی نے حدیث بیان کی اور خطیب بغدادی تک اپنی سند کو پہنچا یا وہ اس کو سلسلہ وار ابوالحارود عیسیٰ تک پہنچاتے ہیں خدا ان سب سے راضی ہو کہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے قصاص کے بارے میں ایک حدیث پہنچی تھی (جس میں اس کا بیان تھا کہ قیامت میں ظالم سے مظلوم کا بدلہ کیونکر لیا جائے گا) اور اس حدیث کے روایت کرنے والے (صحابی) مصر میں رہتے تھے تو میں نے ایک اونٹ خریدا اور اس پر کجا وہ کس کر سوار ہوا، اور ایک مہینہ کی مسافت طے کر کے مصر پہنچا، اور اس حدیث کی روایت کرنے والے کا پتہ دریافت کیا، لوگوں نے مجھے ان کے گھر کا پتہ دیا، (میں وہاں پہنچا) تو دروازہ زین سے بلا ہوا تھا،

اے علم قرأت کا ماہر! یہاں سے معلوم ہو گا کہ حضرات صحابہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث معلوم کرنے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی کس قدر اہتمام تھا۔ زمانہ حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کو جس قدر اہتمام ہو گا نظر ہے پس ان لوگوں کو شرمانا چاہیے جو بعض صحابہ کی بہت سی روایات دیکھ کر اعتراض کر دیتے ہیں کہ اتنی حدیثیں ایک شخص نے کیونکر جمع کر لیں حضرات صحابہ کے اسی اہتمام کا اثر تھا کہ عرصہ تک محدثین احادیث کی تلاش میں دور دراز کا سفر کرتے رہے یہاں تک کہ احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا۔ شکر اللہ سعیم وجاہم من نعمہ المزید! ۱۲ ظ

یعنی اونچا مکان نہ تھا اس کا دروازہ بھی زمین ہی سے لگا ہوا تھا۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو ایک حبشی غلام باہر آیا میں نے اس سے کہا کہ فلاں صاحب یہاں ہیں؟ وہ یہ سن کر خاموش چلا گیا اور اندر جا کر اپنے آقا سے کہا کہ دروازہ پر ایک اعرابی آپ کو تلاش کرتا ہے، آقا نے کہا جاؤ ان سے پوچھو کہ آپ کون ہیں؟ میں نے کہا کہ میں جابر بن عبد اللہ ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی، یہ سن کر وہ باہر آئے اور میرے آنے پر خوشی ظاہر کی اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا کہاں سے آرہے ہو؟ کیا عراق کی طرف سے آرہے ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ مجھے قصاص کے متعلق ایک حدیث پہنچی ہے اور آپ سے زیادہ میرے خیال میں اس کا یاد رکھنے والا اور کوئی نہیں رہا (اس لئے دل چاہا کہ اس حدیث کو آپ سے خود سنوں) کہا ہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں تم سب کو ننگے پیر ننگے بدن بے ختنہ کی حالت میں اٹھائیں گے، اور اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر سے آواز بلند جس کو دور والا بھی یسا ہی سنے گا جیسا پاس والا سنے گا فرمائیں گے میں بدلہ لینے والا (بادشاہ) ہوں میرے یہاں ذرہ برابر ظلم نہیں ہے میری عزت و جلال کی قسم! آج مجھ سے کسی ظالم کا ظلم بچ کر نہ جائے گا اگرچہ ہاتھ سے طمانچہ ہی مارا ہو، یا ہاتھ پر ہاتھ ہی مارا ہو، میں سینگ والے جانور سے بے سینگ والے کا بدلہ لوں گا (اگر اس کے سینگ مارا ہو گا) اور پتھر سے

لہ یہ بھی ایک بڑا ادب ہے جس سے یہ غلام آراستہ تھا کہ پوچھنے والے کو فوراً جواب نہیں دیا کہ ہاں فلاں صاحب موجود ہیں بلکہ آقا سے دریافت کرنے کے لئے خاموش چلا گیا جو مناسب ہو گا وہ خود کہیں گے ممکن ہے کسی وقت آقا کو اپنی موجودگی کا بتلانا مصلحت کے خلاف معلوم ہو یہ ادب جو اس غلام میں تھا آجکل آزاد لوگوں میں بھی نہیں۔ پس سمجھ لو کہ جن کے غلام اس درجہ مہذب تھے وہ خود کیسے ہوں گے ۱۲ ظ

باز پرس کروں گا کہ دوسرے پتھر کے چوٹ کیوں ماری اور بکری سے سوال کروں گا کہ اپنے مالک کے گھروٹ کیوں لگائی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) اسی کے متعلق کتاب الشکی یہ آیت میرے اوپر نازل ہوئی ہے۔
 ونضع الموازين القسط ليوم القيمة ط کہ ہم قیامت کے دن میزان عدل۔
 (انصاف کی ترازو) قائم کریں گے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اپنے بعد اپنی امت پر سب سے زیادہ عمل قوم لوط (میں مبتلا ہونے کا) اندیشہ ہے۔

سنو! جس وقت مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے مشغول ہو جائیں اس وقت میری امت کو عذاب کا انتظار کرنا چاہیے، اس حدیث نے بتلادیا کہ اللہ تعالیٰ کا عدل کس درجہ ہے کہ جو مخلوق مکلف نہیں جیسے جانور (پتھر) وغیرہ ان سے بھی بدلہ لیا جائے گا اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لئے قیامت کے دن عرش پر قیام بھی ثابت کیا گیا ہے (مگر اس کی کوئی کیفیت بیان کرنا جائز نہیں اور حدیث میں بھی) بدون کیفیت اور مثال کی تعیین کے (بہ اطلاق) آیا ہے پس یہ جملہ حدیث کا متشابہات میں سے ہے اس کی تفسیر کرنا جائز نہیں اس کے علم کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کرنا چاہیے (۱۲)
 اس حدیث میں لواطت اور مساحقت (چپٹی) پر بھی عذاب کی وعید آئی ہے علم کو چھپایا نہیں جاسکتا۔ سچی بات کہنا پڑتی ہے اس لئے یہ وعید بھی بتلادی گئی) شارع علیہ السلام نے میری روح آپ کی مبارک قبر پر فدا ہو ہمارے لئے سب باتیں صاف صاف بیان فرمادی ہیں، وہ بھی جو ہم کو مفید تھیں اور وہ بھی جو ضرر دینے والی تھیں، پس نجات پانے والا وہ ہے جو آپ پر ایمان لایا، اور آپ کے احکام کی پیروی کرتا رہا، اندیشہ اور ہلاکت اس

کے لئے ہے جس نے آپ کی مخالفت کی آپ کو جس طرح حکم تھا آپ نے پہنچا دیا اب ہماری کوئی جھجھک آپ پر باقی نہیں، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حجت ہر مکلف پر قائم ہے اور آپ ہی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی حجت مخلوق پر کامل ہو گئی (اب کسی کو خدا کے سامنے یہ کہنے کا موقعہ نہیں رہا کہ ہم کو کسی نے راستہ نہیں بتلایا، کیونکہ آپ سے بڑھ کر خدا کا راستہ بتلانے والا نہ پہلے کوئی آیا ہے نہ آئندہ آئے گا ۱۲) اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اسی طرح فیصلہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں، وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولاً وکفی باللہ ولیاً وکفی باللہ نصیراً ہم (کسی امت کو) عذاب کرنے والے نہیں جب تک ایک رسول نہ بھیجیں، اور اللہ تعالیٰ محبت اور مدد کرنے کے لئے کافی ہیں (ان کی محبت اور مدد کا تقاضا یہی ہے کہ رسول بھیجنے کے پہلے کسی امت کو عذاب نہ کیا جائے)

بزرگو! جو اللہ سے محبت رکھتا ہے
 وہ اپنے نفس کو تواضع (و خاکساری)

محبت الہی کی شرائط و علامات

سکھلاتا ہے اور دنیا کے تعلقات کو اپنے سے الگ کر دیتا ہے، اور ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کو (ہر چیز پر ترجیح دیتا ہے، اس کی یاد میں لگا رہتا اور اللہ کے سوا کسی چیز کی رغبت اپنے دل میں نہیں رکھتا، سچے دل سے اللہ کی عبادت پر ہمارہتا اور اللہ کے لئے تواضع اختیار کر کے منبر اور تخت کو چھوڑ کر الگ ہو جاتا، اگرچہ اس کو ان چیزوں کے حاصل کرنے کی قدرت بھی ہو، اس کی حالت ان اشعار کا مصداق ہوتی ہے

لہ مراد وہ تعلقات ہیں جو اللہ کی محبت پر غالب آئیں یا خدا سے غافل کر دیں یا گناہوں میں مبتلا کر دیں
 کہ دنیا اسی کا نام ہے اور جو علانی ایسے نہ ہوں وہ دنیا میں داخل نہیں ۱۲ ظ

ترك المنابر والسريد تواضعا دله منابر لویشا و سریر

ولغیره یحیی الخرج وانها یحیی الیه محامد و اجد

اس نے منبر اور تخت کو محض تواضع کی وجہ سے چھوڑ دیا اور اگر وہ چاہے تو اس کے لئے بہت سے منبر اور تخت ہو سکتے ہیں، وہ دوسروں کے لئے لگان وصول کرتا ہے اور خود اس کی طرف تعریفیں اور ثواب پہنچائے جاتے ہیں۔

عبدیت کی علامات و شرائط | بزرگو! عبدیت (بندگی، غلامی) کا حق یہ ہے کہ آقا کے سوا سب سے پوری طرح کہو

ہو جائے عبدیت یہ ہے کہ ہر چھوٹی بڑی چیز کو چھوڑ دے، (آقا کے سوا کسی کو مطلوب نہ بنائے) عبدیت یہ ہے کہ ہر قسم کی بڑائی اور بزرگی کی طلب سے (رادہ کوڑکے عبدیت یہ ہے کہ آدمی اپنے اندر اپنے بھائیوں سے کسی قسم کی رفعت اور فوقیت نہ پائے) عبدیت یہ ہے کہ آدمی جس مٹی سے بنا ہے اسی کے درجہ پر ٹھہرا رہے (مٹی سے زیادہ اپنا رتبہ نہ سمجھے) عبدیت خوف و خشیت (کا نام) ہے، اور اللہ تعالیٰ کی تقدیروں کے سامنے جھک جانے کا۔ بندہ اس وقت تک پورا غلام نہیں بنتا جب تک آزادی کے درجہ پر نہ پہنچ جائے، اور اپنے آقا کے سوا دوسروں کی غلامی سے پوری طرح نہ نکل جائے،

مصنف کی وصیت اپنے خدام کو اپنی ذات کے متعلق

بزرگو! مجھے بھیک مانگنے والوں کا ڈھپڑا نہ بنانا کہ جس طرح وہ ڈھپڑا بجا کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں اسی طرح تم میری تعریفیں کر کے لوگوں کو میری طرف مائل کرو) میری خانقاہ کو حرم (کی طرح زیارت گاہ) نہ بنانا، مرنے کے بعد میری قبر کو بت نہ بنانا! میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ مجھے دنیا میں

اپنی طرف کیسوا کر لے! سو بھلا اللہ یہ بات جمعیت (قلب) کے ساتھ حاصل ہو گئی، اور امید ہے کہ اس دنیا کے کمینہ سے الگ ہونے کے وقت بھی میں خیریت کے ساتھ اس مقصود کو پہنچ جاؤں گا اور اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچی دلجمعی حاصل ہو جائے تو پھر کسی چیز کی پروا نہیں۔

اذ اصح منه الوصل فالكل هين وكل الذي فوق التراب تراب
جب اللہ تعالیٰ سے سچے وصال ہو جائے پھر اور چیزیں سب معمولی ہیں مٹی کے اوپر جو کچھ بھی ہے مٹی ہی ہے۔

تعلق مع الشکی تاکید اور تصوف کی حقیقت | اللہ سبحانہ کے تعلق کو لازم سمجھو! اللہ کے حق کی

قسم اس کے سوا نہ کوئی ضرر دے سکتا ہے نہ نفع، نہ جدا کر سکتا ہے نہ ملا سکتا ہے، نہ (کچھ دولت ظاہری یا باطنی) دے سکتا ہے نہ روک سکتا ہے، اس کا انکار نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ تک (پہنچنے کے لئے) کچھ وسیلے ضرور ہیں۔ مثلاً اعمال صالحہ وغیرہ) اور کچھ واسطے بھی ہیں جن کی ناشکری نہیں کی جاسکتی مثلاً مشائخ سلسلہ) مگر بڑی چیز دراصل ایک ہی بات ہے جس کو تم نے (دل و زبان سے) کہا اور واصل ہو گئے، اور وہ آمنت باللہ ہے (کہ میں اللہ پر

لے یہ قید اس لئے لگائی کہ بعض دفعہ سچا وصال نہیں ہوتا بلکہ انسان کا وہم ہوتا ہے کہ میں واصل ہوں اور اللہ تعالیٰ کو اس کے ساتھ کچھ بھی تعلق نہیں ہوتا بس وہ حال ہوتا ہے کہ کل یدعون وصال لیسلی؛ ولیلئ اذ تقر لہم بذالک ۱۲؎ شیخ کے اس کلام سے ظاہر ہو گیا کہ تصوف میں جن باتوں کی تعلیم دی جاتی ہے وہ سب آمنت باللہ کے متعلقات ہیں اس سے معلوم ہوا کہ شریعت و طریقت ایک چیز ہے کیونکہ ایمان کا حکم اور اس کی تکمیل کا حکم شریعت میں موجود ہے، بس بات صرف اتنی ہے کہ تکمیل ایمان کے مفصل طریقوں کو فقہ میں بیان نہیں کیا گیا بلکہ اس کو فقہ سے الگ بیان کے اس کا نام طریقت رکھ دیا گیا مگر الگ کتابیں ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ طریقت شریعت کے جدا کوئی چیز ہے بلکہ جس طرح فقہ شریعت کا ایک جزو ہے اسی طرح طریقت بھی اس کا ایک جزو ہے

ایمان لایا) جب تم اللہ پر ایمان لے آؤ گے تو اس کی کتاب اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان تمام باتوں پر بھی ایمان لے آؤ گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر بھی عمل کرو گے وَمَا تَكْفُرُ الْوَسْوَۃُ فَخَذُوْهُ وَمَا تُكْفِرُوْا عَنْهُ فَقَدْ اَنْتَهُوْا (ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تم کو (حکم وغیرہ) دیں اس کو قبول کرو اور جس چیز سے منع کر دیں اس سے باز آ جاؤ، اور ان وسیلوں اور واسطوں کی بھی تعظیم کرو گے جو تم کو اللہ کا پتہ بتلاتے ہیں، اللہ کی توحید (خالص) بھی اختیار کرو گے۔ اور اس کے دروازہ پر آنسو بہاتے ہوئے کھڑے ہو گئے، اور ذلت و خشوع کے ساتھ (اس کے سامنے) زمین کو بوسہ دو گے، اور معلوم ہو جائے گا کہ کہاں تم کو لوٹ کر جانا ہے، اور ملاقات کے موقعہ کے لئے جو سامان (ضروری اور) مناسب ہے اس کی تیاری میں بھی مشغول ہو جاؤ گے، اور تمام اعمال میں اخلاص سے کام لو گے یہاں تک کہ سراپا اخلاص بن جاؤ گے۔ اس کے بعد تم (بڑے بڑے) درجات کے لائق ہو گے، تمہارے اوپر عطاؤں کے بادل برسیں گے، اور کرم کے خلعت ڈالے جائیں گے تمہارے لئے نعمتوں کے دسترخوان بچھا جائیں گے، اور تمہاری معرفت کا حال تمام مخلوق پر پھیلا دیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ کسی کو باقی نہیں چھوڑے گا (بلکہ سب کو اپنے اندر لے لیگا) اور تمہارے نائب (خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم) ہونے کی دعوت اللہ کے حکم سے ظاہر و باطن میں ہر جگہ پہنچ جائے گی (یعنی ظاہر میں بھی تمہاری معرفت کا چرچا ہو گا اور باطن میں بھی اہل اللہ کے قلوب تمہاری معرفت و ولایت پر شاہد ہوں گے)۔

تعظیم علماء کی تاکید اور یہ کہ شریعت و طریقت دونوں ایک ہیں

بزرگو! تم جس طرح اولیا و عارفین کے درجہ کی تعظیم کرتے ہو اسی طرح فقہاء و علماء کے درجہ کی بھی تعظیم کرو کیونکہ (دونوں کا) راستہ ایک ہی ہے۔ یہ حضرات (علماء و فقہاء) ظاہر شریعت کے وارث اور احکام شرعیہ کے محافظ ہیں، لوگوں کو احکام بتاتے ہیں، اور ان احکام ہی کے ذریعہ سے واصلین کو اللہ تعالیٰ کا وصل نصیب ہوتا ہے، کیونکہ جو عمل اور جو کوشش شریعت کے خلاف کسی اور طریق پر ہو اس سے کچھ بھی فائدہ نہیں، اگر کوئی عابد یا پنجو برس تک خلاف شریعت عبادت کرتا رہے تو یہ عبادت اسی کے منہ پر ماری جائے گی، اور اس کی گردن پر گناہ الگ ہوگا، حق تعالیٰ قیامت کے دن اس عبادت کو کسی وزن میں شمار منہ کریں گے۔ جس شخص کو (احکام) دین کی سمجھ حاصل ہو اس کی دو رکعتیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک جاہل درویش کی دو ہزار رکعتوں سے افضل ہیں، پس خبردار! علماء کے حقوق نہ ضائع کرنا تم کو ان سب کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہیے اور ان میں سے جو متقی اور عالم باعمل ہیں کہ اللہ نے جو علم ان کو دیا ہے اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔

اولیا حقیقت میں وہی ہیں | علماء باعمل ہی حقیقت میں اولیا رہیں | ان کی حرمت (و عزت) کی تمہیں خاص طور پر حفاظت کرنا چاہیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ایسی چیزوں کا علم دیتا ہے جو اس کو (پہلے سے) معلوم بھی نہیں ہوتیں (اور یہی بزرگی اولیا کو حاصل ہوتی ہے پس ثابت ہوا کہ علماء باعمل ہی حقیقت میں اولیا رہیں۔)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے العلماء و رثۃ الانبیاء علماء را نبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں (اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے جس سے علماء رباعل سرفراز ہیں) یہی لوگ تمام انسانوں کے سردار اور تمام مخلوق سے اشرف اور حق تعالیٰ کا راستہ بتلانے والے ہیں۔

شریعت کا وجود طریقت کے الگ طریقے کا وجود شریعت کے الگ نہیں ہو سکتا

تم ایسا مت کہو جیسا بعض جاہل صوفی کہا کرتے ہیں کہ ہم اہل باطن ہیں اور وہ اہل ظاہر ہیں (یہ بات غلط ہے کیونکہ) یہ دین (ظاہر و باطن دونوں کا) جامع ہے، اس کا باطن ظاہر کا مغز ہے اور ظاہر باطن کا ظرف ہے (یعنی اس کا محافظ ہے) اگر ظاہر نہ ہوتا تو باطن کہاں چھپتا، اگر ظاہر نہ ہوتا تو باطن کا وجود ہی نہ ہو سکتا، (کیونکہ) دل بغیر جسم کے موجود نہیں ہو سکتا، بلکہ اگر جسم نہ ہو تو دل خراب ہو جائے گا، اور دل بدن کا نور ہے، اگر بدن میں دل نہ ہو تو وہ مردہ اور تاریک ہوگا۔ اس لئے ظاہر باطن کا محتاج ہے اور باطن ظاہر کا (۱۲)

یہ علم جس کا نام بعض لوگوں نے علم باطن رکھا ہے، اس کی حقیقت دل کی اصلاح ہے اور پہلے علم (یعنی علم ظاہر) کی حقیقت عمل بالارکان و تصدیق بالحق ہے (یعنی ظاہر بدن سے ارکان اسلام کو ادا کرنا اور دل سے توحید و رسالت و فالض و عقائد کی تصدیق کرنا) اب بتلاؤ اگر تمہارا دل حسن نیت اور اندوہی طہارت سے آراستہ ہو گیا مگر اس کے ساتھ تم نے قتل بھی کیا، چوری بھی کی، زنا بھی کیا، سود بھی کھایا، شراب بھی پی، جھوٹ بھی بولا، لوگوں پر تکبر بھی کیا، سخت سست باتیں بھی کیں تو تمہاری نیت کے درست ہونے اور دل کے پاک ہونے سے کیا فائدہ ہوا؟ اور (اسی طرح) اگر تم نے اللہ کی عبادت کی، عفت بھی

اختیار کی، روزہ بھی رکھا، سچ بھی بولا (صدقہ بھی دیا) تو واضح بھی اختیار کی، مگر تمہارے دل میں ریا اور فساد چھپا ہوا ہے (تم نے یہ کام اللہ کے واسطے نہیں کئے بلکہ مخلوق کو دکھلانے اور بزرگ بننے کے لئے کئے ہیں) تو اس عمل سے کیا نفع؟ (غرض نہ ظاہر بدوں اصلاح باطن کے مفید ہے نہ باطن بدوں اصلاح ظاہر کے) جب یہ بات تمہاری سمجھ میں آگئی کہ باطن ظاہر کا مغز ہے اور ظاہر باطن کا ظرف (اور محافظ) ہے دونوں میں کچھ جدائی نہیں (بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ لگا ہوا ہے) کسی کو بھی دوسرے سے استغناء نہیں، تو اب تم یوں کہو کہ ہم اہل ظاہر ہیں اور اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اہل باطن بھی ہیں جب تم یوں کہو گے کہ ہم ظاہر شریعت پر چلنے والے ہیں تو باطن اور حقیقت کو بھی تم نے (ساتھ ساتھ) ذکر کر دیا (کیونکہ صوفیہ کی وہ باطنی حالت کونسی ہے جس کے حاصل کرنے کا ظاہر شریعت نے حکم نہیں دیا؟ اور وہ کونسی ظاہری حالت ہے جس کے باطن کو درست کرنے کا ظاہر شریعت نے حکم نہیں دیا؟

شریعت و طریقت میں تفریق کرنا بدعت اور گمراہی ہے | پس ظاہر و باطن میں

جدائی اور تفریق کے قائل نہ ہو کہ یہ گمراہی اور بدعت ہے، علماء اور فقہار کے حقوق سے بے پروائی نہ برتو کہ یہ جہل اور حماقت ہے۔

۱۔ مقصود وہ باطنی حالت ہے جو طریقت میں مطلوب ہے یعنی مقامات مثل زہد و ورع خشیت و محبت و سلیم و رضا و توکل و تواضع وغیرہ رہ گئے احوال و کیفیات سو وہ مطلوب نہیں نہ وہ کسی کے اختیار میں ہیں احوال و مواجید کسی صوفی کو حاصل ہوتے ہیں کسی کو نہیں ہوتے اور اہل طریق کا ان کے مطلوب نہ ہونے پر اتفاق ہے ۱۲ ظ

علماء کو نصیحت کہ حلاوت علم کے ساتھ تلخی عمل بھی چاہیے۔

اور (اے علماء!) تم (بھی) ایسا نہ کرو کہ علم کی حلاوت (تو) لیلو اور عمل کی تلخی (تو) مشقت کو چھوڑ بیٹھو! کیونکہ یہ حلاوت بدون اس تلخی کے نافع نہیں ہے، اور اس تلخی کا ثمرہ ہمیشہ ہمیشہ کی حلاوت ہے، (یعنی جنت کی راحت جو کبھی ختم ہونے والی نہیں)

انا لانضمیم اجر من احسن عملا نص قرآنی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کا ثواب ضائع نہیں کریں گے جس نے اچھی طرح عمل کیا اور اچھی طرح عمل کرنا یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ کیا جائے (یہ آیت تم کو بتلاتی ہے کہ اعمال کا بدلہ ضرور ملے گا (جب کہ ان میں اخلاص ہو) اور اخلاص یہ ہے کہ عمل (خالص) اللہ کے لئے ہو، نہ دنیا کے لئے ہو نہ آخرت کے لئے) اور اس کے ساتھ ہر حالت میں ہر عمل میں ہر بات میں اللہ تعالیٰ سے حسن ظن بھی ہو، اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے (عمل میں کوشش کرو اور اللہ سے امید رکھو کہ جب وہ راضی ہوں گے تو تم کو بھی پوری طرح راضی کر دیں گے اب بتلاؤ کہ عمل اور اخلاص کی ضرورت ہے یا نہیں یقیناً ضرورت ہے جس کا انکار کوئی عالم نہیں کر سکتا۔ پھر تم صوفیہ سے الگ کیونکر ہو سکتے ہو اور ان کے طریقہ کو شریعت سے جدا کس لئے سمجھتے ہو وہ بھی تو صرف یہی کہتے ہیں کہ عمل میں کوشش کرنا اور اخلاص کامل حاصل کرنا ضروری ہے جس قدر ریاضات و مجاہدات و اذکار و اشغال صوفیہ کرتے ہیں سب سے عمل کی تکمیل اور اخلاص کی تحصیل ہی تو مقصود ہے اور کچھ نہیں اس لئے نہ علماء صوفیہ سے الگ ہو سکتے ہیں نہ صوفیہ علماء سے (۱۲)

صوفیہ کو نصیحت کہ مشائخ کے اقوال یاد کرنے سے پہلے علماء کے اقوال یاد کرو۔

بزرگو! تم یہ کیا کہتے ہو کہ، حارثؒ نے یہ کہا ابو یزید (بسطامیؒ) نے یہ کہا (ابن منصوؒ) علاج نے یہ کہا، یہ تمہاری کیا حالت ہے؟ ان باتوں سے پہلے یہ کہو کہ امام شافعیؒ نے یوں فرمایا، امام مالکؒ نے یوں فرمایا، امام احمدؒ نے یہ فرمایا امام (ابو حنیفہؒ) نعمانؒ نے یہ فرمایا، حارثؒ اور ابو یزیدؒ کا قول نہ تم کو گھٹا سکتا ہے نہ بڑھا سکتا ہے کیونکہ وہ محض اسرار و احوال و مواجید و کیفیات ہیں جو ہر شخص کو جدا جدا پیش آتی ہیں۔ ان کے حاصل کرنے میں کسی کے ارادہ و اختیار کو دخل نہیں، اور امام شافعیؒ و امام مالکؒ (وغیرہ ائمہ شریعت) کے اقوال کا میاب طریقے (بتلاتے) اور نزدیک (کے) راستہ (سے لے جاتے) ہیں (پہلے) علم و عمل سے شریعت کے ستونوں کو مضبوط کر لو، اس کے بعد علم و عمل کی باریکیوں اور اسرار (معلوم کرنے کے لیے) ہمت بلند کرنا! علم کی ایک مجلس ستر برس کی عبادت سے افضل ہے، مراد وہ نفل عبادات ہیں جو فرائض سے زائد ہوں اور بغیر علم کے ادا کی جائیں

هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون ام هل تستوى الظلمات والنور
 (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہیں، کیا
 اندھیری اور روشنی برابر ہے، ظاہر ہے کہ برابر نہیں اسی طرح عالم اور
 جاہل کو سمجھو)

علماء کا دامن پکڑنے کی تاکید | مشائخ طریقت اور میدان حقیقت کے
 سہسوار تم سے کہتے ہیں کہ علماء کا دامن
 پکڑ لو، میں یہ نہیں کہتا کہ تم فلسفہ سیکھو بلکہ یہ کہتا ہوں کہ فقہ حاصل کرو اللہ تعالیٰ

جس کی بھلائی چاہتے ہیں اس کو دین کی سمجھ یعنی علم فقہ عطا فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے کسی جاہل کو ولی نہیں بنایا اور علم ضروری کی تحقیق

اللہ تعالیٰ نے کسی جاہل کو ولی نہیں بنایا اور اگر کسی جاہل کو ولی بناتے ہیں تو اس کو عالم بنا دیتے ہیں، ولی دین کے فقہ سے جاہل نہیں ہو سکتا بلکہ وہ خوب جانتا ہے کہ نماز کس طرح پڑھنا چاہیے، روزہ کس طرح رکھنا چاہیے، زکوٰۃ کس طرح دینا چاہیے، حج کس طرح کرنا چاہیے، وہ اللہ کے ساتھ معاملہ کرنے کا طریقہ پختہ کر لیتا ہے ایسا شخص اگر ان پڑھ بھی ہو جب بھی عالم ہے کیونکہ علم کتابیں پڑھنے پر موقوف نہیں بلکہ علماء سے پوچھ پوچھ کر بھی حاصل ہو سکتا ہے ایسے شخص کو جاہل وہی کہے گا جو علم مطلوب سے جاہل ہو جیسا بہت لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ عالم وہ ہے جو درسیات پڑھ چکا ہو حالانکہ علم بدیع، اور علم بیان اور علم ادب، جس کا شعراء کو اہتمام ہوتا ہے، اور منطق و مناظرہ کا نام علم نہیں، بلکہ مختصر علم تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کا حکم دیا ہے اور جن سے منع فرمایا ہے ان کو جان لے، اور پورا جامع علم یہ ہے کہ علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ حاصل کر لے، رہ گئے وہ فنون جو الفاظ کے متعلق ہیں جیسے نحو و صرف و ادب و بلاغت و معانی و بیان وغیرہ اور وہ قواعد جو نظر و فکر کے متعلق بعض لوگوں نے بنائے اور ان کا نام بھی علم رکھ دیا ہے جیسے منطق و مناظرہ وغیرہ تو یہ علوم اس قول کے تحت میں داخل ہیں۔ العلو بالشئ ولا الجہل بہ کہ بعض چیزوں کو جان لینا اچھا ہے اور سے نا واقف نہ رہنا چاہیے یہ علوم مقصود نہیں اگر کوئی جان لے اچھا ہے ورنہ کچھ ضرورت نہیں۔

علم وحدت اور فلسفہ کی مذمت (اور) علم وحدت اور علم فلسفہ سے اور
جوان کے مشابہ ہیں اپنے کانوں کو بہرہ

بنالو، کیونکہ یہ علوم (تمہارے) قدم کو پھیلا کر جہنم کی طرف لے جانے والے ہیں،
اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو (ان سے) بچائے رکھے، ظاہر پیر، رہو ظاہر پیر، اے اللہ
ہم ایسا ایمان چاہتے ہیں جیسا بوڑھی عورتوں کا ایمان ہوتا ہے (کہ وہ بالکل ظاہر
پر چلتی ہیں اور شریعت کی کسی بات میں ان کو شک و شبہ نہیں ہوتا) قل اللہ ثمر
ذہب فی خوضہم یلعبون۔ کہہ دو اللہ (تسے کتاب نازل کی) پھر ان (منکروں)
کو ان کی بیہودگی میں مشغول رہنے دو (ان کی باتوں کی پروا نہ کرو)

صحبت علماء کی تاکید اگرچہ بے عمل ہوں
علماء سے میل ملاپ قطع نہ کرو،
ان کی مجالس میں بیٹھا کرو،

۱۔ علم وحدت سے مراد علم وحدت الوجود ہے جو شیخ ابن عربی اور منصور حلاج کی طرف منسوب ہے اور یہ دراصل علوم
نہیں بلکہ ان حضرات کے حالات و مواجید ہیں جو ان پر وارد ہوئے بعض لوگوں نے ان کو بھی مثل فقہ و تصوف
کے پڑھنا پڑھانا شروع کر دیا اور سمجھے خاک نہیں کیونکہ حالات و مواجید پڑھنے پڑھانے سے سمجھ میں نہیں
آسکتے بلکہ وہ تو جس پر وارد ہوتے ہیں وہی سمجھ سکتا ہے۔ ذوق ایس می نہ شاس بخدا تانہ بخشی۔ اس لئے حضرت
شیخ اس کے پڑھنے پڑھانے سے منع فرماتے ہیں ۱۲ صوفیہ محققین کا طرز تو یہ ہے جو ناظرین نے ملاحظہ
فرمایا کہ علم و علماء کے احترام کی اور ان سے استفادہ کی کس قدر تاکید فرما رہے ہیں اب جو صوفی اپنے مرید
کو علماء سے رد کتاب سمجھ جاؤ وہ دوکاندار ہے اس کو اندیشہ ہے کہ میرے مرید علماء سے ملیں گے
تو ان کو میری حقیقت معلوم ہو جائے گی قلمی کھل جائے گی، کیونکہ قاعدہ ہے کہ علماء سے ملنے والا
کسی دھوکہ باز کے دھوکہ میں نہیں آسکتا اس کو علمی باتوں کے سننے حق و باطل کی پہچان ہو جاتی ہے
اس لئے علماء کی صحبت سے سچا صوفی کبھی منع نہ کرے گا بلکہ ترغیب و تاکید کرے گا اور دوکاندار جھوٹا مکابر
ضرور اپنے مریدوں کو علماء اور مولویوں سے دور رہنے کی وصیت کرے گا خوب سمجھ لو جس کا سونا کھرا
ہوتا ہے وہ ہر جگہ اس کو دکھا سکتا پرکھا سکتا ہے جس کے پاس کھوٹ ملا ہوا سونا ہے وہ اس کی
کوشش کرتا ہے کہ خریدار اس کو نہ کسوٹی پر لگائے نہ آگ میں تپائے ۱۲ ط

ان کی باتیں سنا کرو، ان سے علم حاصل کرو (اور) یہ مت کہو کہ فلاں (عالم) تو بچل ہے، ہم اس سے کیونکر ملیں اس کی باتیں کس طرح سنیں، تم اس سے علم کی باتیں لے لو، اور خود ان پر عمل کرو اس کو اور اس کے عمل کو اللہ کے حوالہ کرو۔

حضرات اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کام کی بات (ہر جگہ سے) لے لیتے ہیں، کچھ پروا نہیں کرتے خواہ کسی کی زبان سے نکلی ہو، یا کسی پتھر پر لکھی ہوئی ہو یا کسی کافر کے ذریعہ سے پہنچی ہو، وہ تو آسمان و زمین میں بھی غور و فکر کرتے رہتے (اور ہر چیز سے کام کی بات لے لیتے اور حق تعالیٰ کی جناب میں عرض کرتے رہتے) ہیں اے ہمارے پروردگار آپ نے اس کا رخائے (عالم) کو فضول پیدا نہیں فرمایا بلکہ واقعی ہر چیز حکمت سے بھری ہوئی ہے)

اولیاء اللہ کی تعریف اور ان کی صحبت کی تاکید | اولیاء مخلوق کے واسطے

ہوتی ہے وہ ان کے اوپر کو گذر کر اللہ تک پہنچ جاتے ہیں، یہ لوگ عمل کرنے والے ہیں، اخلاص والے ہیں دنیا سے پاک صاف) خالص ہو چکے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی عبادت کے لئے خاص کر لیا اور اپنے دربار میں مقرب بنالیا ہے ان کے دلوں پر غیر اللہ کا حجاب ایک لمحہ کو بھی نہیں آتا، انھوں نے درمیانی چیزوں کو بیچ سے نکال دیا ہے اور اسرار (الہی) پر افتخار کے پردے ڈال دیئے ہیں (کہ نااہلوں کے سامنے ان کو بیان نہیں کرتے) رات کو عبادت کے لئے کھڑے ہوتے ہیں، دن کو روزہ رکھتے ہیں، بعض پر فکر غالب ہے، کسی پر ذکر غالب ہے۔ اور کسی نے تمام متفرقات کو جمع کر لیا ہے (کہ ذکر بھی کرتے ہیں فکر بھی کرتے ہیں عبادات نافلہ کی کثرت بھی کرتے ہیں سہ ہر گلے رنگ و بوئے دیگر است ۱۲) یہ ایسے مرد ہیں کہ ان کو تجارت اور خرید و فروخت

اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی،

میں تم کو سچائی کے ساتھ وصیت کرتا ہوں کہ دین کے (فرائض) واجبات کا علم حاصل کر لینے کے بعد ان کی صحبت اختیار کرو، کیونکہ ان کی صحبت بڑا مجرب طریق ہے (جس سے دل کی تمام بیماریاں جاتی رہتی ہیں) دین کی چوٹی ان ہی کے پاس ہے صدق (سچائی) ۱۲ و صفا (صفائی) ۱۲ ذوق (درد و دل) ۱۲ و وفا (وفاداری) ۱۲ اور دنیا و آخرت سب سے الگ ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف یکسو ہو جانا انہی کا کام ہے۔ اور یہ باتیں کتابیں پڑھنے پڑھانے اور مجلسیں جمانے سے نہیں حاصل ہوتیں یہ تو صرف شیخ (کامل) عارف کی صحبت سے حاصل ہوتی ہیں، جو حال اور قال و ذوق کا جامع ہو کہ اپنی باتوں سے راستہ بتلائے اور حال سے ہمت کو بڑھائے۔

شیخ کا حال کامل ہو یا ناقص اس کے مریدوں میں ظاہر ہو کر رہتا ہے

یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے، پس ان کے طریقہ کا اتباع کر و شیخ کی حالت کمال ہو یا نقصان اس کے متبعین اور مریدوں میں ظاہر ہو کر رہتی ہے اور پشتوں تک سلسلہ بسلسلہ ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ اب اگر شیخ میں کوئی حالت کمال ہے تو اس سے کامل کا حال بلند ہو جاتا ہے اور ناقص کا حال ترقی پکڑ جاتا ہے، اور اگر نقصان کی حالت ہے تو اس سے کامل کا حال ناقص ہو جاتا ہے اور ناقص کا حال زائل ہو جاتا ہے، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ (کسی)

لہ نہ کتابوں سے نہ کالج سے نہ زر سے پیدا؛ دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا۔ (اکبر حسین رحوم)
 ملاحظہ فرمادو متبعین ہیں جو معتد بہ عرصہ تک شیخ کی صحبت میں رہے ہوں اور جو لوگ صرف مرید ہی ہوئے پھر شیخ کو صورت بھی نہیں دکھلائی ان میں شیخ کا اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ (امام شافعی رحمہ اللہ ۱۲ ظ)

عنایت فرمائیں تو اس میں (شیخ کے ناقص) احوال کی تاثیر ظاہر نہیں ہوتی، پس اپنے بعد کوئی ایسا نشان نہ چھوڑنا جس سے تمہارے متبعین میں جو کامل ہوں ان کا حال تو ناقص ہو جائے، اور ناقصوں کا حال زائل ہی ہو جائے بلکہ ایسے آثار چھوڑ کر جاؤ جن سے کامل کو بلندی اور ناقص کو ترقی ہو، مرد وہ ہے جس کے آثار اس کے بعد بھی چمکتے رہیں، مردوں کا قول ہے۔

ان اُشادنا تدل علینا، فانظروا بعدنا الی الاُشاد

ہمارے آثار تم کو ہمارا پتہ دیں گے ہمارے بعد تم ہمارے آثار میں نظر کرو (صاحبو!) تم اپنے پیچھے ذلت و انکسار اور دعویٰ سے علیحدگی، اور بڑائی کے میدان سے باہر ہو جانے اور اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر ذلت ظاہر کرنے اور درویشوں اور علما سے محبت کرنے، اور اپنے کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر کے تقدیر کی موافقت کرنے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے کا نشان چھوڑ جاؤ۔

حالات و مواجید سے دھوکہ نہ کھانے اور عبدیت اختیار کرنے کی تاکید

خبردار! وقت سے دھوکہ نہ کھانا، کیونکہ یہ عارف کے نزدیک کوئی چیز نہیں، ہاں اگر اس کو طاعت کے سوا کسی کام میں صرف نہ کرے، اور اس سے ایسی حالت حاصل ہو جو دل کو ٹھنڈا (مطمئن) کر دے، (تو البتہ یہ نعمت ہے جس کا شکر ادا کرنا چاہئے مگر دھوکہ نہ کھائے ناز نہ کرے کیونکہ اول تو رات دن میں

یعنی کسی کا وقت ابھی حالت میں گزر رہا ہو اور حالت موجودہ بنی ہوئی ہو تو اس سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے کیونکہ آئندہ کی کیا خبر ہے کیا ہونے والا ہے غافل مرد کہ مرکب مردان مردانہ در سنگلخ باد یہ پہا پر بیاند نو میدہم مباحث کہ رندان بادہ نوش ناگہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند ۱۲ ظ

ایسا وقت بہت کم ملتا ہے جس سے دل ٹھنڈا ہو زیادہ حصہ وقت کا لذات نفس میں گزر جاتا ہے پھر اس کا کیا بھروسہ ہے کہ ہمیشہ ایسا ہی وقت رہے گا؟ ہاں جس نے اچھا طریقہ رائج کیا اس کو خود اپنے عمل کا اور ان لوگوں کے عمل کا جو قیامت تک اس کی پیروی کرتے رہیں ثواب ملتا رہے گا، (پس اس کی کوشش کرو کہ اپنے بعد کوئی ایسا نشان چھوڑ جاؤ جس پر لوگ چلیں تو قیامت تک ثواب ملتا رہے) اور جس شخص نے کوئی بُرا طریقہ رائج کیا اس کو خود اپنے عمل کا اور ان لوگوں کے عمل کا جو قیامت تک اس کی پیروی کریں گے، گناہ ہوتا رہے گا (پس ایسا بُرا نشان اپنے بعد چھوڑنے سے بچتے رہو عبیدت و انکسار اختیار کرو کہ اس کا نشان مٹ نہیں سکتا امارت و سلطنت اور عالی شان عمارتوں کو پائیدار نشان نہ سمجھو کیونکہ یہ چند روزہ سامان ہے پھر اس کا پستہ بھی نہ رہے گا دیکھو!)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی قوم میں سے کسی کا نشان بھی باقی نہ رہا ان کی سلطنت بھی مٹ گئی، اور شریعت بھی منسوخ ہو گئی۔ اور ہمارے نبی (کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان کو زوال نہیں، آپ کی شریعت اللہ کے حکم سے کبھی منسوخ نہ ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتے۔ سلیمان علیہ السلام کے وصف (سلطنت) کا

لہ اے اللہ میرے پاس کوئی ایسا عمل تو ہے نہیں جو میرے بعد بطور نشان کے رہے آپ اپنی رحمت و فضل سے مجھے ایسے اعمال کی توفیق عطا فرمائے اور اس کتاب مبارک کے ترجمہ کو قبول فرما کر میرے بعد کے لئے عمدہ نشان بنا دیجئے کہ میرے اہل و عیال و اولاد و احباب و اصحاب و برادران اسلام اس پر متوجہ ہوں جو میرے لئے آپ کے اور آپ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سرخروئی کا سبب ہو آمین ۱۲؎ حضرات انبیاء علیہم السلام کے مقامات میں و احوال میں تفصیلی گفتگو کرنا مناسب نہیں اہل اسلام کو اس زمانہ کے مجدد کی دل و جان سے قدر کرنی چاہیے جس نے حضرات انبیاء علیہم السلام کے مقامات و احوال میں تفصیلی گفتگو کرنے سے اپنے متعدد مواضع میں سختی کے ساتھ روکا ہے (بقیہ صفحہ آئندہ)

مقابلہ ملک دَیَّان (اللہ تعالیٰ) کے وصف سے ہوا تو اس نے سلیمان علیہ السلام کے وصف کو مٹا دیا (کیونکہ اللہ تعالیٰ کی سلطنت کی شان یہ ہے) لعن الملك اليوم لله الواحد القهار (آج کس کی بادشاہت ہے؟ کسی کی بھی نہیں صرف اللہ واحد قہار کی بادشاہت ہے) اور ہمارے نبی (کریم) صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت عبدیت تھی (اس کا مقابلہ اللہ تعالیٰ کی کسی صفت سے نہیں ہوا تو آپ کی صفت کو زوال نہ ہوا بلکہ) اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت نے اس کی مدد کی تو آپ کا ذکر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ رہا آپ کی شان بلند ہو گئی (اور آپ کو یہ امتیاز خاص حاصل ہوا) واللہ بعصمک من الناس کہ خدا آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ (یعنی آپ کو بھی اور آپ کے کمالات و اوصاف کو بھی پس کسی کی مجال نہیں کہ آپ کے کمالات کو مٹا سکے) تم دیکھتے ہو کہ سلاطین اور ان کے خاندان۔ ان کے حزم حشمت ہٹ جاتے ان کے قوانین و رسوم بدل جاتے ہیں۔ مگر رعیت اپنے حال پر رہتی ہے (اس کا سبب یہی ہے کہ) سلاطین سے اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت نے مقابلہ کیا کیونکہ وہ لوگ اپنے کو مالک سمجھتے تھے اس لئے مر گئے اور رعیت نے اپنے کو غلام و محکوم سمجھا تو صفت جاؤ بیت نے ان کی حفاظت کی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۹) کیونکہ یہ میدان بہت نازک ہے جس پر انبیاء علیہم السلام کی عظمت منکشف ہو چکی ہے وہ اس پر بیزاری نہیں کر سکتا اور غایت ادب کی وجہ سے صرف اجمالی گفتگو یہ کفایت کرتا ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء اور مرسلین افضل میں حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد مواضع میں اسی پر تنبیہ فرمائی ہے اذ باقی شیخ رحمۃ اللہ کا یہ کلام جو شش میں ہے جس میں معذوریں نہ مازوریں نہ ماجوریں ۱۲ اشرف علی لہ یعنی آپ کی خاص صفت جس کا آپ میں غلبہ تھا عبدیت تھی اور یہ صفت تمام انبیاء علیہم السلام میں موجود تھی مگر غلبہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں زیادہ تھا سلیمان علیہ السلام میں بھی یہ صفت موجود تھی کیونکہ بدون عبدیت کے ولایت نبوت حاصل نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق فرماتے ہیں نعم العبد انہ اواب ۱۳ ط

مرید شیخ کی حالت کا آئینہ ہے | سیدی شیخ منصور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ شیخ کی حالت کا آئینہ اس کے متبعین ہیں

ان میں شیخ کے حال کا کچھ نہ کچھ اثر ظاہر ہو کر رہتا ہے جیسا بھی حال ہو البتہ اگر مرید کو کوئی غیبی حال خاص طور سے عطا ہوا ہو جو شیخ کے حال پر غالب ہو تو اور بات ہے (اس صورت میں مرید کے اندر شیخ کا حال ظاہر نہ ہوگا) اور ممکن ہے بعض دفعہ مرید شیخ کے درجے بڑھ جائے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو وہ چاہتے ہیں عطا فرما دیتے ہیں (مگر یہ نادر صورت ہے عام حالت وہی ہے کہ مریدین میں شیخ کا حال ظاہر ہو کر رہتا ہے چنانچہ منصور) حلاج کے لوگوں میں تم وحدت الوجود پر گفتگو کرنے کا شوق پاؤ گے اور ابو یزید (بسطامی) کے مریدوں میں اشارات اور رقت آمیز باتیں بیان کرنے کی خواہش پاؤ گے۔ جنید رضی اللہ عنہ کے مریدوں میں زبان طریقت اور زبان شریعت دونوں کے جمع کرنے کی خواہش پاؤ گے۔ سلما باذی کے مریدوں میں (دنیا کے) بلند درجوں کی پسندیدگی پاؤ گے کیونکہ وہ (ظاہر میں بھی) بڑے درجہ پر تھے اور سیدی شیخ ابوالفضل کے مریدوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف کیسو ہو جانے، اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اور مخلوق کے آگے ذلیل بننے کی خواہش پاؤ گے؟

کبھی بعض لوگوں میں یہ قاعدہ ٹوٹ بھی جاتا ہے مگر یہ کسی خصوصیت کی وجہ سے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتے ہیں مخصوص کر دیتے ہیں۔ معروف کرخی، اور داد طائی اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہم اور ان صوفیہ نے جو ان حضرات کی صحبت سے فیض پانے والے ہیں اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے راستوں کا

لہ ترجمۃ الاغراض جمع غمض خلاف الواضیح من الکلام اللہ من القاموس ۱۲ اشرف

لہ گو دینی ہی مصلحت کے لئے ہو ۱۲ اشرف

خلاصہ دو لفظوں میں بیان کیا ہے۔

طریقت کا خلاصہ دو لفظوں میں

(۱) شریعت پر مضبوطی کے ساتھ چلنا۔

(۲) صرف اللہ وحدہ کا طالب بننا یعنی

اللہ کے سوا تمام چیزوں کی طلب دل سے نکال دینا)

عزیز من! یہ شریعت تیرے سامنے ہے، دیکھ لے تیرے نبی علیہ افضل الصلوٰۃ و التسلیمات کس طرح رہتے تھے، کیونکر باتیں کرتے تھے، اور لوگوں سے خواہ وہ نیک ہوں یا بدکن اخلاق سے پیش آتے تھے، پھر تو بھی آپ جیسے عمل کر، آپ کی طرح باتیں کر، آپ کے اخلاق (حمیدہ کو) اختیار کر، اگر تو نہیں جانتا تو علماء سے پوچھ لے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کرو۔

صوفیہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بیان کرتے ہیں مگر اپنے کسی سے فضل نہیں سمجھتے

صوفیہ کرام نعم حقیقی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اقرار کرنے، اور ان کا شکر ادا کرنے، اور لوگوں کو عمل کی ترغیب دینے کے لئے (ان) نعمتوں کو (جو اللہ تعالیٰ نے ان پر کی ہیں) بیان کیا کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو بھی یہ برکت حاصل ہو جائے (اگر وہ ان کی طرح اعمال و مجاہدات کریں کیونکہ) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں والذین جاہدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ جن لوگوں نے ہمارے واسطے مشقت اٹھائی ہے، ہم ان کو اپنے راستے ضرور بتلا دیں گے، (بہر حال ان وجوہ سے صوفیہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بیان تو کرتے ہیں مگر نعمت کا بیان کرنے والا بس یوں کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فلاں بات کی خبر دی، اور فلاں علم عطا فرمایا، اور مجھے اس قسم کی خیر و برکت سے نوازا ہے، یوں کبھی نہ کہے گا کہ میں تم سے اچھا ہوں، بزرگ ہوں، اشرف ہوں،

یہ دعوے کی باتیں ہیں، جو رعونت سے پیدا ہوتی ہیں، یہ باتیں احق ہی کی زبان سے نکل سکتی ہیں؛ بھلا مجھے تم سے کس بات نے اچھا کر دیا؟ کس بات نے بزرگ اور بہتر بنا دیا؟ یہی نماز روزہ وغیرہ عبادات ہی تو ہیں (جو میں اور تم سب کرتے ہیں مجھ میں کوئی بات زیادہ ہے آگے جو کچھ ہے محض خدا کا فضل و انعام ہے جو اللہ کی مرضی پر ہے بندہ کا اس میں کچھ اختیار نہیں) (۱۲) اللہ کے مخفی قہر سے بجز خسارہ پانے والوں کے اور کوئی بے فکر نہیں ہوتا، اس لئے عارفین اللہ کی نعمتیں بیان کرتے ہوئے اس سے بہت ڈرتے ہیں کہ یہ نعمتیں تکبر و غرور میں مبتلا نہ کر دیں کہ اس صورت میں وہ قہر بصورت لطف کے مصداق ہوں گے (۱۳) اگر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اشکرونی ولا تکفرون - (میرا شکر کرو اور ناشکری نہ کرو) نہ ہوتا تو عقلمند آدمی تو اپنا منہ سوئی سے سہی لیتا اور کبھی کسی نعمت کا ذکر نہ کرتا مگر شکر نعمت واجب ہے اور شکر کا طریقہ نعمت کو بیان کرنا ہے اس لئے مجبوراً بیان کرتا ہے اور عجب و کبر سے اپنے آپ کو بچاتا رہتا ہے وہ نعمت کو بیان کرتے ہوئے بھی اپنے کو کسی سے افضل نہیں سمجھتا (۱۴)

عزیز بن! تم اپنے باپ پر فخر کرتے

فخر کی مذمت اور عبدیت کی تعریف

ہو کہ وہ بڑا عالم یا درویش تھا

سو آدم علیہ السلام سب سے پہلے برگزیدہ (نبی) کی اکثر اولاد اسی طرح بہت سے انبیاء و مرسلین کی اولاد کا فر ہو گئی (ان کے لئے آدم علیہ السلام یا اور کسی نبی کی اولاد میں ہونا کچھ بھی باعث فخر نہ ہوا، اسی طرح یہ کیا ضرور ہے کہ تیرا باپ لائق ہو تو تو بھی لائق ہو۔ ممکن ہے وہ لائق ہو اور تو نالائق ہو، تو اپنے علم پر فخر کرتا ہے، سو ابلیس نے علم کی ہر گتھی کو سلجھا لیا، اور دنیا کے تمام

صحیفوں (اور کتابوں) کو پڑھا اور حل کر لیا، (مگر تنہا علم سے اس کو کچھ نفع نہ ہوا) تو اپنے مال پر فخر کرتا ہے، سو قارون کو اس کے مال ہی نے تباہ کیا، تو اپنی بادشاہت پر فخر کرتا ہے، مگر فرعون کو اس کی بادشاہت اللہ کے عذاب سے ذرا نہ بچا سکی (عزیز من! ان چیزوں پر فخر کرنا چھوڑ دے اور ذلت و عاجزی اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر) ابراہیم علیہ السلام نے سب سے یکسو ہو کر اللہ کی طرف رجوع کیا تو وہ ہلاک نہیں ہوئے، موسیٰ علیہ السلام نے جب پروردگار کے سامنے اپنی ذلت کا بستر بچھا دیا تو وہ ذلیل نہیں ہوئے، یونس علیہ السلام نے جب سچی التجا سے لا الہ الا انت سبحانک (آپ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ تمام عیبوں سے پاک ہیں میں ہی خطا وار تھا) کہا تو ان کی شناخت میں ذرہ برابر کمی نہ آئی جب یوسف علیہ السلام نے اپنے کو تقدیر الہی کے حوالہ کر دیا اور اللہ ہی پر بھروسہ کیا تو وہ ناکام نہیں ہوئے نبی ایسے ہی ہوتے ہیں۔
 رسولوں کا یہی طریقہ ہے، صدیقین اور صلحا کا یہی طرز ہے، یہ حضرات فخر و تکبر سے پاک ہوتے ہیں، تواضع اور خاکساری ان کا شعار ہے) اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں، پس جو انبیاء و مرسلین اور صدیقین و صالحین کے طریقہ پر چلے گا وہ کبھی ناکام نہ ہوگا

طالبین حق کو تنبیہ | عزیز من! تو کہاں ہے، کس جنگل میں گھوم رہا ہے
 تو اپنے وہم کے جنگل میں چرتا اور قطع تعلق کے
 میدان میں پھرتا ہے، اللہ اللہ خدا تجھ پر رحم کرے مجھے تجھ پر ترس آتا ہے
 بخدا مجھے تجھ پر اندیشہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ سے منقطع ہو جائے گا۔ میں ڈرتا ہوں
 کہ تو خدا کی توجہ و عنایت سے محروم ہو جائے گا۔

ترک اسباب کی ضرورت نہیں غفلت اور گناہوں سے
عزیز من! اگر تو (اللہ تعالیٰ سے)

الگ ہو جائے اور خود وصل کے گمان میں رہے اپنے کو عالم سمجھتا رہے، حالانکہ (درحقیقت) تو ایک قسم کے جہل میں مبتلا ہے، تو مجھ پر ناراض نہ ہونا کیونکہ تم سے معاملہ فوت ہو گیا، (جس پر وصل کا مدار ہے) اور قوم تجھ سے آگے بڑھ گئی اور تیرے اوپر سر سے پیر تک ملامت چھا گئی ہے، (کیونکہ تو نے کامیابی کا راستہ اختیار نہیں کیا)

میں یہ نہیں کہتا کہ تم تجارت، و صنعت (و حرفت) وغیرہ جملہ اسباب سے الگ ہو جاؤ بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ ان کاموں میں غفلت اور ارتکاب حرام سے بچتے رہو، میں یہ نہیں کہتا کہ تم بیویوں کو چھوڑ دو! اچھے کپڑے نہ پہنو! بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ خبردار! بیوی بچوں میں ایسے مشغول نہ ہونا کہ خدا کو بھول جاؤ کپڑے (تیمی) پہنکر اللہ کی غریب مخلوق کے سامنے نہ اتراؤ، نیز میں یہ کہتا ہوں کہ ضرورت سے زیادہ اس طرح زینت و آرائش کا اظہار نہ کرو کہ فقرار کے دل ٹوٹ جائیں، مجھے اندیشہ ہے کہ (ایسی زینت سے) تمہارے دلوں میں عجب اور غفلت پیوستہ ہو جائے گی، میں تو یہ کہتا ہوں کہ اپنا لباس صاف ستھرا رکھو کہ یہ زینت مطلقاً ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں قل من جرم ذینۃ اللہ السی اخرج لعبادۃ والطیبات من الذنق۔ کہدیجئے کس نے اللہ کی زینت کو حرام کر دیا جو خدا نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہے اور کس نے پاکیزہ روزیوں کو حرام کیا؟ مگر میں اس کے ساتھ یہ بھی کہتا ہوں کہ اپنے دلوں کو بھی پاک و صاف رکھو، کیونکہ یہ کپڑوں کی صفائی سے مقدم ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے کپڑوں کو نہیں دیکھتے بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتے ہیں، ہمارے سردار (نبی کریم) علیہ فضل الصلوٰۃ والتسلیمات نے

ایسا ہی یا اس کے قریب قریب فرمایا ہے۔

سب مل کر شیطان کا مقابلہ کرو | ایک دوسرے کے ساتھ مل کر شیطان کے جنگ کرو کوئی نصیحت سے، کوئی اخلاق

کے ذریعہ سے کوئی اپنے حال سے کوئی اپنے کلام سے (شیطان کی طاقت کو ٹوڑتا رہے) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاشر والعدوان باہم ایک دوسرے کی مدد کرو نیکی اور تقویٰ میں اور گناہ و ظلم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو (اور نیکی میں) ایک دوسرے کی مدد یہی ہے کہ جس سے جتنا نیک کام ہو سکے بجالائے پھر سب کے سب خود ہی فاسق و کفار کے مقابلہ میں منظم ہو جائیں گے) نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے الذین یقاتون فی سبیلہ صفا کا تھو بنیان مرصوص اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند کرتے ہیں جو اس طرح صف بندی کر کے اللہ کے راستہ میں لڑتے ہیں جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہو یعنی وہ شیطان سے بھی لڑتے ہیں، نفس (مارہ) سے بھی لڑتے ہیں، اور خدا کے دشمنوں (کافروں) سے بھی لڑتے ہیں، شیطان سے اس واسطے لڑتے ہیں کہ ان کو خدا سے الگ نہ کر دے، نفس (مارہ) سے اس لئے لڑتے ہیں تاکہ اللہ کا بول بالا رہے۔ اور اللہ تک پہنچانے والا علم (دنیا کے ہر گوشہ میں) پھیل جائے ہی ہے اللہ کی جماعت۔ اور سن لو کہ اللہ کی جماعت ہی فلاح پانے والی ہے۔

مقاصد شریعت کے حقائق کا بیان اور ان کی تحصیل کی تاکید

شان علم کی ایسی تعظیم کرو کہ اس کے واجبی حقوق ادا ہوتے رہیں، اور علم نام ہے حقائق اشیا، دریافت کرنے کا، شریعت اور عقل کے ذریعہ سے ایمان کا حق ادا کرو اور اس کی حقیقت زبان سے اقرار کرنا اور دل سے یقین کرنا ہے، احکام اسلام کی

پابندی کرو، اور اسلام نام ہے شریعت کی پیروی اور (تقاضائے) طبیعت کے بے خمی کرنے کا، سچی معرفت حاصل کرو، جس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو وحدانیت کے ذریعہ سے پہچانو! (یعنی اس کی ذات کو بھی واحد جالوا صفات کو بھی یکتا و بے نظیر پہچانو! اور مطلوب و مقصود بھی صرف اسی کو بتاؤ فاعل حقیقی بھی صرف اُسی کو سمجھو) نیت کو پاک کرو، جس کی حقیقت دل میں کسی بات کا آنا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مطلع نہیں ہو سکتا، ادب کو نچتہ (اور کامل) کرو جس کی حقیقت ہر چیز کو اس کے موقع میں رکھنا ہے، وعظ میں اختصار کی رعایت رکھو اور وعظ نام ہے غفلت والوں کو راستہ بتلانے کا نصیحت پوری طرح کرو جس کی حقیقت زہد کی حفاظت کا طریقہ بتلانا ہے، محبت میں سچائی پیدا کرو، اور محبت نام ہے محبوب کے ماسوا کو بھول جانے کا، دعا میں ادب کی پوری رعایت کرو جس کی حقیقت ہے اپنی حاجتوں کو بلند بارگاہ (جناب باری تعالیٰ) میں پیش کرنا،

تصوف کی حقیقت ترک اختیار ہے | تصوف کے مینار کو بلند کرو اور تصوف نام ہے ترک اختیار

کا، (کہ بندہ اپنی تجویز و ارادہ کو رضائے حق میں فنا کر دے) عبودیت (غلامی) کے راستہ کو مضبوطی سے پکڑے رہو، جس کی حقیقت ہے دنیا کو چھوڑ دینا دعویٰ نہ کرنا، مشقت برداشت کرنا، مولیٰ سے محبت کرنا، قرب کے راستہ کو سنوارتے رہو جس کی حقیقت اللہ کے سوا ہر چیز سے الگ ہو جانا ہے صدق سے پوری طرح آراستہ ہو جاؤ جس کی حقیقت ظاہر

ملہ قال السعدی سے تعلق حجاب است و بے حاصلی پیچیدہ بندہ بگسلی واصلی + تو دروغم شد وصالیں و بس
گم شدن گم کن کمال این است و بس مواظب امریدہ حکیم الامتہ رح

و باطن کی باہم موافقت ہے، نعمت عافیت کی بڑی تر کرو،
جس کی حقیقت یہ ہے کہ سانس بدون تکلیف کے آتا رہے، رزق بدون
مشقت کے ملتا رہے، اور عمل (صلاح) بدون ریا کے ہوتا رہے۔
استقامت کی حد پر ٹھہرے رہو۔ اور استقامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر
کسی چیز کو ترجیح نہ دے، حلال (روزہ) تلاش کرو اور حلال وہ ہے جس کے
کھانے والے کو دنیا میں تاوان نہ دینا پڑے اور آخرت میں اس کی وجہ سے
مواخذہ نہ ہو۔

طاعت کے راستہ پر سیدھے چمے رہو اور طاعت یہ ہے کہ تمام اقوال و
افعال و احوال میں اللہ کی رضا طلب کرے، صبر کے دستہ کو پکڑے رہو، اور صبر
یہ ہے کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر جمائے رکھے، عزت و خلوت (و گوشہ نشینی
اور تنہائی) کو پاکیزہ بناؤ اور ان کی حقیقت یہ ہے کہ اہل دنیا سے دور رہے،
یعنی ان سے طمع نہ رکھے اور لوگوں سے ملنا چھوڑ دے یعنی دل ان کے تھامشغول
نہ ہو اگرچہ بظاہر ان کے درمیان ہی بیٹھا ہو۔

سُن لو ولی وہ ہے جس نے نفس و شیطان اور دنیا اور اپنی
ولی کی تعریف | خواہش سے منہ موڑ لیا اور اپنے چہرہ اور دل کو مولیٰ (تعالیٰ)
شانہ کی طرف پھیر دیا، اور دنیا و آخرت (دونوں) سے بیرخی کر کے اللہ تعالیٰ کے
سوا کسی چیز کا طالب نہیں ہوا، اور تانع وہ ہے جو تقدیر پر راضی ہو اور
قدر ضرورت (سامان) پر کفایت کرے، (زیادہ کی ہوس نہ کرے)

اخلاقِ رذیلہ سے بچنے کی تاکید اور ہر ایک کی حقیقت کا بیان

میں تم کو چند اوصاف اور اخلاق سے ڈراتا ہوں، خبردار ان میں سے کسی کو اپنے اندر

جگہ نہ دینا کیونکہ یہ نہ ہر تامل میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی اور ان خصلتوں سے دور رہنے کی سخت تاکید کرتا ہوں جن میں سے (ایک) حسد ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ انسان دوسرے کی نعمت کا زوال چاہے، اور (دوسرے) کبر ہے، جس کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اپنے کو دوسروں سے اچھا سمجھے اور (تیسرے) جھوٹ ہے جس کی حقیقت خلاف واقع بات گھڑنا اور ایسی فضول بیہودہ بات کہنا ہے جس میں کسی قسم کا نفع نہ ہو، اور (چوتھے) غیبت ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ کسی ایسا عیب (پچھے) بیان کیا جائے جو بشریت کی بتا پر اس میں ہے اور (پانچویں) حسد ہے جس کی حقیقت دنیا سے جی نہ بھرنا ہے اور (چھٹے) غضب (غصہ) ہے جس کی حقیقت خون کا جوش میں آنا ہے بدلہ لینے کے ارادہ سے، اور (ساتویں) ریا ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اس بات سے خوشی حاصل کرنا چاہے کہ دوسرے اس (کے اعمال) کو دیکھ رہے ہیں، اور (آٹھویں) ظلم ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کی پیروی کرے اس کی ہر خواہش میں (کہ جو دل میں آیا کر گذرا چاہے اپنے کو یا کسی کو تکلیف پہنچے یا نقصان ۱۲)

خوف اور امید ساتھ ساتھ رکھنے کی تاکید | نیز میں تم سے یہ بھی کہتا ہوں کہ ہمیشہ خوف اور

امید کے درمیان رہو، خوف (کی حقیقت) یہ ہے کہ آدمی اپنے گناہوں کو پیش نظر کر کے اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور امید یہ ہے کہ (اللہ تعالیٰ کے) اچھے وعدے

لہ لفظ وہی الاستبشار برویۃ الاغیاد والاستبشار من باب الاستفعال ولا یخلو عن معنی الطلب غالباً ولا بد منه ہذا فان الفرح الطبعی برویۃ الاختیار لیس من الریاء فان الطبعیات لا تدخل تحت الاختیار ولا یکلف اللہ نفساً الا وسعها وھذا من تحقیقات مجد وھذا العصر حکیم الامتہ دام محمد وعلوہ ۱۲

(کو یاد کرنے) سے دل میں سکون (وراحت) پیدا ہو، ریاضت کے ذریعہ روح کی صفائی کا ہمیشہ خیال رکھو اور ریاضت کی (حقیقت یہ ہے کہ حالت مذمومہ (بیری عادت و خصلت) کو حالت محمودہ (اچھی عادت و خصلت سے بدلا جائے۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی تاکید | امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو اچھے کاموں کا حکم کرنا برے کاموں کے

روکنا (۱۲) اپنا شعار بناؤ ان الدین عند اللہ الاسلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین جو کچھ ہے اسلام ہی ہے (اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اسلام کا شعار ہے) جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے وہ زمین میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہے، کتاب اللہ کا خلیفہ ہے، صادق مصدق (سچے پیغمبر) علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے ہم کو ایسا ہی بتلایا ہے، امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ بہترین جہاد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے، اور جس نے فاسقوں سے عداوت کی، اللہ کے لئے (نافرمانوں پر) غصہ کیا، اللہ کے لئے جہاد کیا، اور اسلام کے سوا کسی دین کا طالب نہ ہوا اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیں گے، ناقتان حدیث نے اللہ ان سے راضی ہو، برے کاموں سے روکنے میں سستی کرنے والے اور برے کاموں میں مبتلا ہونے والے کی مثال یوں بیان کی ہے جیسے ایک جماعت کشتی میں سوار ہو کچھ آدمی اوپر کے درجہ میں ہوں کچھ نیچے (کے درجہ میں) پھر ایک شخص کلہاڑی ہاتھ میں لے کر کشتی کے نیچے کا تختہ توڑتے دیکھا لوگ اس کے پاس آئے کہ یہ کیا کر رہے ہو، کہا مجھے پانی کی ضرورت ہے، اب اگر کشتی والوں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور (تختہ توڑنے سے) روک دیا تو اس کو بھی (ہلاکت سے) بچالیں گے اور اپنے کو بھی، اور اگر اس کو اسی حال پر چھوڑ دیا تو اسے بھی ہلاک کریں گے اور اپنے کو بھی، حدیث میں آیا ہے،

ما من قوم عملوا بالمعاصی وفیہم من یقدر ان ینکر علیہم فلم یفعل الا اوشک
ان یعلمہ اللہ بعذاب من عنده جو قوم معاصیت میں مبتلا ہو، اور اس میں ایسے لوگ
بھی ہوں جو گناہ کرنے والوں پر انکار کر سکیں، (یعنی ان کو روک سکیں یا برا بھلا کہہ سکیں)
پھر بھی انہوں نے ایسا نہ کیا تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر ایسا عذاب اپنی طرف سے
بھیجیں جو سب کو گھیر لے گا، سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص
اپنے ہمسایوں کا محبوب ہو، اور دوست احباب اس کی تعریف کرتے ہوں، سمجھ لو کہ
وہ مدام ہے (یعنی برے کاموں سے روکنے میں سستی کرتا ہے) بیشک (سچ فرمایا)
جو شخص برا کام دیکھ کر انکار نہ کرے، خاموش ہو جائے وہ بھی اس میں شریک ہے، غیبت
سننے والا غیبت کرنے والے کا سا جھمی ہے، غرض یہ قاعدہ ان تمام گناہوں میں جاری
ہے جو شریعت نے بتلائے ہیں، سن لو جو شخص لوگوں سے ملے گا اس کے گناہ زیادہ
ہوں گے اگرچہ خود متقی کیوں نہ ہو، کیونکہ وہ دوسروں کے گناہ پر سکوت کرے گا
تو یہ بھی ان کا شریک ہو جائے گا (۱۲) البتہ جو شخص مدامت نہ کرے (روک ٹوک
میں سستی نہ کرے) اور اللہ کو راضی کرنے میں کسی کے برا بھلا کہنے کی پروا نہ کرے،
اور روک ٹوک میں لگا رہے، (وہ لوگوں کے ساتھ میل جول کر کے بھی گناہوں سے
بچ سکتا ہے ۱۳)

احتساب کے اصول و شرائط | احتساب شرعی (یعنی برے کاموں پر روک
ٹوک کرنے کی بنیاد دو چیزیں ہیں، ایک
ہو شیا ری، دوسرے نرمی کہ بہت نرمی کے ساتھ نصیحت کرنا شروع کرے سختی
سے کام نہ لے، نہ بڑا بننے کا ڈھنگ اختیار کرے، کیونکہ اس سے (مخاطب کے)
نفس کا جو شش بڑھتا ہے، اور گنہگار آدمی ناصح کی بات کو توڑنے اور اسے ایذا
پہنچانے کے درپے ہو جاتا ہے، اور جب ناصح بد زبان کج خلق ہوگا تو وہ

اپنی حماقت کی وجہ سے مخاطب کی کاٹ توڑ اور مدافعت نہ کر سکے گا، کیونکہ غصہ نہ کرنے والا کبھی مناظرہ میں کامیاب نہیں ہوتا اس کی زبان سے بجز سخت الفاظ کے کوئی معقول بات نکلتی ہی نہیں وہ اپنے نفس کے لئے غصہ کرے گا، اللہ عزوجل کے لئے گستاہوں پر انکار نہ کرے گا، وہ تو مخاطب سے اپنے غصہ کی بھڑاس نکالنے میں رہے گا (اصلاح کا قصد نہ کرے گا) اس لئے (امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے اس کو ثواب تو کیا ملتا تھا) گنہگار ہو جائے گا۔ حدیث میں آیا ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرے مگر وہ شخص جو نرمی کرنے والا ہو حکم کرنے میں بھی، اور روکنے میں بھی حکمت والا ہو امر کرنے میں بھی منع کرنے میں بھی ہم کو معلوم ہوا ہے کہ ایک واعظ نے (خلیفہ وقت) مامون عباسی رحمۃ اللہ علیہ کو نصیحت کی اور سخت الفاظ سے نصیحت کی کہ اس کو دھمکایا بھی، تو مامون نے فرمایا: شخص! نرمی کر کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے بہتر کو مجھ سے بدتر کی طرف بھیجا تو ان کو نرمی کا حکم دیا چنانچہ (موسیٰ علیہ السلام) حق تعالیٰ فرماتے ہیں فَقُولَہٗ قَوْلًا لِّیْنَ الْعٰلَمِیْنَ کَرًا مِّنْ خَشَیَہٗ لِّمُوسٰی وَہَارُونَ ثُمَّ دَنُوْا فَرَعَوْنَ سَیْئَرًا نَّزَمٰی کے ساتھ گفتگو کرتا شاید وہ نصیحت مان لے یا ڈر جائے۔

ناصح میں اس بات کو نہ دیکھو کہ خود بھی عمل کرتا ہے یا نہیں

بزرگو! میں تم سے کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر یہ احسان ہے کہ جن باتوں کا میں تم کو حکم کرتا ہوں یا ترغیب دیتا ہوں پہلے ان سے خود آراستہ ہو چکا ہوں لیکن تمہاری بھلائی اس میں کہ تم کسی واعظ یا نصح سے اس شرط کا مطالبہ نہ کرو، اور اس بات سے شیطان کو اپنے اوپر بھی کامیاب نہ کرو کہ ہم تو اس وقت تک امر بالمعروف نہ کریں گے جب تک خود پوری طرح عمل نہ کر لیں ورنہ بری باتوں سے اس وقت تک دوسروں کو منع نہ کریں گے جب تک خود سب برائیوں سے نہ بچ جائیں، اس کا انجام یہ ہوگا کہ احتساب (روک ٹوک) کا دروازہ ہی بند ہو جائیگا کیونکہ گناہوں سے معصوم کون ہے؟ تم اچھی باتوں کا حکم کرو اگرچہ تم نے سب پر عمل کیا ہو، بری باتوں سے روکو اگرچہ تم

سب برائیوں سے نہ بچے ہو، ہمارے نبی کریم علیہ افضل صلاۃ اللہ وسلامہ نے ہم کو یہی حکم دیا ہے،
سعادت کی کنجی اتباعِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے

میں تم سے کہہ دینا چاہتا ہوں کہ دائمی سعادت کی کنجی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی، حکام
افعال میں جو آپ نے کئے ہیں وہ جن سے آپ رکے ہیں، اسی طرح آپ کی وضع کا کھانا پیئے، اٹھتے بیٹھتے
سونے بولنے میں بھی اتباع کیا جائے تاکہ تم کو اتباعِ کامل نصیب ہو جائے، ہم کو ایک بزرگ کے
متعلق معلوم ہوا ہے کہ انھوں نے (عمر بھر) خر بوزہ نہیں کھایا، کیونکہ ان کو کسی حد سے معلوم نہ ہوا تھا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خر بوزہ کس طرح کھایا ہے، اسی طرح ایک بزرگ نے بھوکے سے موزہ کو
بائیں پیر میں پہنے پہننا شروع کر دیا تو اس (خلاف سنت حرکت) کے کفارہ میں کسی قدر گہر خنات کیا۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات کو معمولی بات سمجھ کر نہ ٹال دو

خیر دارا یہ مت کہنا کہ یہ باتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی (عادات متعلق ہیں) عبادات متعلق
نہیں، اور یہ کہہ کر ان کو چھوڑ دو، کیونکہ ان کا چھوڑنا سعادت کے دروازوں میں سے بہت بڑا دروازہ
کو بند کر دیگا، باقی عبادات میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نہ کر نیکی کے لئے میرے خیال میں کسی کے
پاس کوئی بھی عذر نہیں ہو سکتا، سو اس کے کہ اس کے دل میں کفر چھپا ہوا ہو، یا پورا حلق
ہو اللہ تم کو اور تم کو اس سے بچائے۔

کوئی عاقل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات و عبادات کی خوبی سے انکار نہیں کر سکتا،
بزرگو! خدا کی قسم میرے خیال میں تو رے زمین پر کوئی بھی عقل والا جسے بھلے بُرے کی کچھ تمیز ہو ایسا نہ ہوگا
جس کے دل میں یہ اعتقاد اور دماغ میں اس بات کا یقین نہ ہو کہ عبادت (کی جو صورت) رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائی ہو، اور عادت (کی جو شان) آپ نے اختیار فرمائی ہو وہی پسندیدہ
(اور بہتر اور کامل) حالت ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی، اور مخلوق کے نزدیک بھی،

لہٰذا یہاں سے منکرینِ حدیث کا حال معلوم ہو گیا ہوگا جو عادات و عبادات کے علاوہ عبادات و معاملات میں بھی اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کی ضرورت نہیں سمجھتے بلکہ جملہ امور کو مرکزِ نظامِ اسلامی کی پارلیمنٹ کے حوالہ کرنا چاہتے ہیں، خدا! مسلمانوں کو اس فتنہ
سے بچائے ۱۲ خط

اور یہی وہ آداب ہیں جو خالق کے نزدیک مقبول، اور مخلوق کے نزدیک محبوب ہیں، دل کو اطمینان اور نفس کو سکون ان ہی سے ہوتا ہے، کیا تشہ میں مست ہونے والے اور ہوش والے، اور چوری کرنے والے، اور امانت والے، اور جھوٹ بولنے والے، اور سچ بولنے والے، اور زنا کار، وعفت و عصمت والے اور تکبر کرنے والے، اور تواضع کرنے والے، اور سخاوت کرنے والے، اور ظلم کرنے والے اور انصاف کرنے والے، اور جھوٹا دعویٰ کرنے والے اور سچا دعویٰ کرنے والے اور مکرو و فریب کرنے والے، اور رحم و کرم والے، اور عبادت کرنے والے، اور سونے والے اور عقل والے، اور پریشان خیال والے، اور نیک کام کرنے والے، اور بُرا کام کرنے والے، اور کافر و مومن کی حالت میں عقل (انسانی) کچھ فرق نہیں سمجھتی؟ (یقیناً سمجھتی ہے جس کا انکار نہیں ہو سکتا۔ اب دیکھ لو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن باتوں کا حکم دیا، اور جن عادات کو اختیار فرمایا، وہی سب سے اچھی ہیں یا نہیں) ان فی ذلک لآیات لا ولی الا لہاب ہ بیشک اس میں بڑے دلائل ہیں عقل والوں کے لئے۔

اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مکرر تاکید | اللہ! اس رسول عظیم
پاس تمام عالم کے لئے رحمت، مخلوق پر رحمت، اور موحدین کے لئے نعمت بن کر تشریف لائے ہیں پوری متابعت (اور کامل پیروی) کرو۔

موت کو یاد رکھنے کی تاکید | خبردار موت کو نہ بھولنا، کیونکہ یہ بھول غفلت سے پیدا ہوتی ہے، اور غفلت اللہ کو کم یاد کرنے سے اور ذکر اللہ کی کمی ایمان کی کمی سے ہوتی ہے، اور قلت ایمان کی جڑ جہل ہے، اور جہل گمراہی ہے۔ بعض آسمانی کتابوں میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ

شانہ ارشاد فرماتے ہیں، اے ابن آدم! تو میری (دی ہوئی) عافیت کے ذریعہ سے میری طاعت پر قادر ہوا، اور میری توفیق سے تو نے میرا فرض ادا کیا، (بتلا تو نے کیا کمال کیا؟) پھر میرا رزق کھا کر میری نافرمانی میں زور دکھانے لگا، (سوچ کر شرم دجیا بھی کوئی چیز ہے؟) میری مشیت ہی سے تو جو کچھ چاہے اپنے نفس کے لئے چاہ سکتا ہے، (اگر میری مشیت امداد نہ کرے تو تو کچھ بھی نہیں چاہ سکتا اب سمجھ کہ تو میری مشیت سے میری نافرمانی ہی میں مدد لینا چاہتا ہے، یہ کتنی بڑی بے حیائی ہے) تو میری نعمت ہی سے کھڑا ہوتا۔ بیٹھتا لیٹتا ہے، میرے ہی دامن میں صبح کرتا، اور شام کرتا ہے، میرے ہی فضل سے جیتا، اور (سر سے پیر تک) میری نعمت میں (غرق ہو کر) چلتا پھرتا ہے، اور میری (دی ہوئی) صحت و عافیت ہی کی وجہ سے تو خوب صورت بنا ہوا ہے، (اس پر بھی تیری حالت یہ ہے کہ) مجھے بھولتا ہے دوسروں کو یاد کرتا ہے، میرا شکریہ ادا نہیں کرتا، (مخلوق کے شکریہ میں ہر وقت بچھا جاتا ہے) اے ابن آدم! موت تیرے چھپے ہوئے بھیدوں کو ظاہر کر دے گی، قیامت تیری ساری حرکتوں کو آشکارا کر دے گی، اور عذاب (جہنم) تیرے پردوں کو توڑ دے گا، (پس یہ خیال نہ کرنا کہ تیری بے حیائی یہ بے انصافی چھپی رہے گی ایک دن تمام مخلوق کے سامنے تیرا معاملہ ظاہر ہوگا کہ خدا نے تیرے ساتھ کیا کیا اور تو نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ ہوش سے کام لے بیہوش نہ بن) جب تو کوئی چھوٹا گناہ کرے تو اس کے چھوٹا ہونے پر نظر نہ کر، بلکہ اس کو دیکھ جس کی تو نافرمانی کر رہا ہے، اور جب تجھ کو تھوڑا سا رزق ملے تو اس کے تھوڑا ہونے کو نہ دیکھ، بلکہ اس کو دیکھ جس نے تجھ کو رزق دیا ہے، چھوٹے گناہ کو حقیر نہ سمجھو، کیونکہ تجھے خبر نہیں کہ کس گناہ سے تو میرا نافرمان بن جائیگا ممکن ہو کسی وقت دریا بے رحمت جوش میں ہو تو تیرے بڑے سے بڑے گناہ پر بھی

مواخذہ نہ ہو، اور کسی وقت عدل و انصاف کی ہوا چل رہی ہو تو تیرے چھوٹے گناہ پر بھی گرفت ہو جائے
میرے خفیہ قہر سے بے فکر نہ ہو، کیونکہ وہ تجھ پر اس چوٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہو جو اندھیری رات میں
پتھر چسپیل رہی ہو، اسے ابن آدم! کیا تو نے میری نافرمانی کرتے ہوئے میرے غضب
کو بھی یاد کیا ہے؟ (اگر اس کو یاد کر لیتا تو میری نافرمانی کی جرأت تجھے نہ ہوتی)

آٹھ آدمیوں کی صحبت آٹھ باتیں پیدا ہوتی ہیں | جو شخص آٹھ قسم کے لوگوں
کے پاس بیٹھے گا اس میں

اللہ تعالیٰ آٹھ باتیں زیادہ کر دیں گے، جو حکام کے پاس بیٹھے گا اللہ تعالیٰ اس میں تکبر
اور سنگدلی بڑھا دیں گے، جو مالداروں کے پاس بیٹھے گا اس میں دنیا اور دنیا کے
ساز و سامان کی حرص، جو فقراء کے پاس بیٹھے گا اس میں تقدیر پر رضا، جو بچوں کے
پاس بیٹھے گا اس میں لہو و لعب (کھیل کود) کا شوق، اور جو عورتوں کے پاس
زیادہ بیٹھے گا اس میں جہالت اور شہوت بڑھا دیں گے۔ اور جو نیک لوگوں
کے پاس بیٹھے گا اللہ تعالیٰ اس میں طاعت کی رغبت اور جو اہل علم کے پاس
بیٹھے گا اس میں علم اور احتیاط بڑھا دیں گے، اور جو فاسقوں کے پاس بیٹھے گا
اس میں گستاہ (کی رغبت) اور توبہ کی ٹال مٹول زیادہ کر دیں گے۔

نیز وارد ہوا ہے کہ عاقل کی صحبت دین و دنیا و آخرت کی ترقی (کا سبب)
ہے، اور بیوقوف کی صحبت (سے) دین و دنیا کا نقصان اور موت کے وقت
حسرت و پشیمانی اور آخرت میں خسارہ ہوتا ہے۔ بزرگو! تین شخصوں کے لئے
شفاعت ہے (یعنی ان کو دوسروں کی شفاعت کا حق دیا جائے گا) عالم اور
خادم اور صبر کرنے والا فقیر۔

۱۱۱ افسوس اس مقام سے کچھ عبارت اصل کتاب میں حذف ہو گئی نہ معلوم یہ مضمون اور کتنا باقی رہ گیا ۱۲ غائباً
خادم سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو خدمت خلق کا بہت خیال تھا خواہ جان سے یا مال سے یا بات سے ۱۳
بزرگی بجز خدمت خلق نیست، بہ تسبیح و سجادہ و ولق نیست ۱۴

نصائح مختلفہ

بزرگو! غیب سے جو کچھ آئے، اور آسمان سے جو حادثہ بھی نازل ہو، اس کو خوشی اور فراخ دلی سے لو، اللہ تعالیٰ

(ہر حال میں) خوش رہو، اور تم سے جہاں تک ہو سکے مخلوق خدا کی حاجتیں پوری کرنے میں لگے رہو، کیونکہ جو شخص دنیا میں اپنے بھائی مسلمان کی ایک حاجت پوری کرے گا اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کی ستر حاجتیں پوری فرمائیں گے، کسی قوم کا معزز آدمی ذلیل ہو گیا ہو، یا مالدار آدمی محتاج بن گیا ہو تو اس پر رحم کیا کرو۔

کثرت سے صدقہ کیا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے بلاؤں کو دور کر دیتے ہیں، مہمانوں (کی خاطر داری اور ان) کا اکرام کرو کیونکہ نبوت سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت یہی تھی۔

لوگوں کے ساتھ اخلاق سے پیش آؤ | لوگوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ، کیونکہ خلقِ حُسن تمام

اعمال (غافلہ) سے افضل ہے مثل مشہور ہے، اذ الحدیث تسمع الناس بمالك. فسمع الناس بمخلقتك اگر تم اپنے مال سے لوگوں کو آرام نہ دے سکو تو اپنے اخلاق ہی سے آرام پہنچاؤ (نیز کہا جاتا ہے) احسن الحسن الخلق الحسن، سب سے بہتر حسن اچھے اخلاق ہیں، اچھے اخلاق والا اپنے بستر پر بڑا ہی پڑا روزہ دار تہجد گزار کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے، کیونکہ فراغِ نفس کے بعد اللہ تعالیٰ کے قرب کا بہترین ذریعہ یہی ہے، جب (لوگوں سے ملنے کے وقت) تیرا دل گھٹا ہوا رہے تو عبادت سے تھکو کیا نفع؟ کیونکہ تم اپنے کو دوسروں سے افضل سمجھتے ہو جب ہی تو ہر شخص سے دل کھول کر نہیں ملتے) اے مسکین! شاید تو اپنی عبادت سے اللہ تعالیٰ پر احسان رکھتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے (اور

ان کی عبادت سے مستغنی ہیں، جب تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو اس کے دروازہ پر جھک کر اس کی چوکھٹ پر سر رکھ کر اس کی سلطنت کے سامنے عاجز بن کر، اس کی ہیبت سے کانپ کر، اس کے حقوق و اجبہ کی ادائیگی سے اپنی کمزوری کا اعتراف (واقارہ) کر کے، اپنے نفس اور عمل وغیرہ پر نظر کرنے سے الگ ہو کر، اس کی عزت و جلال کے دروازہ کو اپنی ذلت و خواری کے ہاتھوں سے کھٹکھٹاتے ہوئے عبادت کر (مخلوق سے بڑا بننے اور اپنے کو ان سے افضل جاننے کا خیال دل سے نکال دے) اس وقت تیرے لئے قبولیت کی امید کی جاسکتی ہے، (اگر یہ نہیں تو عبادت کے قبول ہونے کی امید نہیں کی جاسکتی ۱۲)

حفاظت لسان کی تاکید | اپنی زبان کو بے فائدہ باتوں میں ملوث کرنے سے پاک رکھ، تاکہ تیرا کلام اللہ تعالیٰ کے مقدس دربار میں یعنی آسمانی عرش کے دربار میں جس کو اللہ تعالیٰ نے طلب کی جہت بنایا ہے جیسا کعبہ کو عبادت کی جہت بنایا ہے پہنچایا جا سکے الیہ یصعد الکلم الطیب اللہ کے دربار کی طرف پاکیزہ بات ہی پہنچتی ہے یعنی اس جہت کی طرف، جس کی جانب خدا نے اپنی مخلوق کی ہمتیں (اور ارادے) پھیر دیئے ہیں، اس مقام کی طرف جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہوتا ہے۔

۱۔ فطری امر ہے کہ انسان خدا کی طرف جب متوجہ ہوتا ہے تو اس کا دل بندی کی طرف چلتا ہے خدا کے قہر و لطف کو بھی اور پیرائے الہیہ کو بھی اس لیے کہنا بجا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہمت و ارادہ کو آسمانی عرش کی طرف پھیر دیا ہے ہر انسان کو جب خدا کا دھیان آتا ہے تو دل اوپر کی طرف مائل ہوتا ہے باقی عقلاً و شرعاً اللہ تعالیٰ جہت و مکان سے پاک ہیں وہ تو وراء الورا، ثم وراء الورا ہے اور عرش عظیم خدا کی جگہ نہیں ہے صرف نزول احکام و ظہور تجلیات کا مقام ہے ۱۲ ط

اپنے کلام کو ایسا بنانے کی کوشش کرو کہ اس دربار میں پیش ہونے کے قابل ہو) تاکہ تم پر اللہ تعالیٰ کا حکم، اور لطف و کرم اوپر سے آئے۔ پھر تم اس کے سامنے جھک جاؤ، اپنے کو حقیر اور پست سمجھو اسرار قرآنیہ اس مطلب کے بیان کرنے میں بہت واضح ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ آسمان ہی میں تمہاری روزی بھی ہے، اور وہ چیز بھی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے (یعنی جنت وغیرہ) نیز ارشاد ہے وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے (پریشانی سے) نکلنے کا راستہ نکال دیں گے، اور ایسی جگہ سے اس کو روزی دیں گے جہاں اس کا گمان بھی نہ ہوگا (پہلی آیت میں رزق کو آسمان میں فرمایا جو انسان کے فطری خیال کے مطابق ہے اور دوسری آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ آسمان سے رزق دیں گے بلکہ یہ فرمایا کہ ایسی جگہ سے دیں گے جہاں اس کا گمان بھی نہ ہوگا۔ یہ حقیقت کے موافق ہے مطلب یہ ہے کہ متقی کو ہم اپنے پاس سے رزق دیں گے اور ہم تک کسی کا وہم و گمان نہیں پہنچ سکتا۔

عارفین کا کلام غور سے سُننا چاہیے | صاحبزادے! جب تم اہل دربار کا کلام سنو! تو ہو شیار بن کر سنو! کیونکہ وہ ظاہر بھی ہوتا ہے، اور باریک بھی، حکمت و فصاحت والوں کے سردار اور نوع انسان میں سب سے زیادہ فصیح البیان (سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جامع (اور پر مغز) کلمات سے تکلم فرمایا ہے جو مختصر ہیں فصیح و واضح بھی ہیں اور باریک بھی، یہی شان آپ کے نائبوں اور وارثوں کی ہے۔

انسان کے دل میں جو خیال اپنی بڑائی کے تھے ہیں ان کا استقبال تواضع کرنا چاہیے

عزیز من! مجھ سے ناراض نہ ہونا، میں ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں کہ (جتنی باتیں تیرے دماغ میں گھومتی ہیں، جیسے اپنے اوپر نظر ہوتا یا اپنے مال، خانہ، نسب، علم، اور وطن، بیوی بچوں، اعمال، فتوحات، کرامات اور فضیلت، وغیرہ) پر نظر ہونا یہ سب خیالات ہیں، اگر تو نے ان کا استقبال عاجزی اور ذلت و مسکنت اور اللہ کے شکر و حمد کے ساتھ کیا، تو یہ تیرے حق میں کامیابی اور (فتح کا سبب) بن جائیں گے، اگر ان کا استقبال عزت اور تکبر اور بڑائی اور غفلت کے ساتھ کیا تو یہ قباحت، اور وسوسہ (محضہ) اور اللہ سے بدلی (کا سبب) بن جائیں گے، پس اپنے آپ کو سنبھال، اور اپنی حالت کی اصلاح کر، (اور ان خیالات کے آلے کے ساتھ اپنی عاجزی و ذلت و مسکنت کو پیش نظر کر کے اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر بجا لا تکبر اور بڑائی کو ہرگز دل میں جگہ نہ دے ورنہ اللہ تعالیٰ سے الگ ہو جاؤ گے اور) جب تو اپنے آقا کی عبادت سے الگ ہو جاتا ہے، تو جس زمین پر تو نے اللہ کی عبادت کی تھی وہ بھی تجھ پر روتی ہے اور تیری محبت میں افسوس کرتے ہوئے گویا زبان حال سے یوں کہتی ہے ۷

وَدُنْتَ أَظُنُّ أَنَّ جِبَالَ رَضَوِي تَزُولُ وَأَنْ وَدَكَ لَا يَزُولُ

وَلَكِنَّ الْقُلُوبَ لَهَا انْقِلَابٌ وَحَالَاتُ ابْنِ آدَمَ تَسْتَحِيلُ

میرا گمان تو یہ تھا کہ پہاڑ ٹل جائیں گے مگر تیری دوستی کو زوال نہ ہوگا، لیکن اب معلوم ہوا کہ قلوب پلٹ جاتے ہیں، اور ابن آدم کی حالتیں بدل جاتی ہیں، جب زمین تجھ کو روتی ہے، اور بھلائی (نیکی) کی طرف تیرا لوٹ آنا چاہتی

تو بتلاتیرا خود کیا حال ہونا چاہیے؟ (عزیز من!) یہ حالت تو تیری شان کے زیادہ مناسب تھی، اور اگر خدا تجھے سمجھ دے تو تجھے اس بات کی زیادہ ضرورت تھی (کہ اپنے اوپر روتا اپنی حالت کو سنبھالنے کی کوشش کرتا ۱۲)

بعض اہل حال کے کلام کی تاویل اور اتباع سنت کی تاکید | مجھے اپنے بعض دوستوں کے

متعلق جو اس زمانہ کے بزرگوں میں سے ہیں، معلوم ہوا ہے کہ وہ (اپنی ایک نظم میں) یوں فرماتے ہیں۔

حلت بیاب الدیر عقدہ زناری ۛ وقلت خدوالی من فقیہ الحمی تادی
میں نے اپنے زنار کی گرہ بتخانہ کے دروازہ پر کھول دی، اور کہا کہ میرا بدلہ دربار کے فقیہ (عالم) سے لو، ان کا مقصود ان الفاظ سے کچھ اور ہے، (بظاہر جو کچھ مفہوم ہوتا ہے وہ ان کا مقصود نہیں مگر) خبردار! تم ایسی باتیں زبان سے نہ نکالتا ہم کو ان حضرت بزرگ کے ساتھ حسن ظن لازم ہے، مگر اس سے زیادہ دین کا ادب لازم، اور حق پر جہاد ہونا ضروری ہے، ہم نہ زنار باندھ سکتے ہیں، نہ بتخانہ کے دروازہ پر گزر سکتے ہیں، اور نہ فقیہ سے بدلہ لے سکتے ہیں بلکہ (فقیہ کے ہاتھ پیر چومیں گے، اس سے اپنے دین کا علم حاصل کریں گے، اور ان بزرگ کے متعلق یوں کہیں گے کہ شیخ نے کسی اور مطلب کا قصد کیا ہے جبکہ ان الفاظ میں چھپا یا ہے مگر کاٹش وہ اس مطلب کا قصد ہی نہ کرتے، نہ اس کو

ملہ غالباً زنار سے مراد زہد خشک ہے اور بیت خانہ سے مراد صوفی کی خانقاہ ہے اور فقیہ سے مراد خشک علم ہے مطلب یہ ہے کہ میں زہد خشک کو چھوڑ کر طریق عشق میں داخل ہو گیا جو صوفیہ کی خانقاہ میں ملتا ہے اور اس کا انتقام عالم خشک سے لینا چاہیے کیونکہ اس کی ریاکاری اور تکبر نے ہی مجھے مجبور کیا ہے کہ طریق علم و زہد خشک کو چھوڑ کر طریق عشق اختیار کروں ۱۲ ظ

(ان الفاظ میں) چھپاتے، (کیونکہ عوام کو ایسے الفاظ سے دھوکا ہوتا ہے وہ گمراہی میں مبتلا ہو جاتے اور علم و علماء سے نفرت کرنے لگتے ہیں، جس سے مذہب اسلام کی بنیادیں ہل جاتی ہیں، کیونکہ علماء شریعت کے محافظ ہیں) اگر عوام کو ان سے نفرت ہو گئی تو شریعت کی حفاظت دشوار ہو جائے گی، اور بدون شریعت کے تصوف کا وجود بھی قائم نہیں رہ سکتا، جیسا اوپر معلوم ہو چکا ہے اسی قسم کی باتوں نے عوام کے دل میں یہ بات جمائی ہے کہ شریعت اور ہے، طریقت اور ہے (۱۲) بلکہ بجائے اس کے یوں کہنا چاہئے تھا کہ

حللت بہاب الشرع عقداً فاداری و طہوت بالفقہ الہی اسرادی

ہما الدیور الزنار الا ضلالۃ و ما الشرع الا الباب للوصل بالباری

میں نے شریعت کے دروازہ پر اپنے زنار کی گرہ توڑ دی، اور علم الہی کے ذریعہ سے اپنے باطن کو پاک کیا، اور بت خانہ اور زنار تو نرمی گمراہی ہے، اللہ تعالیٰ سے ملنے کا دروازہ تو صرف شریعت ہی ہے۔ ہاں اہل محبت کے دل پر حجب کوئی حال غالب ہوتا ہے تو عقل جاتی رہتی ہے۔ اس وقت زبان سے ایسی باتیں نکلتی لگتی ہیں۔ جیسے مجنون یا نشہ والے یا مدہوش یا مایخولیا والے کی زبان سے نکلتی ہیں، پس اس شخص کو خدا کے حوالہ کرو، (اس کی شان میں گستاخی نہ کرو) بس

لہ بعض صوفیہ کے کلام میں می اور چنگ و رہاب (شراب اور باجہ وغیرہ) کی تعریف بتخانہ اور شراب خانہ اور پیرمناں کی ثنا اور تقویٰ و زہد و عبادت کی مذمت ظاہر میں معلوم ہوتی ہے اس سے ان کا مقصود صرف یہ ہے کہ نوازہ تقویٰ بدون محبت و اخلاص کے کافی نہیں شریعت کی توہین ان کا ہرگز مقصود نہیں مگر اس میں شک نہیں کہ عوام کو ان الفاظ سے دھوکا ہوتا ہے اور یہ عنوان سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل خلاف ہے اس لئے ایسے کلام کی تاویل کر کے متکلم سے توجس ظن رکھا جائے مگر اس کی تقلید نہ کی جائے۔ متبع سنت کو ایسے الفاظ سے دھوکا و نفرت ہوتی ہے جن میں اچھی چیزوں کو برے ناموں سے ظاہر کیا گیا ہو اور بری چیزوں کو اچھے ناموں سے اس کے بجائے اصلاح کے فساد بڑھتا ہے کہ لوگ بری چیزوں سے مانوس و اچھی چیزوں سے متنفر ہوجاتے ہیں

اس کی اتنی ہی رعایت تمہارے لئے کافی ہے، اس سے آگے نہ بڑھو کہ تم بھی اس کی تقلید کر کے ایسی ہی باتیں منہ سے نکالنے لگو یا اس کے کلام کی تعریف یا تعظیم کرنے لگو ۱۲ تم (شریعت کی) اس مضبوط رسی کو پکڑے رہو، جس کا پکڑنے والا کبھی گمراہ نہیں ہوتا یہ الفاظ اور اسی قسم کے دوسرے شطیحات جو سخت بات ^{نیت پر} سنت کی حد سے نکلے ہوئے ہیں، ان کے متکلم کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص خانہ میں (بیٹھا ہوا) سو جائے، اور خواب میں یہ دیکھے کہ میں بادشاہت کے تخت پر بیٹھا ہوا ہوں، جب آنکھ کھلی اور اپنی جگہ کو پہچانا تو شرمندہ ہو گیا اللہ اللہ! حدود پر جمے رہو، اور اس سردارِ عظیم (نبی کریم) صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لو۔

مالی والعاقب سید و وہم عمرو و بکر

وجه الشریعۃ اھدی من سر ذالک و سری

مجھے زید کے الفاظ اور عمرو و بکر کے وہم سے کیا لینا؟ شریعت کا (روشن) چہرہ اس کے اسرار اور میرے اسرار سے زیادہ راہ دکھانے والا ہے، صدق اللہ و کذب بن اخیک اللہ تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا ہے سچ ہے، اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے،

۱۲ وہ کلام جو غلبہ حال میں یا بطور ناز کے سالک کی زبان سے نکلے ۱۲ ظ ۱۲ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جو آپ نے خاص موقع پر فرمایا تھا جب کہ ایک صحابی کو دست آنے لگے آپ نے فرمایا اس کو شہد پلاؤ اس سے اس کو اور زیادہ دست آنے لگے مریض کے بھائی نے آکر اطلاع دی آپ نے فرمایا اس کو شہد ہی پلاؤ اس کو اور زیادہ دست آئے آپ نے فرمایا اس کو شہد ہی پلاؤ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ شہد میں شفا ہے، اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے جس کی ظاہری حالت سے مشہد ہوتا ہے کہ شہد میں شفا نہیں اس کے بعد جو شہد پلایا گیا تو مریض کو شفا ہو گئی دست بند ہو گئے۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہر اس موقع پر بولا جاتا ہے جہاں کسی کا قول شریعت کے خلاف ہو ۱۲ ظ

اپنی حالت کو سنبھالو اور رحمت حق سے نالیوس نہ ہو۔ عزیز من!

میں ہوا کروہ حلال ہے تو اس میں ثواب کچھ نہیں، اور اگر مباح نہیں (مکروہ ہے) تو تم سے اس کے متعلق باز پرس ہوگی اور اگر تم نے حرام کا ارتکاب کیا تو جب اللہ تعالیٰ سے ملو گے اس وقت تمہارے سامنے یہ (قانون) پڑھا جاوے گا و من يعمل مثقال ذرۃ شرایہ جس نے ذرہ برابر بھی بدی کی ہے وہ اس کو دیکھ لے گا میں یہ نہیں کہتا کہ تمہارے لئے راستہ بند ہو چکا، طوفان نے تم کو گھیر لیا (اب بچ نہیں سکتے) اور تم دروازہ کرم سے دور کر دئے گئے، نہیں اللہ کی قسم! کل کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا کرم و لطف اور فضل و احسان اس قدر ظاہر ہوگا کہ (ایک دفعہ) شیطان کی امید بھی ابھرنے لگے گی، ظالم کا فر بھی رحمت کی امید کرنے لگیں گے، بلکہ میں تم سے (صرف) یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ سبحانہ گناہ کا کچھنے والا توبہ قبول کرنے والا بھی ہے، اور (انصاف کرنے والا) سخت عذاب والا بھی ہے، پس تم توبہ اور پسندیدہ عمل کے ذریعہ سے دروازہ مغفرت کے قریب پہنچ جاؤ، اور گناہوں کو چھوڑ کر عذاب کے راستہ سے دور ہٹ جاؤ، اللہ سے ایسا ڈرو جیسا اس کی عظمت و قدرت کا جاننے والا ڈرا کرتا ہے، اور دل میں ایسی امید رکھو جیسی اس کے کرم و احسان عام پر یقین رکھنے والا امید کرتا ہے کیونکہ مؤمن کی امید خوف کے برابر ہوتی ہے، جتنی کہ اگر دونوں کا وزن کیا جائے تو ایک دوسرے سے زیادہ نہ ہوگا۔

دنیا کی حقیقت کا بیان | (بزرگو!) اللہ کے پاس (سب کو) جانا ہے اسی کی طرف لوٹنا ہے، ہر شخص اپنے ٹھکانے پر پہنچے گا، اور اس کی عمر (ایک نہ ایک دن) پوری ہو جائے گی، پھر اس کے

متعلق باز پرس ہوگی، (کہ عمر عزیز کو کس کام میں صرف کیا؟) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **منہا خلقتا کم و فیہا نعید کم و منہا نخرجکم تارۃ اخری** ہم نے مٹی سے تم کو پیدا کیا اسی میں تم کو لوٹا دیں گے، پھر اسی سے دوبارہ زندہ نکال کر بکھڑا کر دیں گے، یہ غلہ جو تم کھا رہے ہو، تمہارے ہی جیسے آدمیوں کی مٹی سے اگا ہے (کیونکہ زمین کے اندر بیشمار مخلوق دفن ہے جن کے بدن مٹی میں مل گئے ہیں) ان میں قوت بھی تھی، اور سخت جنگجو تھے، (مگر سب چل دیئے اور) ایسے دنیا سے جدا ہو گئے گویا کبھی تھے ہی نہیں۔

هذا تراب لو تا مثله الفتۃ لرأی علیہ من الجباہ بساطا

وکانما ذراتہ لو میزت صیغت لا لسنة الاولى اسقاطا

اس مٹی میں اگر آدمی تامل کرے تو اس پر بہت سی پیشانیوں کو بچھا ہوا پائے گا اور اگر اس کے ذرات کو الگ الگ کیا جائے تو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا لوگوں کی زبانوں کے لئے (ان ذرات کو) غلاف بنا دیا گیا ہے۔ صاحبو! ہم بہت سی زبانوں، پیشانیوں، رخساروں، لبوں، کوروں دتے پھرتے ہیں۔

اے آنکھ والو! عبرت حاصل کرو، یہ دنیا ہے اور یہ ہے اس کی حالت یہ اس کے مکانات ہیں، اور یہ ہیں اس کے آدمی (جن کا انجام سوا اس کے کچھ نہیں کہ سب مٹی میں مل جائیں گے) تم کو خدا کی قسم! کیا اس غور و فکر اور اس عبرت کے بعد بھی دنیا، اور اس کے مکانات کی، اور ان کے بنانے سنوارنے کی کچھ طمع ہو سکتی ہے؟ (بتلاؤ!) کیا میں اس خانقاہ میں اس لئے تعمیر نگاؤں کہ اس میں (میری اولاد) صلح و ابراہیم و ابوالقاسم اور عورتیں (لڑکیاں) رہیں گی؟ یا اس گھر کو آباد کروں جس میں دوستوں سے جدا ہو کر مٹی سے کمر لگا کر مجھے خود رہنا ہے؟ کیا اس خانقاہ کو میرے باپ نے اپنے سواروں

پیادوں (کی مدد) سے بنایا تھا اور بنا کر میرے لئے اپنے بعد چھوڑ گئے تھے؟ نہیں خدا کی قسم نہیں! بلکہ یہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان سے عطا فرمائی، خدا کی بہن اور کرم سے سب کچھ ہوا، اور کیا یہ احسان کچھ میرے ہی ساتھ مخصوص ہے؟ نہیں خدا کی قسم نہیں، بلکہ دنیا تو اللہ تعالیٰ ہر شخص کو دیتے ہیں جس سے اللہ کو محبت ہے اس کو بھی، اور جس سے محبت نہیں اس کو بھی، ہاں آخرت (کی نعمت) صرف اسی کو دیں گے جس سے ان کو محبت ہے، خدا تعالیٰ نے میرے باپ کو بھی گھر دیا، جگہ دی، کپڑا اور کھانا دیا، اسی طرح مجھے بھی سب کچھ دیا، اور میری اولاد و عیال کیلئے بھی اللہ کے علم میں رزق ہے جو لوح محفوظ میں مقدر ہو چکا ہے، اسی طرح تمام مخلوق کا حال ہے (کہ سب کے واسطے رزق مقدر ہے) پھر یہ فضولِ اخیات اور گمراہی کے راستوں میں بھٹکتا کس لئے (کہ لوگ ساری عمر اولاد و عیال کے لئے مکان بنانے جائداد وغیرہ حاصل کرنے میں ضائع کر رہے ہیں اپنے واسطے کچھ نہیں کرتے) ہوشیار (عقل مند) وہ ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرے اپنے کو عبادت میں لگائے رکھے، اور مرے پیچھے کے لئے کام کرے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ۝ ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا ہے کہ زمین کے وارث میرے شائستہ بندے ہوں گے (پس لائقِ اولاد کے لئے تو فکر کی حاجت نہیں، اور نالائقوں کو تمہاری شکر سے کچھ نفع نہیں، وہ تو تمہارا جمع کیا ہوا حسنہ اور جائداد چار دن میں ختم کر کے مفلس ہو جائیں گے) اس آیت کی تفسیر میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے (کہ زمین سے مراد یہی زمین ہے یا جنت کی زمین اور شائستہ لوگوں سے مراد نیک کام کرنے والے ہیں یا وہ جو سیاست اور حکومت کے لائق ہیں اور میراث سے مراد باطنی میراث

ہے یا ظاہری حکومت، بعض نے کہا ہے کہ مراد باطنی میراث ہے جس سے بندہ کو اللہ تعالیٰ کا قرب بخوبی حاصل ہوتا ہے جب وہ زمین سے لگتا ہے (حاصل یہ ہوا کہ اس زمین کے اصلی مالک وہ ہیں جو زمین سے لگ کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں، کیونکہ انسان زمین پر اسی لئے بھیجا گیا ہے، اس کو مٹی سے اسی لئے بنایا گیا ہے تاکہ زمین سے لگ کر اپنی ذلت و عاجزی کا اظہار کرے، پس یہی لوگ زمین سے وہ کام لیتے ہیں جس کے لئے ان کو اور زمین کو بنایا گیا ہے تو یہی اس کے اصل مالک ہیں دوسرے لوگ جو زمین سے یہ کام نہیں لیتے وہ اصلی مالک نہیں بلکہ غاصب و ظالم ہیں) اور بعض نے کہا ہے کہ ظاہری میراث (یعنی حکومت و سیاست) مراد ہے یعنی زمین کے وارث (و حاکم) وہ لوگ ہوں گے جو مخلوق کے استحقاق کے موافق زمین کی حکومت اور سیاست و انتظام کے لائق ہوں، کیوں کہ لوگوں کے اعمال ہی حقیقت میں حکام ہیں۔ (اس لئے سب کے سب یکساں سیاست کے مستحق نہیں بلکہ بعض نرمی کے مستحق ہیں بعض سختی کے، تمہارا سب سے بڑا حاکم خود تمہارا عمل ہے، جیسے تم خود ہو گے ویسے ہی حاکم تمہارے اوپر مسلط کئے جائیں گے۔ اس تفسیر کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے ان الارض لله یورثها من یشاء من عبادہ زمین اللہ کی ہے وہ اس کا وارث اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے کرتا ہے (اس آیت میں یقیناً زمین سے مراد یہی زمین، اور میراث سے مراد حکومت و سلطنت ہے، کیونکہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول ہے جس میں آپ نے بنی اسرائیل کو تسلی دی ہے اور اس میں یہ قید نہیں ہے کہ زمین کی حکومت صرف نیک بندوں کو ملے گی بلکہ عاقبت یعنی کامیابی آخرت کو متقین کے لئے خاص کیا گیا ہے۔ والعاقبة للمتقین اور قرآن کی آیتوں میں تعارض نہیں ہو سکتا پس

ان الارض یرثھا عبادی الصالحون ۵ میں اگر زمین سے دنیا کی زمین اور میراث سے حکومت مراد ہے تو صالحون کی تفسیر نیک بندوں سے نہ کی جائے بلکہ لائق اور قابل لوگ مراد لئے جائیں گے یعنی جن میں حکومت و سیاست خلق کی صلاحیت ہو خواہ مسلم ہوں یا کافر نیک ہوں یا فاسق (۱۲) اور بعض لوگوں نے اس آیت کی تفسیر جنت کی زمین سے کی ہے، (اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ جنت کی زمین کے مالک میرے نیک بندے ہوں گے) اور یہ سب کے سب ہدایت پر ہیں (ہر ایک کی تفسیر صحیح ہے کیونکہ قواعد شرعیہ کے خلاف کوئی نہیں۔ بہر حال یہ آیت بتلا رہی ہے کہ اگر اولاد قابل اور صالح ہوگی تو خود بخود زمین کی وارث ہو جائے گی اور ناقابل ہوگی تو باپ دادا کے ترکہ کو بھی برباد کر دے گی پھر اولاد کے لئے دنیا میں انہماک اور اس قدر فکر کیوں؟

دنیا کی ابتداء اور انجام | عزیز من! کیا تم نہیں دیکھتے کہ بچہ جب دنیا میں آتا ہے، تو حرص کے مارے مٹھی بند کئے

ہوئے پیدا ہوتا ہے، اور جب یہاں سے جاتا ہے ہاتھ پھیلائے ہوئے نکلتا اور گویا زبان حال سے) اقرار کرتا ہے، کہ جس عارضی سامان پر اس نے

لے غالباً ناظرین کو اس تمام تقریر سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ ان الارض یرثھا عبادی الصالحون ۵ پر یہ اشکال وارد نہیں ہو سکتا کہ ہم تو اس کے خلاف کفار کی سلطنت کا مشاہدہ کر رہے ہیں جو اب ظاہر اور حضرت حکیم الامتہ نے ایک اور جواب دہی کے وعظ میں دیا تھا کہ اگر میراث سے مراد حکومت و سلطنت اور صالحین سے مراد نیک لوگ ہوں جب بھی اشکال نہیں ہو سکتا کیونکہ آیت کا حاصل قضیہ مطلقہ ہے نہ دائمہ اور مطلقہ کے صدق کے لئے اتنا کافی ہے کہ ایک وقت میں مسلمانوں کو روئے زمین پر غلبہ ہو چکا ہے اور زمانہ دراز تک غلبہ رہا دوام غلبہ کی ضرورت نہیں کیونکہ آیت میں دوام پر کوئی لفظ دال نہیں، اہل علم اس جواب کو سمجھ جائیں گے، عوام اگر نہ سمجھیں تو ان کے لئے کتاب کی تقریر کافی ہے ۱۲ ظ

حرص کی تھی اس سے خالی ہاتھ رہا ہے، نصیحت کے لئے موت بہت کافی ہے ہجرت حاصل کرنے کو موت بس ہے یہ

ابکی ومثلی من یبکی اذا سبقت قوافل القوم اهل العلم والعمل
بکاء قوم للقبائل والہین بہ وانفی الخائف الباکى من الذل

ترجمہ

میں رو رہا ہوں اور میری طرح کون روئے گا جس وقت اہل علم اور اہل عمل کے قافلے آگے بڑھ جائیں گے، بعض لوگ تو اپنے چاہنے والوں سے ملکر (خوشی میں) روتے ہیں مگر میں تو ڈر رہا ہوں اور اپنی لغزشوں (گناہوں) کی وجہ سے رو رہا ہوں،

عبدیت کی ترغیب | بزرگو! میں نے کوئی مشکل راستہ اور سہل طریقہ نہیں چھوڑا جس کے پردے نہ کھولے ہوں اور

لشکر ہمت کے ہاتھوں سے اس کے بادبان نہ اٹھا دیئے ہوں، میں نے ہر دروازہ سے اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچنا چاہا، مگر ہر دروازہ پر بہت زیادہ ہجوم پایا، تو میں ذلت و انکسار کے دروازہ سے پہنچا، اس کو میں نے خالی پایا، اور اسی سے واصل ہو کر اپنے مطلوب کو پالیا، دوسرے طالب (ابھی تک) دروازوں ہی پر کھڑے تھے، (کسی کو دربار تک رسائی نصیب نہ ہوئی تھی) مجھے میرے پروردگار نے اپنے فضل و عطا سے وہ دیا، جس کو اس زمانہ میں نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی بشر کے دل پر اس کا خیال گذرا۔

حضرت شیخ سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ | مجھ سے کرم خداوندی کے قاصد نے وعدہ کیا ہے کہ میرے مریدوں،

محبت کرنے والوں، اور مجھ سے، میری اولاد سے، میرے خلفاء سے تعلق

رکھنے والوں کی دستگیری کرے گا، خواہ زمین کے مشرقی حصوں میں ہوں یا مغربی حصوں میں، اس وقت ہوں یا قیامت تک (ہونے والے ہوں)۔
تدابیر و وسائل کے منقطع ہونے تک، روحانی معاہدہ اسی طرح ہو چکا ہے
(اور) اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کیا کرتے،

انبیاء علیہم السلام کے سوا دوسروں کے اللہ تعالیٰ کا مکالمہ کیونکر ہوتا ہے

انبیاء و مرسلین کے سوا اور کسی مخلوق کا اللہ تعالیٰ سے مکالمہ نہیں ہو سکتا، اولیاء اللہ اور محبوبان الہی کے دلوں پر اللہ تعالیٰ کے احسان کا وعدہ تین طریقوں سے منکشف ہوتا ہے، (ایک) نیند کی حالت میں بذریعہ خواب کے، اور (دوسرے) بذریعہ واسطہ محمدیہ کے (صلی اللہ علیہ تعالیٰ وسلم علیٰ ہذا النبی الکریم افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے وعدہ ہونے کی بھی دو صورتیں ہیں یا تو آپ خواب میں کسی کو بشارت دیں یا کوئی بیداری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو اور اس وقت آپ کوئی بشارت دیں) اور (تیسرے) الہام صحیح کے ذریعہ سے جو شریعت احمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر سے کسی حال میں بھی اصلاً خلاف نہ ہو، اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جس کو چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں اور انبیاء و مرسلین سے بذریعہ وحی کے مکالمہ ہوتا ہے یا پردہ کے پیچھے سے ۔

مواہب الرحمن لا ینقضی وامتہ المختار مثل المطر

لہ یعنی جب تک تدابیر اور وسائل کام دیں گے اس وقت تک مجھ سے تعلق رکھنے والوں کی کرم خداوندی دستگیری کریگا اور تدابیر و وسائل اس وقت تک کام دیں گے جب تک توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، دروازہ توبہ کے بند ہو جانے کے بعد کوئی تدبیر نافع نہ ہوگی ۱۲

خزائن السرا لا حبابہ والاھل للحکمة نوع البشر

فتد یضلع السابق فی سیرہ ولسق الضریع المنتظر

اللہ تعالیٰ کی عطائیں ختم نہیں ہو سکتیں اور رسول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مثل بارش کے ہے، اسرار کے خزانے آپ کے دوستوں کے لئے ہیں، اور حکمت کے اہل تو سب ہی آدمی ہیں، کبھی تیز چلنے والا لنگڑا نے لگتا ہے اور دوسروں کا منہ تکتے والا لنگڑا آگے بڑھ جاتا ہے (اس لئے اگر کسی معمولی آدمی کو کوئی خاص نعمت حاصل ہو جائے تعجب نہ کرنا چاہیے) اسے اللہ مجھے حکمت و فہم اور معرفت و علم میں ترقی دیکھے اور مجھے اور سب مسلمانوں کو اپنا محبوب، اپنا مقرب، اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والا بنا دیجئے بیشک آپ جو چاہیں کر سکتے! اور جو چاہیں حکم دے سکتے ہیں اور آپ سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

بزرگو! کھانے، پینے،

پہننے اور امن و عافیت

نعمت کی قدر کرو نیک بندوں سے تعلق رکھو

اور دین (وغیرہ) سب نعمتوں کی تعظیم کرو، تمہارے پاس ہمیشہ کے لئے یہ نعمتیں ہیں نیک بندوں کی توجہات کے ذریعہ یقین کو کامل کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ان پر برستی، اور اللہ کی مدد کے بادل ان پر سایہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد سے ان کو اپنے تک (پہنچنے کا) رستہ بتلایا، اپنا مقرب بنایا، اپنی معرفت دی، تو انھوں نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے سینوں کو ایمان کے لئے کھول دیا، اور ان کو تمام انسانوں کا سردار بنایا، اللہ کو ان سے محبت ہے ان کو اللہ سے محبت ہے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی وہ اللہ تعالیٰ سے راضی یہی ہے بڑی کامیابی اللہ پر توکل کے ستونوں کی بنیادیں مضبوط کرو، اپنی دعاؤں کے الفاظ اور عنوان ایسے بناؤ جن کے معانی اللہ تعالیٰ کے لئے خالص ہوں،

نفس اور شیطان سے بچتے رہو، اور ہر کام میں احتیاط کا خیال رکھو کیونکہ جس نے اللہ تعالیٰ کے کام میں احتیاط کے ساتھ اپنی کمرس لی، اور اللہ تعالیٰ کا قصد کر کے ہمت کی سوار یوں پر سوار ہو گیا، وہ ناکام نہیں ہوتا۔

قرآن کی جامع اور پرمغز نصیحتیں

وعظ کہنے والا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بعد کیا کہے گا؟ لبتحزی کل نفس بما تسعی ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ ملے گا (نصیحت کے واسطے یہ ارشاد پس ہم اختصار کرنے والا ارشاد خداوندی قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ فَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ أَهْدَىٰ سَبِيلًا کے بعد اور کونسا عنوان اختیار کرے گا؟ خبردار اگر نبی والا ارشاد خداوندی اِنَّا لَا نَضِيعُ اجْرَمَنَ احْسَنَ عَمَلًا کے بعد اور کیا وعدہ کرے گا؟

ڈرنے والا اللہ تعالیٰ کے ارشاد يَعْلَمُ السِّرَّ وَالْخَفَىٰ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُور کے بعد اور کیا باریکیاں بیان کرے گا؟ نیک کاموں کی تاکید کرنے والا اللہ تعالیٰ کے ارشاد وَمَا أَشْكُرُ الرَّسُولَ فَنُذَوِّهِ وَمَا أَكْمُرُ عَنْهُ فَاَتَّخِذُوا كَيْدًا يَوْمَ يُنْفَخُ الْكَوْكَبُ کے بعد اور کیا وضاحت کرے گا؟ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو جو کچھ دیں اس کو اختیار کرو اور جس سے روک دیں اس سے باز آ جاؤ یہ ارشاد نیک کاموں کی تاکید کرنے کے لئے پس ہے، برے کاموں سے روکنے والا حق تعالیٰ کے ارشاد

فَلْيَعْنِ الَّذِينَ يَخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ ان تصيبهم فتنۃ او یصیبہم عذاب الیمہ کے بعد اور کیا اعلان کرے گا کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

لہ ہر شخص اپنی مناسبت کے موافق عمل کرتا ہے اور یہ اللہ ہی کو معلوم ہے کہ سیدھے راستے پر کون کچھ لے بیشک ہم اس شخص کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اچھی طرح (خلوص سے) کام کرے وعدہ کے لئے یہ ارشاد پس ہے اللہ تعالیٰ حیانت کی آنکھوں کو کبھی پہچانتے ہیں اور دل میں چھپی ہوئی باتوں کو بھی اور وہ باز کو بھی جانتے ہیں اور اس زیادہ چھپی ہوئی بات کو بھی ۱۲

حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرتے رہنا چاہیے کہ وہ کسی فتنہ میں یا سخت عذاب میں گرفتار نہ ہو جائیں۔ برے کاموں سے روکنے کے لئے یہ ارشاد بہت واضح اور کافی ہے ۱۲، کوئی عقل والا اللہ تعالیٰ کے ارشاد من يعمل مثقال ذرۃ خیرا یزدہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یردہ کے بعد اور کیا معیار بتلائے گا؟ (کہ جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا اس کے سامنے آجائے گی اور جو ذرہ برابر بدی کرے گا وہ بھی اس کے آگے آجائے گی یہ ارشاد ایسا جامع ہے کہ تمام اعمال کو شامل ہے اس سے بڑھ کر جامع قانون کون بیان کر سکتا ہے ۱۲) آلہ ذلک الکتاب لا ریب فیہ ہدی للمتقین۔ یہ کامل کتاب ہے اس میں ذرا شک و شبہ کی گنجائش نہیں، اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لئے ہدایت ہے۔

یہ کتاب اللہ مضبوط حجت، اور

کتاب اللہ اور حدیث کی تعریف

ہمیشہ رہنے والا معجزہ ہے، یہ

ہم کو ماکان اور مایکون کی خبر دیتی ہے، (یعنی پچھلے اور اگلے واقعات کو ظاہر کرتی ہے) اس نے ہمارے سامنے تمام چھپے ہوئے بھید کھول دیئے، جس نے اس پر عمل کیا اس نے نجات پائی، اور نفع حاصل کیا، جو اس سے ہٹ گیا وہ پشیمان ہوا، اور (خدا تعالیٰ سے) الگ ہو گیا، اور یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت جو تمام نجات پانے والوں کے سردار، اور مناجات کرنے والوں کے وسیلہ ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم روشن راستہ ہے، جس کے پیچھے گمراہی کا نام بھی نہیں، اور یہی اس جماعت (صوفیہ) کا راستہ ہے جس پر چلنے کا ثمرہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہو جاتے ہیں، ان اللہ مع الذین اتقوا (بیشک اللہ ان لوگوں کے

لہ مطلب یہ ہے کہ انسان کی ابتداء و انتہا کو بتلائی اور دین کے متعلق جتنے اسرار پوشیدہ تھے ان کو ظاہر کرتی ہے۔
۱۲ یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنا ۱۲

ساتھ ہے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا)

صوفیہ کا طریقہ قرآن و حدیث پر عمل کرنا ہے | یہ آیت گواہی دے رہی ہے کہ ان کے لئے اللہ کی

معیت ہے (جس سے مراد خاص معیت ہے) یعنی قرب کی معیت، اعانت و مدد کی معیت پس جو اللہ پر اور اس کی کتاب پر ایمان لایا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرتا رہا، اور اس جماعت (صوفیہ) کے راستہ پر چلتا رہا، جن کی کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے میں سب سے زیادہ کمال حاصل ہے، اور ان کے ساتھ ہو گیا، ان کی جماعت میں شامل ہو گیا وہ کامیاب ہے۔ ان حزب اللہ ہما المفلحون بیشک اللہ کی جماعت ہی صلاح پانے والی ہے۔

عزیز من! وسوسہ (اور شبہات) کے راستہ کو اپنے سے دور رکھو، اور لوگوں سے مانوس ہونا، (دل لگانا) چھوڑ دو، اللہ کے ساتھ رہو، (اسی سے دل لگاؤ) اللہ ہی سے حکومت لو، اسی سے حکمت (و علم) حاصل کرو، یوقی الحکمة من یشاء ومن یؤت الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا اللہ تعالیٰ جسے چاہتا حکمت عطا کرتا ہے، اور جس کو حکمت دیدی گئی اس کو بڑی خیر مل گئی (حکمت سے مراد دین کی سمجھ اور اللہ کی معرفت ہے)

علم کا اثر صرف زبان ہی پر نہ ہونا چاہیے بلکہ دل پر بھی ہونا چاہیے

تیرا سارا حصہ زبان ہی (میں) نہ ہونا چاہیے کہ علم حاصل کر کے صرف باتیں بنانا وغیرہ و تقریر کرنا ہی سیکھ لے اور دل میں علم کا اثر نہ ہو انہما ینحشی اللہ من عبادہ العلماء

لہ یعنی ساتھ ہوتا ۱۲ ظ

اللہ سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علماء ہیں، پس علم حاصل کر کے اللہ کے خوف سے دل کو رنگنا چاہیے، تیری انتہا ایسی نہ ہونا چاہیے کہ اپنی حالت سے خود اپنے آپ ہی کو جھٹلائے، کہ زبان سے تو علم کی باتیں بیان کرے اور حالت و عمل سے یہ ظاہر ہو کہ تیرے دل میں خوف خدا اصلاً نہیں یہ علم کی شان نہیں بلکہ جہالت کی علامت ہے) ۷

بدلت بالحنایا ضلک احمرًا وخذعت فیہ وقلت شعری احمرًا
تو مہندی سے اپنے سفید بالوں کو سرخ کر کے خود ہی دھوکہ میں پڑ گیا، اور دعویٰ کرنے لگا کہ میرے بال تو سرخ ہیں، (سفید نہیں حالانکہ جانتا ہے کہ دراصل تیرے بال سفید ہیں جن کو ہر ہفتے مہندی سے لال کرتا ہے اسی طرح تو اپنی عملی و قلبی حالت سے خوب واقف ہے کہ تیرے اندر علم کا ذرا اثر نہیں مگر زبانی تقریروں سے جیسا دوسروں کو دھوکہ دیا تھا خود بھی دھوکہ میں پڑ گیا اور اپنے کو سچے عالم سمجھنے لگا۔
پیر مغز نصائح | سچائی کی سواری پر مضبوطی کے ساتھ سوار ہو کر ہمت کے لشکروں سے (دوسرے اور ذہم کی صفوں کو، درہم برہم کرتا ہوا مخلوق کے چکر سے نکل کر خالق کے دھیان میں لگتا ہوا اس کی رسی کو مضبوط تھا متا ہوتا کہ ہاتھ سے رسی چھوٹ کر تو الگ نہ ہو جائے احتیاج کا جھنڈا اٹھا کر اس کے سامنے اپنی ذلت کا نقارہ بجاتا ہوا بیوی بچوں، مال، اور اپنی ہستی، اور اپنی عبادت، اپنی بیداری، اور اپنی غفلت کے پردوں سے الگ ہٹتا ہوا بارگاہ قرب کی طرف توجہ کر تیرا اپنے آپ کو بیدار سمجھنا بڑی غفلت ہے۔ تیرا اپنے کو منور سمجھنا گہری تاریکی ہے، جو چیر بجھے (بارگاہ قرب سے) حاجب (روکنے والی) ہو تو اسی میں سے مقصود کا

لے ہمارے حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ فرماتے تھے کہ جب دسویں کسی طرح دفع نہ ہوں تو (بقیہ صفحہ ۱۷۶ پر)

ایک دروازہ کھول لے، اور جو مقصود آڑ بننے لگے تو اس سے الگ ہو کر معبود کی طرف راغب ہو جا بیوی کا غلام دنیا، اور دینار و درہم، اور کرامت کا غلام برباد ہو گیا، مخلوق کا غلام اور وہ شخص جو بارگاہ قرب میں گھٹیا ارادہ (اور پست ہمت) سے چلنا چاہتا ہے، تباہ ہو گیا۔

سوال الخیاب ہمت مرفوعة عن عالم التفصیل والاحمال

وارفع جنابك عن عبادة غیرہ بحقیقة الافعال والاقوال

اس بارگاہ میں ایسی ہمت سے چلو جو عالم تفصیل و عالم اجمال (یعنی دنیا و آخرت) دونوں سے بلند ہو اور اپنے آپ کو افعال و اقوال کی حقیقت میں غیر خدا کی عبادت سے بلند رکھو (یعنی کوئی کام اور کوئی بات ایسی نہ ہو جس کی تہ میں غیر خدا مطلوب ہو) ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التی کنتم تعدون ۵ جن لوگوں نے (زبان و دل سے) اقرار کر لیا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اسی پر جمے رہے (اور اپنے افعال و اقوال کو مخلوق کی عبادت سے بچاتے رہے) ان پر فرشتے (یہ کہتے ہوئے) اترتے ہیں کہ تم کچھ خوف اور غم نہ کرو اور اس جنت کی بشارت حاصل کرو جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا تھا۔

انقلابات عالم سے عبرت حاصل کرو اور اپنی شہرت سے مغرور نہ ہو

اپنی بھوک، پیاس اور حالات کے انقلاب، اسی طرح تمام مخلوق کے احوال سے

(نقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۵) ان ہی کو مرآۃ جمال حق بنانا چاہیے، بایں سوچے کہ اللہ تعالیٰ کی کیسی قدرت ہے کہ دل میں خیالات کا ایک دریا پیدا کر دیا جو کسی کے بند کئے بند ہی نہیں ہوتا یہ ہے حاجب میں سے مقصود کا دروازہ کھولنا اور بعض مقاصد بھی بارگاہ قرب سے مانع ہونے لگتے ہیں مثلاً عبادت مقصود ہے لیکن اگر اس میں خط نفس شامل ہو جائے تو بارگاہ الہی سے یہ عبادت مانع ہوگی اس وقت صرف معبود کی طرف متوجہ ہونا چاہیے ۱۲

عبرت حاصل کر، اپنی زباندانی کی شہرت سے خوش نہ ہو، جب کہ تو (اللہ کو چھوڑ کر) غیروں کی طرح مائل ہے، اپنے علم کی آفت سے بے فکر نہ ہو، جبکہ تو روپیہ اشرفی کا شکار کرنے کے لئے اس پر جھکا ہوا ہے، اپنے فلسفہ پر ناز نہ کر جبکہ تو اللہ کی محبت سے خالی ہے، اپنے تصوف کے گھمنڈ میں نہ رہ جبکہ تو اللہ سے دور پڑا ہوا ہے۔

کل العلوم اذا تخللها السوے صادات الداعی الا تفصال معالما

یہ تمام علوم جب ان میں غیر خدا گھسا ہوا ہو، اللہ سے جدا ہونے کی علامات ہیں،
خدا کے راستہ کی مثال | بزرگو! الشک پہنچنے کا راستہ ایسا ہی ہے، جیسا ایک شہر سے دوسرے شہر تک بغالے کا راستہ ہوتا ہے،

کہ اس میں بلندی بھی ہوتی ہے، نشیب بھی، سیدھا راستہ بھی ہوتا ہے، اور ٹیڑھا بھی، نرم زمین بھی ہوتی ہے، اور پہاڑی راستہ بھی، پانی اور آبادی سے خالی چٹیل میدان بھی ہوتا ہے، اور آبادی درختوں پانی کے چشموں سے تروتازہ سرسبز زمین بھی، اور منزل مقصود ان سب سے آگے ہے اب اگر کوئی شخص (بلندی پر چڑھ کر) اس کی لذت میں رہ گیا، یا اتار کی ذلت (و مشقت) سے گھبرا گیا، یا ہموار زمین سے راحت (لینے) میں لگ گیا، یا ٹیڑھے راستہ کی پریشانی سے پریشان ہو گیا، یا نرم زمین کی سہولت (کو دیکھ کر) اسی میں رہ پڑا، یا پہاڑ کی دشوار گزار گھاٹیوں سے ہٹ گیا، یا چٹیل میدان اور پیاس کی سوزش سے گھبرا گیا یا درختوں اور چشموں کی تروتازگی اور سرسبزی سے مرے لینے لگا، یا راستہ کی آبادی سے دل لگا بیٹھا، وہ مقصود سے رہ جائے گا، اور جو ان چیزوں میں سے کسی پر بھی التفات نہ کرے، بلکہ راستہ کی مصیبتوں کو جھیلتا ہوا، اس کی لذتوں سے منہ موڑتا ہوا مقصود کی دھن میں برا بہ چلتا رہے وہ منزل مقصود تک پہنچ جائیگا اسی طرح اللہ کے راستہ میں چلنے والے کو اگر (درمیانی) حالت کی دشواریوں نے

ان حالات کے بدلنے والے (خدا سے پھیر دیا تو اس کی غرض فوت ہو جائے گی مقصود سے رہ جائے گا، اور بلاشبہ (اس کا رشتہ) خدا سے ٹوٹ جائے گا، اور اگر راستہ کی تمام گھاٹیوں کو خواہ مزے دار ہوں یا تلخ پس پشت ڈال کر آگے بڑھتا رہا تو اعلیٰ درجہ پر کامیاب ہوگا۔

بزرگو! میں نے میدانِ عرفات | اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا آسان راستہ
میں اللہ تعالیٰ سے اپنی غرض اور
اپنے نفس (کی خواہش) اور مال (وغیرہ) کو چھوڑ دینے کا عہد کر لیا ہے (اگر تم بھی کامیاب ہونا چاہتے ہو تو ان چیزوں سے الگ ہو جاؤ، ان کی محبت دل سے نکال دو)

کسی بزرگ کو خواب میں اللہ تعالیٰ سے بات چیت کا موقع ملا تو عرض کیا اے پروردگار! مجھے اپنے تک پہنچنے کا طریقہ بتلائیے، ارشاد ہوا اپنے نفس کو الگ کر دو اور آجاؤ، حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی زوجہ مطہرہ کے لئے دایہ تلاش کرنے چلے کیونکہ ان کو درودِ شریعہ ہو گیا تھا تو بیوی سے فرمایا تم یہیں ٹھہرو
انی انست نار العلی اتیکم منها بقبس اواجدا علی السادہ دی میں آگ کی روشنی دیکھ رہا ہوں شاید وہاں سے تمہارے واسطے کوئی چنگاری لاسکوں یا اس کے آس پاس کوئی راستہ بتلانے والا مل جائے کہ دایہ کو کہاں تلاش کروں۔

فلما اتھانودی یا موسیٰ انی انار بک فاخلع نعلیک انک بالواد المقدس جب آگ کے پاس پہنچے تو آواز آئی اے موسیٰ میں تمہارا پروردگار ہوں پس اپنے دونوں جوتوں کو (یعنی نفس کو اور بیوی کو دل سے) الگ کر دو (دونوں کو میرے

لے یعنی نفس کی تجویز اور خواہش کو فنا کر دو) ۱۲ سردی کی رات تھی آپ کی بیوی کو جنگل میں سردی کی بھی تکلیف تھی اس لئے فرمایا کہ شاید وہاں سے چنگاری ہی مل جائے جس سے آگ جلا کر تم سردی کی تکلیف سے بچ جاؤ ۱۳

حوالہ کرو) کیونکہ تم مقدس میدان میں ہو (جو بیوی اور نفس پر نظر کرنے سے پاک ہے) مسجد میں جوتہ پہنکر نہ آؤ یعنی ماسوا اللہ کو تھکانہ لاؤ | بزرگو! آپکا میدان مسجد ہے جب مسجد

میں قدم رکھو تو اجنبیت کی جوتیاں الگ کر دیا کرو (یعنی غیر خدا کو دل سے نکال کر مسجد میں جایا کرو) کیونکہ بندہ نماز میں اپنے پروردگار سے مناجات (عرض معروض) کرتا ہے، پس (خود ہی) دیکھ لو کہ تم کیونکر اپنے پروردگار سے عرض معروض کرتے اور کس طرح اس کے دربار میں ہم کلامی کے لئے کھڑے ہوتے ہو، یہ دربار احسان ہے جس کے دروازہ پر قلم قدسی نے یہ حدیث لکھی ہے اعبدا للہ کافک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو کیونکہ اگر تم نہیں دیکھتے تو وہ تو تم کو دیکھ رہے ہیں اور ان کے دیکھنے کا بھی مقتضی وہی ہے جو تمہارے دیکھنے کا ہوتا اس لئے عبادت اچھی طرح سنوار کر کرنا چاہیے کیونکہ آقا کے سامنے کوئی بھی بُری طرح کام نہیں کیا کرتا تیرا اپنے نفس، اور اپنے گھر والوں میں ماسوا اللہ کو چھوڑنے کا مطلب مشغول رہنا تیرے جہل کی علامت ہے

میں یہ نہیں کہتا کہ ان کو چھوڑ کر بے فکر ہو جا۔ اور اپنے لئے پہاڑوں میں عبادت کی جگہ بنائے، بلکہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ اپنے بال بچوں کی خدمت سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو (اپنے نفس کی لذت کے لئے ان کی خدمت نہ کرو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے ان کی خبر گیری کرو) اپنے نفس کو راحت دو، اور سب سے الگ ہو کر اللہ تعالیٰ کی خوشی حاصل کرو، کسی کام میں اپنی یا کسی دوسرے کی خوشی کو مقصود نہ بناؤ بلکہ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کا قصد کرو، کیونکہ شان خداوندی

لہ اس جملہ میں القوسین عبارت اصل کتاب ہی کی ہے اور یہ تفسیر علم اعتبار سے ہے حقیقی تفسیر نہیں کمالا یحفظ علی اہل لعلوم و یجوز التفسیر بالاعتبار لاخذ العبرة مالم یعتقد تفسیرا حقیقیا فا فہم ۱۲ ظ

ہر حالت میں شرک سے پاک اور برتر ہے (پس کسی کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ دوسروں کی رضا کو مقصود نہ بناؤ) اعمال شرک مشرکین کی طرف لوٹا دیئے جاتے (اور ان کے منہ پر مار دیئے جاتے) ہیں اور موحدین کے اعمال توحید قبول کئے جاتے ہیں۔ اللہ الدین الخالص سن لو اللہ کے لئے خالص عبادت ہے جس میں اس کے سوا اور کسی کی شرکت نہ ہو! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فمن کان یروج لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرک بعبادۃ ربہ احداً جو شخص اپنے پروردگار سے ملنا چاہتا ہو اس کو چاہیئے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے،

بزرگو! جب تم اللہ تعالیٰ کے (خاص) بندوں یعنی توسل کی حقیقت

اولیاء اللہ سے مدد مانگو، تو اس مدد اور فریاد رسی کو ان کی طرف سے مت سمجھو (نہ ان سے فریاد کرو) کیونکہ یہ تو شرک ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجتیں مانگو، اس محبت کے وسیلہ سے جو اللہ کو ان بندوں سے ہے رَبِّ اشْعِثْ اغْبِذْ طهرین مدفوع علی الابواب لواقسم علی اللہ لا یرہ بعضی پر آگندہ بال غبار آلود پرانے پھٹے کپڑے پہننے والے جن کو دروازوں سے دھک دیا جاتا ہے (ایسے مقبول بارگاہ ہیں) کہ اگر اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر کسی بات پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو ضرور پورا کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ

لہ توسل کی یہ صورت جو حضرت غوث رحمہ اللہ نے بیان فرمائی ہے بعینہ وہی ہے جو ہمارے حضرت حکیم الامت دام مجدہم نے بیان فرما کر دعویٰ کیا ہے کہ ابن تیمیہ رحمہ کے سامنے اگر کوئی یہ حقیقت بیان کر دیتا تو وہ اسکو ہرگز حرام نہ کہتے توسل حرام وہی ہے جس میں بزرگوں کو معین اور فریاد رس سمجھا جاوے اور یہی ابن تیمیہ نے توسل کے لفظ سے سمجھا مگر محققین اس توسل کے ہرگز قائل نہیں وہ جس توسل کے قائل ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے حاجت مانگی جائے اللہ تعالیٰ ہی کو معین اور فریاد رس سمجھا جاوے اور بزرگوں سے جو اللہ تعالیٰ کو محبت اور خاص تعلق ہے اس کے وسیلہ سے دعا کی جائے ۱۲ ظ

نے ان کو مخلوقات میں تصرف عطا فرمایا ہے، ان کے لئے حقائق کو بدل دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا مثر بہ دیا ہے کہ جب وہ اللہ کے اذن سے کسی چیز کو کہتے ہیں ہو جاؤ وہ فوراً ہو جاتی ہے، عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے مٹی کا پرندہ بنا کر اس میں پھونک مارتے تو سچ مچ زندہ جانور ہو جاتا کام خدا کا تھا مگر ظاہر میں عیسیٰ علیہ السلام بناتے تھے انھوں نے اللہ کے حکم سے مردوں کو بھی زندہ کیا ہمارے نبی، ہمارے محبوب، تمام انبیاء کے سردار محمد علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی طرف کھجور کے ستون نے اشتیاق ظاہر کیا، را اور آپ کے فراق میں بلند آواز سے ایسا رویا جیسا بچہ رویا کرتا ہے کیونکہ آپ اس ستون سے اپنی کمر مبارک لگا کر خطبہ دیا کرتا کرتے تھے جب منبر بن کر تیار ہوا اور آپ ستون کو چھوڑ کر منبر پر خطبہ دینے کے لئے تشریف لے گئے تو ستون سے رونے کی آواز نورشور کے ساتھ بلند ہوئی پھر آپ کے تسلی دینے سے اس کا رونا موقوف ہوا اور پتھروں (پہاڑوں) نے آپ کو سلام کیا، اللہ تعالیٰ نے آپ میں وہ تمام معجزات جمع فرمادیئے، جو انبیاء و مرسلین میں متفرقاً موجود تھے اور آپ کے معجزات کے نمونے آپ کی امت کے اولیاء میں بھی جاری ہیں، جو ظاہر میں، اولیاء کی کرامات ہیں، اور (حقیقت میں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائمی معجزات ہیں (کیونکہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت کے لئے آپ کے معجزات کے نمونے اولیاء امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ظاہر فرمائے، جن کو دیکھ کر لوگ قیاس کر لیں کہ جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والے اس شان کے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود کیسے ہوں گے؟

لہٰذا یہ معجزہ مردوں کو زندہ کرنے سے کم عجیب نہیں کیونکہ مردوں میں کسی وقت تو حیات و عقل و شعور تھا لہٰذا وہ اس میں تو کسی وقت بھی حیات و عقل و شعور تھے محض آپ کی برکت بدن آپ کے قصد ارادہ اور تصرف توجہ کے اس میں حیات و عقل پیدا ہو گئی اسی طرح پتھروں نے آپ کو از خود سلام کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر دم کرنے اور توجہ فرمانے کی نوبت نہیں آتی

اور اس طرح قیامت تک آپ کی رسالت پر حجت قائم ہوتی رہے، پھر اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک معجزہ کو جو سب سے بڑا معجزہ ہے یعنی قرآن کریم، قیامت تک کے لئے محفوظ رکھا جس سے اہل عقل کو رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت واضح طور سے معلوم ہو سکتی ہے)

صاحبزادے! اے میرے عزیز! جب تم نے یوں کہا کہ اے اللہ میری رحمت کے وسیلہ سے یہ سوال کرتا ہوں، تو گویا تم نے یوں کہا کہ اے اللہ میں آپ کے بندے شیخ منصور اور ان کے سوا دوسرے اولیاء کی ولایت کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کیونکہ ولایت بھی ایک قسم کی خاص رحمت ہے۔ مختص جنت من یشاء اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے یہ خصوصیت عطا فرماتا ہے، پس اب خبردار رحمت کی قدرت مرحوم کو نہ دینا، وسیلہ (حقیقت میں) اللہ کی وہ رحمت ہے جس سے مقبول بندہ نوازا گیا ہے (پس کسی کے وسیلہ سے دعا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کو جو اس بندہ پر ہے وسیلہ بنایا گیا ہے خود اس بندہ کو وسیلہ نہیں بنایا گیا،

اب تم اللہ کی رحمت، اور محبت و عنایت کو جس سے خاص بندے نوازے گئے ہیں اپنی حاجت کے وقت وسیلہ بنا سکتے ہو مگر ہر کام میں اللہ کی توحید کو ملحوظ رکھو، (بندہ کو فاعل اور موثر اور کام بنانے والا نہ سمجھو) کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت غیرت والے ہیں (شرک سے ان کو بڑی غیرت آتی ہے اور مشرک سے زیادہ ان کو کسی سے نفرت نہیں)

۱۵ جب وسیلہ کی حقیقت یہ ہے تو بھلا اس قسم کے توسل کو کون حرام کہہ سکتا ہے، یقیناً جن علمائے توسل کو حرام کہا ہے ان کو اس کی حقیقت معلوم نہیں ہوئی محض عوام کی حالت کے انھوں نے خود اس کی ایک حقیقت تصنیف کر لی اور اس کو حرام کہہ دیا ۱۲ ظ

بزرگو! جو شخص عاجزی کے ساتھ دروازہ پر پہنچا اس کے لئے دروازہ کھل جاتا اور اس کو قبول کر لیا جاتا ہے، اور جو شخص انکار کے ساتھ دربار میں داخل ہوتا ہے وہ عزت کی جگہ میں بیٹھتا ہے۔

شیخ کی نصیحت اپنی جماعت کو اور تمام مسلمانوں کو | عزیز بن من! شریعت کی پابندی اختیار

کرو، ظاہری احکام میں بھی، اور باطنی احکام میں بھی، اور اپنے دل کو اللہ کی یاد بھلا دینے سے بچاؤ درویشوں اور غریبوں کی خدمت کو لازم سمجھو، اور نیک کاموں میں ہمیشہ سبقت کرو، سستی اور سلال کو راہ نہ دو، اللہ کی مرضی پر چم رہو، خدا کے دروازہ پر کھڑے رہو، اپنے نفس کو رات میں عبادت کرنے کا عادی بناؤ، اعمال میں ریاء (دکھلاوے) سے نفس کو بچاؤ، اپنی خلوتوں اور جلسوں میں پچھلے گناہوں پر مدو، صاحبزادے! یہ دنیا محض ایک خیال ہے، اس میں جو کچھ بھی ہے فنا ہونے والا ہے، صاحبزادے! دنیا والوں کو اپنی دنیا کی فکر ہے، اور آخرت والوں کو آخرت کی فکر ہے، خبردار! جھوٹے دعوے نہ کرنا، اور توحید کے دریاؤں میں غوطہ لگانے کا قصد نہ کرنا، (یعنی فلاسفہ اور معتزلہ کی طرح توحید میں باریکیاں نہ نکالنا اور نہ شیطان بہت سے وساوس و شبہات میں مبتلا کر دے گا اسی لئے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں گفتگو کرنے سے شریعت نے منع کیا ہے کیونکہ اس کی کنہ تک انسان نہیں پہنچ سکتا اپنا اعتقاد ثبوتی رکھو (اور ایسا پختہ) جس میں تغیر نہ ہو سکے اور اپنے ذہن کو

لہ اعتقاد ثبوتی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے صفات وجودی مانو معتزلہ اور فلاسفہ کی طرح صفات سلبی کا اعتقاد نہ رکھو تفصیل اس کی یہ ہے کہ معتزلہ اور فلاسفہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لئے صرف ایک صفت ثابت ہے یعنی وجود اور وجود کامل ہی کا ہم قدرت بکلی ہے، صم، بصر (بقیہ صفحہ ۱۸۴ پر)

شیطانی وساوس سے الگ رکھو، اپنے آپ کو بُرے دوست کی صحبت سے بچاؤ کیونکہ اس کی دوستی کا انجام قیامت کے دن پشیمانی اور افسوس ہے، جیسا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یوم یعض الظالم علی یدیہ یقول یا لیتنی اتخذت مع الرسول سبیلاً یا ویلتی لیتنی لم اتخذ فلاناً خیلاً جس دن انسان اپنے ہاتھوں کو کاٹے کھائے گا اور کہے گا اے کاش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ راستہ پر چلا ہوتا (ہائے افسوس) کاش میں نے فلاں کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (حتیٰ اذا جاءنا) قال یا لیت بیتی و بیتی بعد المشارقین فیئس القرین۔ یہاں تک کہ جب انسان ہمارے پاس آئے گا تو اپنے ساتھی سے کہیگا اے کاش میرے اور تیرے درمیان ایسی دوری ہوتی جیسی مشرق و مغرب کے درمیان دوری ہے، پس اپنے نفس کو بُرے ساتھی سے بچاتے رہو، تاکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے افسوس کرتے ہوئے تم کو ان دو آیتوں سے اپنے دوست کو خطاب نہ کرنا پڑے، اور وہاں پشیمانی کچھ فائدہ نہ دے گی نہ تمہاری بات سنی جائے گی،

پُر مغر: فصل ک عامہ | بر خوردار من! جو تم نے کھا لیا فنا کر دیا، جو پہن لیا اس کو پرانا کر دیا (ان میں سے کوئی چیز تمہارے ساتھ نہ رہے گی) اور جو کام تم نے کئے ہیں وہ تمہارے سامنے آئیں گے، اللہ کے پاس پہنچنا یقینی اور پختہ ہے، دوستوں سے جدا ہو جانا اٹل بات ہے۔ دنیا کی ابتداء رضعہ اور فوری ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۳) حیات و علم، وخلق و غیرہ بھی ہے اب ان کے نزدیک قدرت کے معنی یہ ہیں کہ خدا عاجز نہیں علم کے معنی یہ ہیں کہ خدا جہل سے پاک ہے وغیرہ وغیرہ اور اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ قدرت و علم و حیات سمع و بصر و جود کے علاوہ صفات ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لئے اسی طرح ثابت ہیں جس طرح وجود ثابت ہے پس صفات بارہ میں اہل سنت کا اعتقاد ثبوتی ہے اور معتزلہ و فلاسفہ کا اعتقاد سلبی ہے ۱۶

اور اس کی انتہا موت اور قبر ہے، اگر دنیا کے رہنے والوں کو بقا رہتا تو یہ بہت سے گھروں پر ان نہ ہوتے، پس اللہ سے دل لگاؤ، اسوی اللہ سے رخ پھیر لو، اور اپنی تمام حالتوں میں اللہ کے سامنے گردن تسلیم خم کر دو، درویشوں کے طریقوں کو تواضع کے ساتھ طے کرو، اور شریعت کے قیام بقیم (ان کی) خدمت میں جھے رہو اپنی نیت کو دساوس کے میل کچیل سے محفوظ رکھو، اور اپنے دل کو لوگوں کی مٹا مائل ہونے سے روکے رکھو، اللہ کے دروازہ سے سوکھی روٹی اور نمک ملا ہوا پانی ملے (تو خوشی سے) کھا لو، دوسروں کے دروازہ سے تازہ گوشت اور شہید بھی ملے تو برگر نہ کھاؤ اپنی معاش کے لئے شریعت کے موافق حلال کمائی کا کوئی طریقہ اختیار کر لو، اور اسباب معاش کے لئے حیلہ (اور اہتمام اور فکر کرنا) چھوڑ دو، خیر دار! درویشوں کا دل نہ توڑنا، ان کو رنج اور تکلیف دینے سے بچتے رہو، صلہ رحمی کرتے رہو، قربتوں کی خاطر کرو، جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کرو، جو تمہارے مقابلہ میں تکبر کرے تم اس کے سامنے تواضع کرو، وزیروں اور حاکموں کے دروازوں پر آمد و رفت نہ رکھو، درویشوں کی اور قبروں کی زیارت زیادہ کیا کرو (تاکہ دنیا سے دل سرد ہو جائے) مخلوق سے نرمی کے ساتھ گفتگو کرو اور ان کی عقل کے اندازہ سے کلام کرو (جو بات ان کی سمجھ سے باہر ہو ان کے سامنے بیان نہ کرو) اپنے اخلاق کو سنوارو، لوگوں سے اچھی طرح بلو، اور جاہلوں سے کنارہ کرو، بقیوں کی حاجتیں پوری کرنے میں لگے رہو، ان کی خاطر کرو، جن غریبوں کو لوگوں نے چھوڑ دیا ہے ان کے پاس زیادہ آمد و رفت رکھو، بیواؤں کی خدمت کے لئے سبقت کرو، تم (دوسروں پر) رحم کرو خدا تم پر رحم کرے گا، اللہ کے ساتھ رہو اللہ کو اپنے ساتھ پاؤ گے، تم تمام اقوال و افعال میں اخلاص کو اپنا ساتھی بناؤ مخلوق کو حق تعالیٰ کا راستہ بتلانے کی کوشش کرتے رہو کرامات اور

خوارق عادات کی طرف رغبت نہ کرو، کیونکہ اولیاء کرامات کو ایسا چھپاتے ہیں جیسا عورت حیض کو چھپاتی ہے، اللہ کے دروازہ سے لگے رہو، اپنے دل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ رکھو، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی سے اپنے شیخ کے وسیلہ سے مدد حاصل کرو، اپنے شیخ کی خدمت میں اخلاص کے ساتھ بدون کسی غرض اور حاجت کے جمے رہو، اس کے گھر کا کام زیادہ کرو اور سامنے باتیں کم کرو، تعظیم و وقار کی نگاہ سے شیخ کو دیکھو، تحقیر و تذلیل کی نگاہ سے رکھو، دوستوں کی خیر خواہی میں لگے رہو، ان کے دلوں میں الفت پیدا کرو، لوگوں کے درمیان صلح کراتے رہو سچائی (اور خلوص) کے ساتھ لوگوں کو درویشوں کے دروازہ پر جانے اور جماعت (صوفیہ) کا راستہ اختیار کرنے کی ترغیب دو، اپنے دل کو ذکر (الہی) سے آباد رکھو، اور ظاہر کو فکر سے آراستہ کرو، اپنے ارادہ اور نیت میں اخلاص کا نور پیدا کرو، اللہ سے مدد چاہو اللہ کی طرف سے جو مصیبتیں آئیں ان پر صبر کرو، اللہ سے راضی رہو اور ہر حالت میں الحمد للہ کہتے رہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود زیادہ بھیجو، اگر تمہارے نفس میں کسی وقت شہوت یا تکبر کی حرکت پیدا ہو تو اللہ کے لئے نقل روزہ رکھو کہ اس سے شہوت اور تکبر میں کمی ہو جاتی ہے بشرطیکہ معقول مقدار میں روزے رکھے جائیں ایک دو پر بس نہ کیا جائے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو، اپنے گھر میں میٹھو بازاروں اور سیرگاہوں میں زیادہ نہ جایا کرو، جس نے سیر سپاٹا چھوڑا

لے خوارق عادات وہ کام جو کسی سے خلاف عادت ظاہر ہوں یعنی عادت جو کام دوسرے نہ کر سکیں اس کے ہاتھ سے ظہور میں آئیں پس کرامات اور خوارق عادات کا حاصل یک ہی ہے ۱۲ ظ ۱۲ یعنی سب وقت آخرت کا فکر تمہارا سب درجہ غالب ہے کہ دیکھنے والا صورت دیکھ کر پہچان لے کہ اس کو کوئی فکر لگا ہوا ہے ۱۲ ظ ۱۲ طریق باطن میں یکسوئی اور جمعبیت قلب کی زیادہ ضرورت ہے اگر سالک کو تفریح کی ضرورت ہو تو اکیلا جنگل کی طرف نکل جائے سیرگاہوں بازاروں میں جہاں لوگوں کا مجمع ہو نہ جائے ۱۲ ظ

اس نے کامیابی حاصل کر لی، مہمان کی خاطر کرو، اپنی بیوی بچوں، گھر والوں، خادموں سے ہمدردی کرو، ہر حالت میں اللہ کو یاد رکھو، اور ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص کا اہتمام کرو، آخرت کے لئے اچھے اچھے کام کرو۔ اور دنیا کے کاموں کو بھی حسن نیت سے آخرت کے کام بنادو، اور کہو اللہ پھر لوگوں کو ان کے مشغلوں میں کھیلتا ہوا چھوڑ دو (یعنی تم اللہ ہی کے لئے کرو جو کچھ کرو اسی کو ہر کام میں مطلوب و مقصود سمجھو۔ دوسروں کی حرص نہ کرو ان کو ان کے خیال میں مست رہنے دو۔ یہ ہے میری نصیحت تم کو اور ہر اس شخص کو، جو میرے طریقہ پر چلے اور اپنے دوستوں کو، اور تمام مسلمانوں اور اپنے چاہنے والوں کو اللہ تعالیٰ ان کی شمار بڑھائے (آمین) اور میں عظمت والے خدا سے تمام گناہوں کی خواہ پوشیدہ ہوں یا ظاہر چھپوٹے ہوں یا بڑے مغفرت چاہتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں کیونکہ وہی توبہ قبول کرنے والے بڑے مہربان ہیں۔

عزیز من! مخلوق کے سردار (سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بندہ کے دل میں جو کچھ چھپا ہوا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ویسا ہی لباس پہنا دیتے ہیں، اگر (اندر) بھلائی ہے تو (ظاہر میں بھی) بھلائی ہوگی اور اگر (دول میں) برائی ہے تو (ظاہر میں بھی) برائی ہوگی، (دل کا اثر ظاہر پر ضرور ہوگا)

عزیز من! عالم کے سردار (سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باطن کا اثر ظاہر پر ضرور نمایاں ہوتا ہے

لے یہاں سے ان لوگوں کی غلطی ظاہر ہوگئی جو کہتے ہیں کہ اصل مقصود تو باطن کا درست کرنا ہے ظاہر خراب ہونو کیا حرج ہے ان کو سمجھ لیتا چاہیے کہ باطن و ظاہر میں ایسا قوی تعلق ہے کہ ایک کی اصلاح دوسرے کی اصلاح میں اور ایک کی خرابی دوسرے کی خرابی میں موثر ہے ورنہ پھر اصل تو رُوح ہے بدن فضول چیز ہے اس کی صحت اور تندرستی اور لباس و غذا کے اہتمام کی کیا ضرورت ہے آج سے یہ سب کام چھوڑ دو ۱۲ ظ

ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت فرماتے ہیں جو متقی ہو (مخلوق سے) مستغنی ہو، چھپا ہوا (گمنام) ہو۔

دنیا سے الگ رہو | عزیز من! اگر تیرے پاس سچی عقل ہے تو دنیا کی طرف نہ جھکے گا اگرچہ وہ تیری طرف (کتنا ہی) جھکے، کیونکہ

وہ خیانت کرنے والی جھوٹی (مکارہ) ہے، اپنے چاہنے والوں کا مضحکہ اڑاتی ہے جو اس سے الگ رہا، بچا رہا، اور جو اس کی طرف مائل ہوا تباہ ہو گیا، حدیث میں، حب الدنیا داس کل خطیئة دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے تو جیسا اس کی محبت گناہ کی جڑ ہے اسی طرح اس سے نفرت اور بے رخی کرنا تمام نیکیوں کی جڑ ہے، دنیا کی مثال سانپ جیسی ہے کہ چھونے میں تو نرم ہے مگر اس کا زہر ہلاک کرنے والا ہے، دنیا کی لذتیں جلدی زائل ہونے والی ہیں اور اس کے دن خیال ہی خیال میں گذر جاتے ہیں، پس اپنے کو دنیا میں پرہیزگاری اور خوف خدا میں لگائے رکھو، اللہ تعالیٰ کی یاد سے کسی وقت غافل نہ ہو، اگر ذرا بھی کسی وقت غفلت طاری ہو جائے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو۔ اور یاد الہی کے دروازہ پر فوراً لوٹ آؤ اللہ کو یاد کرو، اس سے شرماد، اور تنہائی میں جلسوں میں اس کا خیال رکھو تنگی اور فراخی میں اللہ کی حمد اور شکر کرو، غیروں کو چھوڑو کیونکہ اللہ کے سوا کوئی رہنے والا نہیں،

تصوف کی حقیقت | عزیز من صوفی صافی (سچے صوفی) بنو، منافق صوفی نہ بنو کہ تباہ ہو جاؤ گے، تصوف (کی حقیقت) غیر اللہ

سے منہ پھیر لینا اور اللہ کی ذات میں غور نہ کرنا، اللہ پر بھروسہ کرنا اور ہر حالت کی باگ تفویض (تسلیم و رضا) کے دروازہ پر ڈال دینا اور دروازہ کرم کے کھلنے کا منتظر رہنا اللہ کے فضل پر اعتماد کرنا، ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہنا اور تمام حالات

میں اللہ تعالیٰ سے نیک گمان رکھنا ہے،

علم پر عمل کرو

عزیز من! جب تم کوئی علم حاصل کرو یا اچھی حکایت سنو! تو اس پر عمل کرو، ان لوگوں میں داخل نہ ہو جو جانتے ہیں اور

عمل نہیں کرتے، عزیز من! عالم کی نجات اسی میں ہے کہ اپنے علم پر عمل کرے، عمل نہ کرنا اس کی تباہی ہے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اس عالم کو ہوگا جس نے اپنے علم سے فائدہ حاصل نہیں کیا، پس اپنے اوقات کو کھیل کود اور گانے بجانے اور ہنسائے والوں کی باتیں سننے میں برباد نہ کرو، خوش ہونا چھوڑ دو کیونکہ دنیا میں خوش ہونا جنون ہے، اس میں تو غمگیں رہنا ہی عقلمندی ہے، یہاں ہمیشہ رہنا محال ہے تو دنیا پر گرنا پڑنا نادانی اور حماقت ہے۔

عزیز من! ان لوگوں میں خیال دوڑاؤ جو تم سے پہلے گزر چکے جن میں انبیاء اور مرسلین بھی ہیں، اور بڑے بڑے سلاطین بھی، سب مر گئے گویا تھے ہی نہیں وہ پہلے گزر گئے، ہم ان کے بعد جانے والے ہیں، پس نیک بندوں کے راستے پر چلتے رہو تاکہ ان کی جماعت میں شامل کر لئے جاؤ، ان کی پارٹی میں داخل ہو جاؤ یہی اللہ کا لشکر ہے، اور یاد رکھو اللہ ہی کا لشکر فلاح پانے والا ہے۔ (شیطان کا لشکر کبھی کامیاب نہ ہوگا)

بزرگو! حقیقت کا راز ظاہر ہے ہر وقت اللہ تک پہنچنے کا راستہ کھلا ہوا ہے

کا جھنڈا بلند ہے، اللہ تک پہنچنے کا دروازہ کھلا ہوا ہے، مگر آپ کو ان نفیس چیزوں کے دیکھنے سے دنیا کی محبت اور موت سے غفلت نے روک رکھا ہے، جو شخص یہ جانتا ہے کہ (ایک دن) ضرور مرے گا تعجب ہے کہ وہ موت کو کیسے بھولتا ہے؟ جو شخص یہ جانتا ہے کہ (ایک دن) دنیا سے جدا ہونے والا ہے تعجب ہے کہ وہ دنیا پر کیسے گرتا پڑتا ہے؟

جو شخص یہ جانتا ہے کہ (ایک دن) اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے تعجب ہے کہ وہ خدا سے کیونکر ہٹتا اور دوسروں کی طرف کیسے متوجہ ہوتا ہے؟ خدا کی قسم! تمہاری یہ غفلت بڑی مصیبت ہے، لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم، تم دل کھول کر جھوٹی باتیں بناتے ہو، اور جہالت کے بانگوں میں چرتے پھرتے ہو، رزق کے معاملہ میں توحیلہ اور تدبیریں کرتے ہو، اور عذاب سے (بالکل) بے فکر ہو شاید تم نے یہ آیت نہیں پڑھی، انفسبتوا انما خلقناکم عبثا و انکم الینا لا ترجعون کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم نے تم کو بیکار پیدا کیا ہے اور تم ہمارے پاس لوٹ کر نہ آؤ گے؟ یا شاید تم نے یہ آیت نہیں سنی وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون ما ارید منهم من رزق و ما ارید ان یطعمون۔ میں نے انسان کو اور جنوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں، نہ میں ان سے رزق مانگتا ہوں نہ یہ چاہتا ہوں کہ مجھے کھانا کھلا دیں۔ روزی دینے کے تو وہ خود ذمہ دار ہیں، مگر تم پھر بھی اس کے حیلہ میں لگے ہوئے ہو، اور جنت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے کسی کے واسطے نہیں لی، بلکہ اس کے ذمہ دار تم خود ہو اور تمہارے اعمال، مگر تم وہ کام نہیں کرتے جن پر جنت کی بشارت دی گئی ہے تم نے کھیل اور بھول چوک میں اوقات برباد کر دیئے، غفلت اور گناہ میں دن گنوا دیئے، تمہاری دل لگی پشیمانی سے بیفکر ہونے والی کیسی دل لگی ہے، تمہارا کھیل ان لوگوں جیسا کھیل ہے جن کے کانوں نے قیامت کے دن کی بات ہی نہیں سنی، شاید تم نے قبروں کو نہیں دیکھا، جو لوگ ان میں

لے مشرکین کی عادت ہے کہ بتوں پر چڑھاوا چڑھاتے ہیں کوئی حلوان کے سامنے رکھتا ہے، کوئی روٹی چاول لے جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جن معبودوں کو کھانے کی حاجت ہو وہ مجبور بننے کے لائق نہیں تمہارا حقیقی معبود تم سے روزی نہیں مانگتا بلکہ وہ تو خود تم کو روزی دیتا ہے ۱۲ تا

جا بسے ان سے بھی تم کو عبرت نہیں ہوئی (بتلاؤ) تمہارے باپ دادا کہاں ہیں جو تم سے پہلے زمانہ میں تھے؟ وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے تم سے بھی زیادہ مال جمع کیا تھا، اور تم سے زیادہ جہالت میں ڈوبے ہوئے تھے، کیا تم اللہ کے منکر ہو گئے؟ یا اللہ کے مقابلہ میں تکبر کرتے ہو؟ دوستو! جس نے اپنا فنا ہونا، اور اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنا معلوم کر لیا، وہ اپنے کو دنیا سے ہٹا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھوئی فان الجنتی فی المادۃ جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا اور نفس کو اس کی خواہشوں سے روکتا رہا اس کا ٹھکانا جنت ہے، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جو جواہر اسرار الہیہ مخفیہ کے معدن میں یوں خطاب فرماتے ہیں انک میت و انھم میتون یقیناً آپ بھو مرنے والے ہیں اور یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں (موت سے کوئی نہیں بچ سکتا) پس اپنی ہمتوں کو کچھیلے بزرگوں کے درجوں پر پہنچنے کے لئے جمع کر لو، تاکہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مصداق نہ بنو ف خلف من بعدہم خلف اصاعوا الصلوۃ و اتبعوا الشہوات فسوف یلقون غیاء کہ ان نیک بندوں کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور شہوتوں کے پیچھے پڑ گئے یہ عنقریب جہنم کے طبقہ میں پہنچیں گے کریم کے دروازہ کو بچپنی اور احتیاج کے ہاتھوں سے کھٹکھٹاتے رہو اور ذلت و انکسار کے راستہ سے اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ جاؤ، کیونکہ خدا کی قسم مجھے اور تمہیں سب کو دار آخرت کی طرف کوچ کرنا ضروری ہے، میرا اور تمہارا مٹ جانے والی قبروں میں رکھا جانا یقینی ہے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ پھر جو ذرہ برابر بھلائی کرے گا اس کو (اپنے سامنے)

لہ یعنی اللہ کے چھپے ہوئے بھیروں کے جواہر کی آپ کان ہیں ۱۲

دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر بدی کرے گا اس کو بھی (سامنے) دیکھ لے گا، پس نبات پانے والا وہ ہے جس نے اللہ سے تقویٰ کا معاملہ کیا اور زندگی میں اس سے ڈرتا رہا۔

محبوب سے فراق اور دشمن کی صحبت سخت مصیبت ہے

دوستوں محبوبوں سے جدائی اور دشمنوں کی معیت، سب مصیبتوں سے بڑھ کر سخت مصیبت ہے، اور دشمنوں سے علیحدگی، دوستوں کی ہمراہی، تمام چیزوں کے زیادہ شیریں ہے، پس تم برے کاموں سے الگ۔ ہو جاؤ تاکہ قبروں میں اپنے نیک اعمال کی رفاقت میں رہو، کیونکہ خدا کی قسم قبر کی گہرائی میں نیک عمل کے سوا آدمی کا کوئی دوست ساٹھ نہ دے گا، دوستوں اگر تم کو حکام اور بڑے لوگوں کا لباس، ان کی زیب و زینت، ان کے ہتھیار لہجائے لگیں، اور تمہارا دل اس سامان سے (اپنی خراب حالت کا موازنہ کر کے) تنگ ہونے لگے تو قبرستان میں چلے جاؤ اور اپنے اور ان کے باپ دادوں کو دیکھ لو سب کو مٹی میں (ملا ہوا) پاؤ گے (مٹی میں مل جانے کے بعد امیر و غریب سب برابر ہو گئے) اور اس کی خیر اللہ ہی کو ہے کہ راحت میں کون ہے عذاب میں کون ہے؟ یوں ہی تم بھی (ایک دن) ان (امیروں حاکموں) کے برابر ہو جاؤ گے، سید علم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ اور جلد ہی ظالموں کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کی حالت میں کیا زبردست انقلاب ہو گیا۔

برخوردار من! فضول باتوں، اور فضول

فضول باتیں اور فضول کام چھوڑ دو | کاموں میں مشغول ہونے سے بچو اپنے

نفس کو غفلت کے راستے سے ہٹاؤ اور بیداری کے دروازہ سے پہنچو، ذلت و انکسار کے میدان میں جمع ہو جاؤ، بڑائی اور تکبر کے میدان سے نکل آؤ کیونکہ تمہاری ابتداء خون کی ایک بوٹی اور انجام ایک بے جان لاشہ ہے۔ پس اپنی ابتدا اور انجام

کے درمیانی زمانہ میں اس طرح رہو کہ جیسا ان کے درجہ کے مناسب ہے۔
 برنخوردار من! حسد سے بچو، کیونکہ حسد تمام گناہوں کی جڑ ہے، شیطان کے حب
 آدم علیہ السلام سے حسد کیا تو ان کے مقابلہ میں تکبر اختیار کیا ان کو سجدہ کرنے سے
 انکار کیا، اور ان کو نقصان پہنچانے کے لئے جھوٹ بولا کہ آدم و حوا کے سامنے قسم
 کھا کر کہہ دیا 'انی لکبلا لمن النصیحین' خدا کی قسم میں تم دونوں کا پورا خیر خواہ ہوں، آخر کا
 اللہ کی رحمت سے دور کیا گیا، پس جھوٹ اور تکبر و حسد بندے کو اللہ کے دروازے
 سے دور کرنے کے اسباب ہیں، تم اپنے نفس کو ان خصلتوں کا ہرگز عادی نہ بنانا،
 اپنے کو سب سے الگ کر کے اللہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ، اور خوب جان لو کہ رزق
 مقدر ہو چکا ہے جب اس کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو گے تو کسی سے حسد نہ کرو گے،
 خوب جان لو کہ تم مرنے والے ہو، جب اس بات کو پیش نظر رکھو گے تو کسی پر تکبر
 نہ کرو گے، اور خوب سمجھ لو کہ تم سے حساب لیا جائے گا، جب اس مضمون کو دل میں
 جما لو گے تو جھوٹ کبھی نہ بولو گے،

لوگوں کے عیوب سے نگاہ ہٹالو | لوگوں کی ناموس سے بھی اپنی نگاہ کو ہٹالو
 برے کام تو الگ رہے، کیونکہ جیسا کہ گئے

ویسا بھرو گے، اگر تمہارے ایک آنکھ ہے تو دوسروں کے بہت سی آنکھیں ہیں،
 جیسے تم خود ہو گے ویسا ہی افسر تمہارے اوپر ہو گا۔ اپنی زبان مخلوق کو برا کہنے
 سے روک لو، کیونکہ اگر تمہارے ایک زبان ہے تو مخلوق کی بہت سی زبانیں ہیں
 اپنے عیوب کے اندر نظر کرنا تم کو بس ہے، جیسا تم دوسروں کی نسبت کہو گے،
 ویسا ہی وہ تمہاری نسبت کہیں گے، ہر دن اپنے نفس (کے اعمال) کا حساب لو
 اور اللہ تعالیٰ سے بکثرت استغفار کرو، اپنے نفس کے طبیب اور رہنما بنو، کیونکہ
 جب تک خود تم کو اپنی اصلاح کی فکر اور سیدھے راستہ کی طلب نہ ہوگی کوئی مرشد اور

طیب روحانی کچھ نہیں کر سکتا، اپنے نفس کا حساب لینے سے غفلت نہ کرو، اور حفظ نفس میں مشغول ہونے سے بچو۔

اللہ سے انس پیدا کرنے کا طریقہ | بزرگو! اللہ سے انس اسی بندہ کو حاصل ہوتا ہے جس کی طہارت کامل اور ذکر

صاف ہو گیا ہو کہ جو چیز اللہ سے غافل کرتی ہو اس سے دحشت ہونے لگے، طہارت کامل یہ ہے کہ کھانے پینے میں حرام اور مشتبہ مال سے بچ جائے۔ ذکر کا صاف ہونا یہ ہے کہ دل پر اللہ کی یاد ایسی غالب ہو جائے کہ بے تکلف اللہ کی طرف متوجہ ہونے لگے ذکر کے وقت دوسری چیزوں کی یاد سے کشاکشی نہ ہو ۱۲) توحید دل میں اللہ تعالیٰ کی خاص عظمت کا محسوس کرنا ہے، جو تعطیل اور تشبیہ (دونوں) سے (ذہن انسانی کو) دور رکھتی ہے۔ تعطیل یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نسبت یہ اعتقاد کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے کارخانہ قدرت فلاں بزرگ یا رسول یا فرشتہ کے حوالہ کر دیا ہے، اب اللہ تعالیٰ خود کچھ نہیں کرتے جو کچھ کرتے ہیں دوسرے کرتے ہیں، اور تشبیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کو مخلوق کی ذات و صفات کے مشابہ سمجھے یہ دونوں اعتقاد غلط اور باطل ہیں) کشف ایک مقناطیسی قوت ہے، جس کی خاصیت یہ ہے کہ چشم بصیرت کی روشنی کو عالم غیب کی طرف کھینچ لے جاتی ہے چشم بصیرت کا نور عالم غیب سے اس طرح ملتتا ہے جیسا صاف آئینہ سے شعاع نظر ملتی ہے، جبکہ آئینہ شعاع پھیلنے کے وقت اس کے سامنے ہو پھر جیسا شعاع نظر آئینہ سے مل کر آفتاب کی روشنی لئے ہوئے آنکھ کی طرف لوٹتی ہے اور اس انعکاس سے آدمی کو اپنا چہرہ وغیرہ آئینہ میں نظر آتا ہے اسی طرح چشم بصیرت کا نور عالم غیب کی روشنی لئے ہوئے صاف دل پر منعکس ہوتا ہے، پھر ترقی کر کے یہ نور خزانہ عقل میں چمکتا اور اندر ہی اندر

اس سے ایسا مل جاتا ہے کہ عقل کی روشنی دل کے میدان میں پہنچنے لگتی ہے جس کے اثر سے لطیفہ سر کی پتلی میں دل کی روشنی چمکنے لگتی ہے۔ اب لطیفہ سران چیزوں کو دیکھنے لگتا ہے جہاں نگاہ (ظاہری) نہیں پہنچ سکتی نہ سمجھ اس کا تصور کر سکتی تھی اور دوسروں کو اس کا دیکھنا دشوار تھا۔

صلاح قلب کے مراتب | بزرگو! جب دل درست ہو جاتا ہے تو (کبھی) وحی کے لئے منزل بن جاتا ہے، (جیسے) انبیاء

علیہ السلام کے قلوب) اور (کبھی) اسرار و انوار اور فرشتوں کا گہوارہ بن جاتا ہے (جیسے اولیاء اللہ کے قلوب) اور جب بگڑتا ہے تو تار بکیوں اور شیطاںوں کا گھر بن جاتا ہے۔ جب دل درست ہوتا ہے تو آدمی کو آگے پیچھے سے خبردار کر دیتا اور وہ باتیں بتلا دیتا ہے جو کسی اور ذریعہ سے معلوم نہیں ہو سکتی تھیں؛ اور جب بگڑتا ہے تو ایسی پہودہ باتیں کرنے لگتا ہے جن میں نہ بھلائی کا پستہ ہوتا ہے نہ کامیابی کا نام و نشان، اسی لئے میرے نزدیک درویش کو لازم ہے کہ اپنے ہر سانس کو کبریت احمر بلکہ اس سے بھی زیادہ قیمتی سمجھے۔ ہر سانس کو عمدہ سے عمدہ حالت میں رخصت کرے جو اس کے مناسب ہے تاکہ اس کا کوئی سانس برباد نہ ہو، معاملہ تمہارے گمان اور دھم سے کہیں زیادہ سخت اور سنگین ہے (اس لئے عمر کو فضول باتوں پہودہ کاموں میں برباد نہ کرو، اس قیمتی عمر سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور جنت کی سلطنت خرید لو ۱۲

تمام طاعات میں فکر ربی افضل ہے | تمام طاعات و عبادات (نافلہ) میں افضل عبادت یہ ہے کہ

ہمیشہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھو (اللہ تعالیٰ سے) انس کی علامت یہ ہے کہ (تمہارے) دلوں کے درمیان اور علام الغیوب (خدا) کے درمیان سے

پر دے اٹھ جائیں، محبت کی شاخیں دلوں میں پھیلتی ہیں پھر عقل کے موافق چل دیتی ہیں، شہرت کا طالب، بد بخت کے سوا کوئی نہیں ہوتا، تصوف اس کا نام نہیں کہ (صوفی لوگوں سے یہ کہے) مجھ سے محبت کرو، میری تعظیم کرو، میری زیارت کرو (جو صوفی ہوگا وہ ہرگز لوگوں سے ملنے ملانے کا مشتاق نہ ہوگا) جس شخص کو کامل معرفت حاصل ہے، وہ دنیا داروں کے دروازہ پر کھڑا نہیں ہوتا مخلوق سے (دل کا) مانوس ہونا حق تعالیٰ سے جدا ہونا ہے، جو اللہ کے سوا کسی اور سے عزت حاصل کرے گا ذلیل ہوگا، جو درجہ یقین سے محروم ہے وہ متقیوں کے درجہ سے گر گیا، جو اللہ کے واسطے (سب سے) الگ ہو گیا اللہ تعالیٰ اس کو (سب سے) بلا دے گا اگر باہمہ چوبے منی بے ہمہ، درجے ہمہ چوبامنی باہمہ اللہ کی طرف یکسو ہو جانا اہل حال کی خاص حالت ہے، جو اللہ کے ساتھ ان کو حاصل ہے، اگر میں آپ کے سامنے زبان جاگ گفتگو کرنا چاہوں تو اللہ کے حکم سے ساٹھا ونٹوں کا بوجھ (کاغذوں سے) بھر سکتا ہوں، لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ

زیادہ بولنا کمال نہیں | اگر کوئی بولنے والا اتنا بولے کہ سننے والے کے کانوں کو بہرا بنادے مگر ظاہر (شریعت) کے نزدیک اس کا کلام مردود ہو تو اس کا خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔ اور اگر کوئی اتنا خاموش رہے کہ اس کے پاس بیٹھنے والے کو یہ خیال ہو جائے کہ یہ (کبھی) نہ بولے گا پھر وہ ایک بات ایسی کہے جو دل سے نکلی اور ظاہر میں تیر گئی، شریعت کے نزدیک پسندیدہ ہوئی، اللہ نے اس کے سننے کے لئے سامعین کے دلوں کو کھول دیا، سننے والوں نے اس کو اپنے دلوں میں جگہ دی، تو اس کی یہ ایک بات ہی بس ہے۔

جس حقیقت کو شریعت رد کرے وہ زندہ ہے

جس حقیقت کو شریعت رد کرے وہ زندہ (اور بے دینی) ہے۔ اگر تم کسی کو ہوا میں چار زانو بیٹھا ہوا بھی دیکھو تو (ہرگز) اس کی طرف التفات نہ کرو، جب تک (شریعت کے) امر و نہی کے موقعہ پر اس کی حالت کو نہ جانچ لو۔

بزرگو! اس جماعت صوفیہ کی تمام حالتیں صوفیہ اور علما چار قسم کے ہیں | اول سے آخر تک چار درجوں میں منقسم ہیں

اسی طرح علما و فقہاء کی حالتیں بھی چار درجوں میں منقسم ہیں، جماعت (صوفیہ) کی حالت کا پہلا درجہ یہ ہے کہ ایک شخص مرشد کا طالب اس لئے ہوا کہ عام لوگوں کو صوفیہ کی طرف مائل دیکھا تو اس نے بھی عام لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا، اور خالق سے اور اپنی جماعت اور شان سے خوش ہونے لگا، دوسرا درجہ یہ ہے کہ ایک شخص نے مرشد کی تلاش اس لئے کی کہ اس کو اس جماعت کے ساتھ نیک گمان ہے، وہ ان سے محبت کرتا ہے اور ان کے طریقہ سے بھی اور جتنی باتیں ان سے منقول ہیں ان کو دل سے پاکیزہ اور سچے اعتقاد سے قبول کرتا ہے تیسرا درجہ یہ ہے کہ (مرشد تلاش کرنے کے بعد اس نے مقامات میں چلنا شروع کیا، گھاٹیوں کو طے کیا، اور اس راستہ کے بلند درجوں پر پہنچ گیا، مگر کسی وقت حق تعالیٰ کا یہ ارشاد سنو ۱۰ ایلتنافی الافاق (و فی انفسہم) کہ ہم اپنی نشانیاں اطراف عالم میں اور خود ان کی جانوں میں ان کو دکھلا دیں گے، سن کر ٹھہر گیا، اب کبھی تو مخلوق کو خدائی نشان سمجھ کر اس کے مشاہدہ میں پڑ گیا اور ایسا مشغول ہوا کہ (اس خالق) سے بھی غافل ہو گیا جس نے یہ نشان دکھلایا تھا، اور کبھی اپنے نفس پر یہ سمجھ کر نظر کرنے لگا کہ اس بھی اللہ تعالیٰ نے اپنا نشان (قدر

وحکمت، دکھایا ہے، اور اس میں پڑ کر اللہ تعالیٰ سے غافل ہو گیا، اور یہ مقام مقام ادلال (روناز) ہے اسی سے شطیحات ردِ عوے اور حد سے بجا و نسیب ہوتا اور اپنے درجات میں پہنچنے کا اظہار اور شاہی حالت اور قول و فعل اور طاقت و قوت کا ظہور ہوتا ہے، اور چوتھا درجہ یہ ہے کہ آدمی ہر فعل و قول اور ہر حالت و عادات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم قدم پر اتباع کرتا ہوا عبدیت کا جھنڈا بلند کرتا ہوا دربار الہی میں ذلت کے ساتھ اپنی پیشانی کو بچھاتا ہوا طریق کو ملے کر کے ہر چیز کے سر پر کل شی حالک الاوجہ طرہر چیز خدا کی ذات کے سوا فنا ہونے والی ہے) کا مشاہدہ کرتا، اور مخلوقات میں ہر ذرہ کی پیشانی پر اللہ الخلاق والی یاد رکھو اللہ ہی کا حکم چلنے والا ہے وہی پیدا کرنے والا ہے لکھا ہوا پاتا ہے، اپنی حد پر ٹھہرا رہتا، اور زمین ادب پر اپنا رخسارہ لگائے رہتا ہے، نشانہائے قدرت کی گھائیوں پر درمیان سلوک میں گذرتا ہے، تو ان سے ہٹ کر معبود کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے، اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں کرتا، پس پہلے درجہ والا تو محبوب (اور محروم) ہے دوسرے درجہ والا محب (و عاشق) ہے تیسرے درجہ والا راستے طے کرنے میں مشغول ہے، (ابھی مقصود تک نہیں پہنچا اور چوتھے درجہ والا کامل ہے، پھر ان سب درجوں میں اور بہت سے درجے ہیں جو عارف کو انسان کی حالت (میں غور کرنے) سے معلوم ہو جاتے ہیں۔

اب علماء و فقہاء کے درجات معلوم کرو، ان میں پہلا درجہ تو یہ ہے کہ انسان جھگڑنے بچت کرنے، فخر کرنے، اور مال جمع کرنے بہت باتیں بنانے کے لئے علم حاصل کرے، دوسرا درجہ یہ ہے کہ کسی نے بچت و مناظرہ اور بڑا بننے کے لئے تو علم حاصل نہیں کیا، لیکن اس کو یہ خواہش ہے کہ میرا شمار علماء میں ہو جائے تاکہ کسبہ اور خاندان والے مجھے اچھا کہیں، اسی مقصود پر اس نے کفایت کی اور ظاہر شریعت

پر چلتا رہا آگے کچھ نہیں، تیسرا درجہ اس شخص کا ہے جس نے مشکل مسائل کو حل کیا منقولات و معقولات کی باریک باتیں معلوم کیں، مناظرہ کے دریاؤں میں گھس گیا، اور ان تمام باتوں میں اس کی نیت یہ ہے کہ (علم حاصل کر کے) شریعت کی مدد کرے گا، مگر اس کے اندر غرور علم ہے، علم کی وجہ سے دوسروں کو اپنے سے کم سمجھتا ہے، جب (کسی مسئلہ میں) شریعت کی حمایت کو کھڑا ہوتا ہے، اس وقت، اگر کوئی اس کی دلیل پر اعتراض کر دے تو اپنے نفس کی حمایت میں ایسا مغلوب ہو جاتا ہے کہ حد سے نکل جاتا، اور مد مقابل کے خلاف دلیلیں قائم کرنے لگتا، اس کو بُرا بھلا کہنے لگتا اور بعض اوقات اس کو کافر بنا دیتا، اس پر طعن کرنے لگتا ہے، اور ایسا حملہ کرتا ہے جیسا درندہ (شکار پر حملہ کیا کرتا ہے، شریعت کی مقرر کردہ حد کی (بالکل) رعایت نہیں کرتا، نہ اپنے حالات میں، نہ مد مقابل کے معاملات میں۔ چوتھا درجہ اس شخص کا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا تو اس نے اپنے آپ کو غافلوں کے جگہ لے اور جاہلوں کو راستہ بتانے، بھاگنے والوں کو واپس لانے، اور مفید علوم اور نصیحت (کی باتیں) پھیلانے کے لئے وقف کر دیا، جو باتیں شرعاً بری ہیں (نفسانی) غرض سے پوری طرح الگ ہو کر ان پر انکار کرتا ہے۔

اور جو شرعاً پسندیدہ ہیں ان کو پسند کرتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ اچھی بات وہی ہے جس کو شریعت نے اچھا بتلایا، اور بُری وہی ہے جس کو شریعت نے برا بتلایا، اپنی غرض کے لئے کھینچ تان کر کسی چیز کو اچھا بنانے یا برا بنانے سے وہ اچھی یا بری نہیں ہو جائے گی (عقل مند بن کر حکمت کے ساتھ) نیک کاموں کا حکم کرتا ہے، نہ بات میں سختی کرتا ہے نہ برتاؤ میں، مہربان بن کر بُرے کاموں سے روکتا ہے نہ حد سے بڑھتا ہے نہ کسی پر ظلم کرتا ہے، پس پہلے درجہ والا تو برا ہے دوسرے

درجہ والا محروم ہے۔ تیسرے درجہ والا دھوکہ میں ہے، چوتھے درجہ والا صاحب معرفت (سچا عالم) ہے۔ پھر ان درجات میں سے بھی ہر درجہ میں بہت سے درجات ہیں جو آدمی کی حالت سے معلوم ہو سکتے ہیں اور معصوم وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ بچالیں حقیقت تمہارے سامنے ظاہر ہی ہو چکی،

صوفیہ اور علماء دونوں کے طریق کا منتہی ایک ہے | بزرگو! صوفیہ کے طریق کا منتہی وہی ہے جو فقہاء کے

طریق کا منتہی ہے اور فقہاء کے طریق کا منتہی وہی ہے جو صوفیہ کے طریق کا منتہی ہے، جن گھاٹیوں میں پھنک کر فقہاء (مقصود کی) طلب سے رہ جاتے ہیں انہی گھاٹیوں میں صوفیہ بھی اپنے سلوک میں مبتلا ہوتے ہیں (دونوں کو مقصود سے روکنے والی) ایک ہی چیز ہے یعنی غرض نفسانی اور حُب دنیا و حب جاہ اور دونوں کو مقصود تک پہنچانے والی بھی ایک ہی چیز ہے یعنی اخلاص اور ماسوائے حق سے رخ پھیر لیتا ۱۲) طریقت عین شریعت ہے اور شریعت عین طریقت ہے۔ دونوں میں صرف لفظی فرق ہے اصل اور مقصود اور نتیجہ دونوں کا ایک ہے میرے نزدیک جو صوفی فقیہ (عالم) کی حالت پر انکار کرے (اس کو بُرا کہے) یقیناً مبتلائے قہر ہے اور جو فقیہ صوفی کی حالت پر انکار کرے (اس کو بُرا کہے) وہ بھی راندہ درگاہ ہے، ہاں اگر کوئی عالم صرف اپنی زبان سے حکم کرتا ہو شریعت کی ترجمانی نہ کرتا ہو یا صوفی اپنے طور پر راستہ طے کر رہا ہو شریعت کے موافق نہ چلتا ہو تو پھر ایک دوسرے کو برا کہنے میں (کسی پر گستاہ نہیں۔

صوفی اور عالم اگر محقق ہوں تو ایک دوسرے پر انکار نہیں کر سکتے

یہاں صوفی کامل اور فقیہ عارف مراد ہے جیسا ہم پہلے کہہ چکے ہیں (ان دونوں کی نہایت ایک ہے اور یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے پر انکار نہیں کر سکتے اور اگر کریں تو یقیناً وہ تصوف اور علم شریعت سے ناواقف ہیں، صوفی عارف اس وقت کیا کرے گا جب اس سے کوئی عالم عارف یہ سوال کرے کہ کیا تم اپنے مریدوں سے یوں کہہ سکتے ہو کہ نماز نہ پڑھو اور روزہ نہ رکھو، گناہوں سے نہ بچو، اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود پر نہ ٹھہرو، تم کو خدا کی قسم! کیا وہ اس (سوال) کے جواب میں حاشا! (اور نعوذ باللہ) کے سوا کچھ اور بھی کہہ سکتا ہے؟ (اسی طرح فقیہ عارف اس وقت کیا کرے گا جب کوئی صوفی عارف اس سے یہ کہے کہ کیا تم اپنے شاگردوں سے یہ کہہ سکتے ہو کہ ذکر اللہ زیادہ نہ کرو، مجاہدات کے ذریعہ نفس کے ساتھ جنگ نہ کرو، اللہ کے لئے سچا اور کامل، اخلاص حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو، تمہیں خدا کی قسم! کیا وہ بھی اس کے جواب میں حاشا! (اور استغفر اللہ) کے سوا کچھ کہہ سکتا ہے؟ بس اب (معلوم ہو گیا کہ دونوں کی) اصل اور مقصود اور نتیجہ ایک ہی ہے صرف لفظ کا فرق رہ گیا اور کچھ نہیں پس جس صوفی کو لفظوں کا پردہ اصل اور مقصود اور

لہ نماز روزہ زکوٰۃ کی فرضیت اور گناہوں کی حرمت پر دونوں کا اتفاق ہے اسی طرح کثرت ذکر اللہ اور غفلت نفس اور تحصیل اخلاص کی ضرورت پر بھی دونوں متفق ہیں صرف اتنی بات رہ گئی کہ نماز روزہ وغیرہ بجا لانے لگنا ہوا سے بچنے کا نام لوگوں نے شریعت رکھ لیا اور کثرت ذکر بخلافت نفس اور تحصیل اخلاص کا نام تصوف رکھ لیا مگر نام کے بدلنے سے حقیقت نہیں بدل سکتی مقصود اور نتیجہ دونوں کا ایک ہے ۱۲ ظ

نتیجہ کے سمجھنے سے روک دے وہ جاہل ہے اور اللہ تعالیٰ نے کسی جاہل کو ولی نہیں بنایا۔ (پس یہ صوفی یقیناً ولایت سے کورہ ہے) اور جس فقیہ (عالم) کو یہ لفظی حجاب حقیقت سمجھنے سے روک دے وہ بھی محروم ہے لے اللہ! میں اس علم سے اپنی پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے۔

عزیز من! ان مسکین صوفیوں سے جو حجاب میں پڑے ہوئے ہیں کہہ! کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ تمہارے شہروں میں کوئی ایسا عالم موجود رہے جو بے دینوں بدعتیوں اور گمراہوں کے شبہات کا روشن دلیلوں سے جواب دیتا رہے؟ (اگر نہیں چاہتے تو یہ تمہاری جہالت و حماقت ہے اور اگر چاہتے ہو تو علماء کی ضرورت کو تم نے تسلیم کر لیا پھر ان پر انکار و اعتراض کیوں کرتے ہو؟

عزیز من! (اسی طرح) ان غریب علماء سے بھی جو حجاب میں پڑے ہوئے ہیں پوچھو! کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ تمہارے شہروں میں کوئی ایسا شخص رہے جو زبردست کرامتوں سے منکروں گمراہوں (اسلام کے مخالفوں) معاندوں کو دبا دے (اور مغلوب کر دے) جن کو دیکھ کر مخالفین اسلام خود ہی بول اٹھیں کہ واقعی اسلام سچا مذہب ہے بحث و تکرار کی نوبت ہی نہ آئے) کیا تمہارا دل یہ چاہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی زبان (کا سلسلہ) بند ہو جائے؟ تمہارے نفس یہ خواہش کرتے ہیں کہ معجزات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سلطنت جاتی رہے! (اگر تمہاری یہی تمنا ہے تو اپنے ایمان کی خیر مناد اگر نہیں تو بتلاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی ترجمان کون ہے؟ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا نمونہ کس کے پاس ہے؟ تمہارے یا صوفیہ کے اگر یہ لوگ نہ رہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی اور باطنی کسالات کا نمونہ دنیا کو کون کھلائے گا؟

(آیت) یَوْمَ لَا يَخْزِي اللَّهُ الشَّيْءَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُفِرُهُمْ لِيَعْنِي بَيْنَ أَيْدِيهِمْ
وَبِأَيْمَانِهِمْ كُؤَاهُمْ دے رہی ہے کہ نبوت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ (باطنی) زبان
اور یہ سلطنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ باقی رہے گی (آیت) غِنِ أَولِيَاءَ كَمَفِي
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ط ان حقائق کے دوام (بقار) کو ثابت کر رہی ہے تم
(اس تفریق سے کہ صوفی علماء پر اعتراض کرتے ہیں اور علماء صوفیہ پر اپنی برادری
کے لئے اپنے ہاتھوں سے کتواں کھود رہے ہو، اے خواص! اے عوام! اے
وہ حضرات! جو دونوں قسم کی شان رکھتے ہیں تم سب ایک ہی جماعت ہو۔

ان الدین عند الله الاسلام ط

فرقہ بندی نہ کرو تم سب مسلمان ہو | اللہ کے نزدیک دین ایک ہی ہے یعنی
اسلام، تم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے

مصدق نہ بنو یریدون ان یطفئوا نور الله یا فواھو حط (ترجمہ) وہ اپنے منہ سے

لہ ترجمہ جس دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لا کر ان کے ساتھ ہو
رہو نہ کرے گا ان کا نور ان کے آگے اور دائیں طرف چلتا ہوگا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت کے روز رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین پر کفار کی طرف سے کسی قسم کا الزام قائم نہ ہو سکے گا کیونکہ ان کے ساتھ ایک
ایسا نور ہے جو خود بخود لوگوں پر ان کی حقانیت ثابت کرتا ہے، اور یہ نور سب سے زیادہ صوفیہ کلام میں نمایاں ہے جو کثرت
ذکر اللہ اور تقویٰ سے پیدا ہوتا ہے وہاں الاستدلال بقولہ تعالیٰ او من کان میتا فاحیناہ وجعلناہ
نورا یمشی بہ فی الناس کہن مثله فی الظلمات لیس بخارج منها الیہ کان اولی ۱۲

۱۲ مسلمانوں سے فرشتے قیامت میں کہیں گے کہ تم تمہارے مددگار تھے دنیا میں بھی اور ساتھی ہیں آخرت
میں بھی اور غیبی امداد کا صوفیہ کے ساتھ ہونا بہت زیادہ ظاہر ہے جس پر ان کی کلمات دلالت کرتی ہیں ۱۲ ظ
۱۳ یعنی علم شریعت اور علم طریقت دونوں کے جامع ہیں ۱۳ اللہ الشرا جکل ہم مسلمان کہاں کہاں
پہنچ گئے کوئی اپنے کو شافعی کہتا ہے کوئی حنفی کوئی امدادی کوئی رحنی کوئی چشتی کوئی سبحانی کوئی رشیدی
کوئی اشرفی اور محمودی، اے قوم! تم سب کا ایک ہی نام ہے سلم، یہ نام خدا کا دیا ہوا ہے، خلیل اللہ کا دیا ہوا
ہے اس کو چھوڑ کر دوسرے نام اپنے لئے تجویز نہ کرو کہ شیطان کو اسی سے تفرق اندازی کا (بقیہ صفحہ ۲۰۴ پر)

مصدق نہ بتویرید ان یطفئوا نورا لله با فواہہم ط ترجمہ ”وہ اپنے منہ سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں پس تم ایسا نہ کرو، اللہ کے ایک دین کو ٹکڑے ٹکڑے نہ کرو، تم کو چاہیے کہ تمہارے اندر جو عالم ہو وہ جاہل کو نصیحت کرے، کامل نہ صرف (کو) (کمال کی طرف) کھینچے، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر عمل کرتا ہوا و تعاونوا علی البر والتقویٰ (باہم ایک دوسرے کی مدد کرو نیکی اور ہر چیز گامی میں) سختی کے ساتھ نہیں، وہو کہ (اور فریب) اور ظلم و تکبر اور بڑائی کے ساتھ نہیں، (بلکہ نرمی اور خیر خواہی سے نصیحت کرو) تدبیر و حکمت سے راستہ پر لاؤ (۱) اس کا مضائقہ نہیں کہ تم جس بات کا حکم کرنا چاہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان بن کر صاف صاف کہو، مگر صاف کہنے سے پہلے (مخاطب کو) سمجھا دو (کیونکہ) سمجھی ہوئی بات (خود ایک) مقناطیس ہے جو اپنی طرف کھینچنے والی ہے،

اے صوفی! اے عالم! اے وہ جس وعظ و نصیحت میں نرمی کرو سختی نہ کرو

تو سختی کر کے کیا چاہتا ہے؟ کیا لوگوں کو گالی دینا، ان پر سختی کرنا ان سے بڑا بنتا اور حد سے آگے بڑھنا چاہتا ہے؟ خدا کی قسم ایہ تو تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نہیں، نہ یہ تیرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب

(بقیہ صفحہ ۱۰۳) موقع ملا کہ منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک، ایک ہی اس کا نبی بن بھی ایمان بھی ایک، حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک، کچھ بڑی بات تھی ہو جو مسلمان بھی ایک، فرقہ بندی، کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں، کیا زمانہ میں پینے کی یہی باتیں ہیں ۱۲ ظ ۱۷ یعنی اپنی طرف سے حکم نہ کرو بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بیان کر کے نصیحت کرو، اگر تم اپنی طرف سے حکم نہ کرو گے مخاطب پر گرائی ہوگی اور اگر یہ کہو گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے تو مسلمان اس کے آگے سر جھکا دے گا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی دفعۃً بیان نہ کرو بلکہ پہلے مخاطب کو نرمی سے سمجھاؤ پھر حدیثا بیان کرو ۱۲

کسی کو کسی بات سے منع کرنا چاہتے تھے تو کرنے والے کا نام نہیں لیتے تھے، بلکہ یوں فرماتے لوگوں کا کیا حال ہے کہ ایسے ایسے کام کرتے ہیں بعض آدمی کیسے ہیں کہ ایسی بات کہتے ہیں (او کما قال وکان یقول) اے ام عبیگہ کے رہنے والو! تمہارا کیا حال ہوا کہ میں تم سے کہوں کہ تم ایسے ہو تم ویسے ہو تم کو برا بھلا کہوں، تمہاری شان میں سخت الفاظ استعمال کروں تمہاری طرف سے بری بری باتیں منسوب کروں پھر اسی مجلس سے ہوا میں اڑ جاؤں، اور تھوڑی دیر میں واپس چلا آؤں، تو کیا تمہارے دلوں میں میرے برا بھلا کہنے اور سخت الفاظ استعمال کرنے کی تلخی باقی نہ رہے گی؟ گو تمہارے اوپر میرے اڑنے کی شوکت اور میری حالت کی ہیبت بھی (کسی قدر) طاری ہو جائے۔ کیوں نہیں خدا کی قسم! اس کرامت کے دیکھ لینے کے بعد بھی سخت کلامی کی تلخی ضرور دل میں رہے گی) انسانی طبیعت کا مقتضی یہی ہے اور کیا عجب ہے کہ اس وقت فقیہہ ابو شجاع اپنے دل میں یوں کہنے لگیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو وعظاً نصیحت میں ایسی سختی کبھی نہیں کی کہ (سامعین کو) برا بھلا کہا ہو، نہ آپ نے کسی کا نام صاف طور سے لیا، نہ ہوا میں اڑ کر معجزہ کی قوت سے طبائع پر قبضہ جمایا، اور ممکن ہے کہ شیخ عرفا روتی (اپنے دل میں) یوں فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد تو یہ ہے ولو کنتم فظا غلیظ القلب لا نفصوا من حولک (اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ سخت کلام اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آدمی آپ کے پاس سے بھاگ جاتے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرمی اور شفقت کی تعلیم ہے پھر دوسروں کو وعظ و نصیحت میں

لہ یہ حضرت شیخ کے شہر کا نام ہے ۱۲۵ ایک بڑے عالم کا نام ہے جو شیخ کی مجلس میں اس تقریر کے وقت موجود تھے اسی طرح شیخ عرفا روتی بھی ۱۲۵ ظ

سختی کا کیا حق ہے، اور اگر کوئی واعظ مسجد شط میں ٹوٹے ہوئے پورے پر بیٹھ کر پھٹے پرانے کپڑے پہن کر تم سے یوں کہے، اے دوستو! اے بھائیو! شراب پینے والا ملعون ہے، جھوٹ بولنے والا ملعون ہے، ظلم کرنے والے پر لعنت ہے، اور اس مجلس میں کوئی ایسا شخص بھی ہو جو ان کاموں میں مبتلا ہو تو (بتلاؤ) اس وقت کیا حال ہوگا؟ کیا اس کا نفس غرور میں آکر اس واعظ کے نفرت کرے گا یا اس کی فیکری اور عاجزی کی حالت اس کو توبہ کی طرف کھینچ لے گی گو نفس کتنا ہی بہانہ کرے، اور (بتلاؤ) کونسی حالت جلدی اصلاح کرنے والی ہے۔

کیوں نہیں خدا کی قسم!
نرمی اور تواضع کی نصیحت جلدی اثر کرتی ہے | آدمی کا اپنے نفس رکی

نفسا نیست) اور اپنی شوکت و عزت سے الگ ہو کر نصیحت کرنا دبا دینے والی زوردار حالت سے زیادہ دلوں پر اثر کرتا اور جلدی اثر کرتا ہے، کیونکہ دبا دینے والی زوردار حالت چاہے کیسی ہی (زبردست) ہو (مخاطب کے) دل میں اس کی وجہ سے کچھ خلش ضرور رہ جاتی ہے، اور عاجزی کی حالت (میں جو نصیحت ہو) کسی چیز کو نہیں چھوڑتی، وہ نفس کے اندر پہنچتی ہے، اور اس کو پاک کر دیتی ہے پھر دل کے اندر پہنچتی ہے، اور وہاں جم جاتی ہے، عاجزی کے ساتھ اس کی ضد بھی جمع نہیں ہو سکتی (تو مخاطب کے دل میں واعظ کی عاجزانہ نصیحت سے اپنی بڑائی

سہ خلاصہ یہ ہے کہ مثل 'طریقت کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ہمارے مریدوں کے دلوں پر سخت الفاظ سے اس لئے گرائی نہیں ہو سکتی کہ وہ ہماری کلمات دیکھ کر گرویدہ ہو چکے ہیں ولی کی کلمات نبی کے معجزات کی برابر نہیں ہو سکتیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ اگر آپ سخت کلام سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے بھاگ جلتے حالانکہ صحابہ کی شان جاں نثاری معلوم ہے کسی شیخ کے مریدان کے برابر جاں نثار نہیں ہو سکتے جب ان پر بھی سختی کا یہ اثر ہوتا تو اور لوگوں کا پوچھنا ہی کیا؟ ۱۲۔ ایک مسجد کا نام ہے ۱۳۔ ظ

اور ایٹھ مروڑ کا خیال ذرا بھی نہ آئے گا کیونکہ واعظ کی عاجزانہ حالت نے اس میں گھر کر لیا اور تواضع و انکسار پیدا کر دیا ہے (پس جب تم لوگوں کے سامنے وعظ کہو کسی کا نام صاف صاف کہہنی نہ لو، بلکہ اشارہ سے کام لو کیونکہ اس میں سنت (نبویہ) صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ، اور مشک بوئے رسالت کی مہک ہے اور خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ اسی سے قلوب کی اصلاح فرماتے ہیں اس کے ہوتے ہوئے تمہارے احوال (مواجید و کرامات) کی کچھ ضرورت نہیں، (صاحبو!) یہ کیا حالت ہے (کہ تم اپنے وجد اور حال اور کرامات سے لوگوں کے دلوں پر قبضہ کرنا چاہتے ہو سو) جس کو لوگوں سے بڑا بننے کی طلب ہے، جو اپنے آگے لوگوں کی گردنیں جھکا نا چاہتا ہے، اس سے میں یہ کہوں گا کہ اے مسکین! اس خیال کو چھوڑے تیرے سامنے گردنیں جھک گئیں تو دل نہیں جھکیں گے جس وقت تیرا حال اور دار و دار جائے گا اسی وقت لوگوں کے دل بھی تجھ سے پھر جائیں گے، ان کے قدم تجھ کو روند ڈالیں گے، اور تو اپنا سامنہ لے کر رہ جائیگا (اور اگر یہ مقصود نہیں بلکہ باطنی توجہ کا اثر صرف اس لئے ڈالاجاتا ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف کھینچ آئیں ان کے دلوں میں خدا کی محبت پیدا ہو جائے تو اس کے کہنا چاہیگا توجہ اور تصرف سے ہدایت نہیں ہو سکتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوتی ہے

تیری توجہ اور ہمت سے کسی کو ہدایت نہیں ہو سکتی، مخلوق کو ہدایت اسی وقت ہوگی جب خود اللہ تعالیٰ ان کو کھینچنا چاہیں گے، بزرگی اور تقدس اور ہمت و توجہ و کراتا کے زور سے مخلوق کو ہدایت ہو جایا کرتی تو امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے مقصود

لہ اس جگہ عبارت امین القوسین اصل کتاب کی عبارت کا واضح الفاظ میں حاصل مطلب ہے، ترجمہ اس لئے نہیں کیا کہ مضمون باریک تھا ترجمہ سے عوام کی سمجھ میں نہ آتا ۱۲ ظ

میں ضرور کامیاب ہو جائے، کیونکہ انھوں نے بشریت کے تقاضے سے جس حق شرعی کے لئے کوشش کی تھی وہ ان کا حق ضرور تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں اور اس میں بھی شک نہیں کہ وہ اس حق کو اس غرض سے نہیں طلب کر رہے تھے کہ لوگوں کی گردنیں اپنے سامنے جھکا دیں، بلکہ اس لئے طلب کر رہے تھے کہ مخلوق کو اللہ کے سامنے جھکا دیں، دنیا سے ہٹا کر امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی طرف کھینچ لائیں، مگر انھوں نے (مخلوق خدا کو) اللہ کے ارادے سے پہلے کھینچنا چاہا اس لئے شانِ ربوبیت کی غیرت نے ان کی روح کو مقام صدق کی طرف اٹھالیا جب روح اپنے بلند درجہ میں قرار پا چکی تو اس کو اپنے جسم مبارک کا اشتیاق اور دشمنوں نے جو برتاؤ اُس کے ساتھ کیا تھا اس سے سرج ہوا، اس پر اللہ کی طرف سے ان ظالموں کی جبر طکاٹ دی گئی، اور انصاف کی تلوار نے دونوں طرف اپنا کام کیا، امام کی شہادت تو ان کے حق میں بلندی درجات کا سبب ہو گئی اور دشمنانِ خدا کی کامیابی ان کے لئے رسوائی اور ذلت کا باعث ہوئی، دشمنوں نے آپ کا کچھ نہیں بگاڑا گو ظاہر میں ان کو تھوڑی بہت کامیابی ہو گئی، مگر درحقیقت امام کے جسم میں جو کچھ تصرف کیا غیرت خداوندی نے کیا، اور گویا آپ سے یوں کہا گیا کہ تم لوگوں کو میری طرف لانا چاہتے تھے اور میں تم کو اپنی طرف کھینچنا چاہتا تھا میرے ارادہ نے تمہارے ارادہ کا مقابلہ کیا تو ان لوگوں کے ہاتھوں تم کو اپنے پاس بلا لیا جن کو میں نے اپنے سے دور کر دیا تھا، اور بتلادیا کہ جو میں چاہتا ہوں وہی کرتا ہوں اور دوسرے میرے واسطے میرے ارادہ سے پہلے جو کچھ کرنا چاہتے ہیں اس کو میں پورا نہیں کرتا، مگر تم کو اپنی طلب کا ثواب مل گیا کیونکہ تم نے مخلوق کی گردنوں کو

لے ولایت کا بہت بلند درجہ ہے ۱۳

میرا گے جھکا نا چاہا تھا، اپنے آگے نہیں، اگر تم مخلوق کو اپنی طرف بلا تے تو میں تم کو اپنی طرف نہ کھینچتا، جو شخص لوگوں کو اپنی طرف کھینچتا چاہے، وہ دو خطروں میں سے ایک میں مبتلا ہوتا ہے یا تو میرا قہر جلد نازل ہوتا ہے، یا ڈھیل دی جاتی ہے، اگر میں اس پر قہر نازل کروں تو ان لوگوں کے ہاتھ سے نازل کروں گا جن کو میں نے اپنا مقرب بنایا ہے ان کے ذریعہ سے اس نالائق کو اپنے سے دور کر دیتا ہوں، اور اگر ڈھیل دیدی تو وہ گمراہی میں پڑا رہتا ہے،

بزرگو! اللہ کے دشمنوں کو ولی اللہ کے صاحبزادے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے، اللہ کے محبوب، محبوبان الہی کے فرزند (امام حسین رضی اللہ عنہ) پر جن کا مبارک اور بزرگ جسم اللہ کی طرف بلا رہا تھا اور روح پرندہ بن کر اللہ کی بارگاہ قدس کی طرف اڑ رہی تھی، اسی لئے جرات کا موقع مل گیا کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے پہلے (مخلوق کو) اللہ کی طرف کھینچنا چاہا تھا، تو اب اس شخص کا کیا حال ہوگا جو لوگوں کو خود اپنے نفس کی طرف بلاتا ہو اس کا تو جسم برباد اور روح پر پھٹکا رہو گی، اور اس کی حالت خود ہی اس کی رنیت پر گواہ ہو گی،

اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب سے پیش آؤ اللہ اللہ، خدا کے ساتھ ادب کرو جس کا طریقہ یہ ہے کہ مخلوق خداوندی کا ادب

کرنا سیکھو کیونکہ یہ مخلوق الہی (دربار خداوندی کی) دہلیزیں اور دروازے ہیں، اگر تم کو مخلوق الہی کے ادب کی حقیقت معلوم ہو گئی تو اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہو جانے کے دروازے بھی تمہارے واسطے کھلے رکھے ہیں، اگر تم مخلوق الہی کا ادب بجالانے سے واقف نہ ہوئے تو مخلوق میں پھنس کر

اللہ تعالیٰ سے رہ جاؤ گے، مخلوق کا ادب یہ ہے کہ لوگوں کا دل ہاتھ میں لو
 ان کی دلداری کرو اور اسی لئے جن حضرات کو معرفت اور سچا ذوق حاصل ہے
 وہ دلوں کے جوڑنے ہی میں لگے رہے، انھوں نے لوگوں کے پیروں
 تلے راستوں میں اپنے رخسارے بچھا دیئے، اور اس تواضع و خاکساری
 کی بدولت ان کی رو میں مقبولیت کے درباروں میں باطنی بازوؤں سے اُٹنے
 لگیں، پس انھوں نے مخلوق کے ذریعہ حق تعالیٰ کو پہچان لیا اور اللہ تعالیٰ
 کو مخلوق سے بہت دور پایا، حدیث قدسیٰ انا عند المنکسرۃ قلوبہم ولا جلی
 میں ان کے پاس ہوں جن کے دل میرے واسطے انکسار و خاکساری اختیار کرتے
 ہیں، تم کو بتلا رہی ہے کہ مخلوق کے ذریعہ سے حق تعالیٰ کو کیونکر پہچانا جاسکتا
 ہے، وہ طریقہ یہی ہے کہ مخلوق کے سامنے تواضع اور خاکساری اختیار کرو
 مگر اس کا منشا کوئی دنیوی غرض نہ ہو بلکہ صرف اللہ کے لئے ہو (۱۲) اور اسی لئے
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، تفکروا فی خلق اللہ ولا تفکروا فی اللہ
 اللہ کی مخلوق میں غور کرو اللہ کی ذات میں خیال نہ دوڑاؤ، جس فکر کا یہاں
 حکم کیا گیا ہے اس سے یہی مراد ہے کہ مخلوقات کے اندر صنایع عالم صل
 علاقے ادب کو سوچو،

ملہ یعنی یہ سوچو کہ مخلوق الہی کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے جس سے اللہ تعالیٰ کا حق ادب ادا ہو جائے اس
 بات کو جتنا سوچا جائے گا اسی قدر مخلوقات کے ساتھ تواضع و انکسار سے پیش آنے اور شفقت و ہمدردی
 کرنے کا تقاضا ہوگا کیونکہ اس وقت ہر مخلوق میں صالح عالم کی تجلی نظر آئے گی، برگ درختاں سبز در نظر
 ہوشیار، ہر ورقے دفتر نیست معرفت کی دکان ہے، اور یہ تجلی انسان میں دوسری مخلوقات سے زیادہ نظر
 آئے گی کیونکہ وہ اشرف المخلوقات ہے اور مسلمانوں میں سب سے زیادہ نظر آئے گی کہ اصلی انسان وہی ہیں کفار
 حقیقت میں آدمی نہیں کیونکہ وہ طریقہ آدم چھوڑ کر طریقہ ابلیس پر چل رہے ہیں اور جو شخص اپنے باپ کا
 طریقہ چھوڑ کر دشمن کا ساتھ دے وہ اس کے خاندان سے باہر ہے گو برائے نام اس کی طرف (بقیہ صفحہ ۲۱۱ پر)

بزرگو! عالم نبوت

نبوت کی عظمت اور مراتب انبیاء و اولیاء کا بیان

تمام جہانوں کو جامع اور گھیرے ہوئے ہے، انبیاء علیہم السلام ہی زمین میں درحقیقت اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں، ان کی ہمتیں آسمانی ہیں، قلوب عرشی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسرار (بھید) ان پر منکشف ہوئے ہیں، اختیار سے وہ بالکل الگ ہیں، مخلوق کو اللہ کی طرف کھینچنے والے ہیں، انبیاء علیہم السلام کے کے ابتدائی درجات اور صدیقین کے انتہائی درجات کے درمیان تین لاکھ اڑسٹھ ہزار درجے ہیں، صدیقین کے لئے انبیاء کے درجات میں اسے کسی درجہ پر پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں اور انبیاء علیہم السلام کے مراتب اور سید المخلوقین سرور عالم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجے کے درمیان بہت سے درجات و مراتب ہیں آپ کے درجہ محبوبیت ہی میں اس قدر درجات اور مقامات ہیں جن کی صدا و شمار نہیں ہو سکتی کوئی آن نہیں گذرتی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ بلند نہ ہوتا ہو، درجہ نہ بڑھتا ہو، ہر وقت آپ کو ایک خاص مقام ملتا ہے جس میں پہلے سے زیادہ اللہ کا قرب

(بقیہ از صفحہ ۲۱۰) منسوب ہو اللہ تعالیٰ نے پسر نوح کی بابت صاف فرما دیا ہے انہ لیس من اہلک انہ عمل غیو صالح وہ آپ کے اہل و عیال سے خارج ہے کیونکہ اس کے اعمال اچھے نہیں پس آدمی وہی ہے جو آدم علیہ السلام کے طریقہ پر صاحب ایمان اور موحد قائل آخرت ہو جو ایسا نہیں وہ آدمی نہیں ان ہوا الا کلاماً بل ہوا ضل سبیلہ اس کے معنی بنی خلافت آدم اندر، نیستند آدم غلاف آدم اندر، یہ شبہ نہ کیا جائے کہ قرآن میں تو باپ دادا کی تقلید سے انکار کیا گیا ہے جواب یہ ہے کہ قرآن میں انہی باپ دادا کی تقلید پر انکار کیا گیا ہے جو آدمی نہ تھے جانور تھے چنانچہ ارشاد ہے اولو کان اباء وہ لا یعقلون بشیئاً دلائل ہندون کیا اگرچہ ان کے آباء و اجداد کچھ بھی عقل نہ رکھتے ہوں اور راستہ گم کر چکے ہوں (جانوروں کی طرح بیوقوف بن کر بہکتے پھرتے ہوں کیا پھر بھی ان کی تقلید کی جائے گی خوب سمجھ لو ۱۲۵)

حاصل ہوتا ہے، اس مقام کو اسرار (باطنیہ) احاطہ نہیں کر سکتے، نہ کسی کا وہم و فکر وہاں تک پہنچ سکے، یہ سب کچھ اس لئے ہے تاکہ آپ پر نعمت کو تمام کر دیا جائے، اور مشرف محبت کو کامل کر دیا جائے، (اور اس کے لئے ہر آن میں ترقی کی ضرورت ہے کیونکہ بارگاہ قرب الہی غیر متناہی بارگاہ ہے۔

اے برادر بے نہایت درگہایت ہر چہ بروئے میر سی بروئے مالیت

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ اپنے لئے علم و معرفت کی ترقی کی دعا فرماتے رہئے۔ وقل رب زدنی علماً (۱۲)

صدیقین کے ابتدائی درجات اولیاء مقربین کے انتہائی درجات کے درمیان ایک ہزار ایک سو باون درجے ہیں جن کا راستہ تو اولیاء مقربین کے واسطے کھلا ہوا ہے مگر وہ ان کے انتہائی درجات تک کبھی نہیں پہنچ سکتے۔ اور قطبیت جامعہ کے اٹھاسی ہزار سولہ درجے ہیں ہر درجہ کسی ایک عالم کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اور اولیاء زمانہ کے تمام درجے قطب جامع (کامل)

کے مرتبہ کے سامنے گویا زمین پر ٹھہرے ہوئے ہیں اور اس کا درجہ آسمانوں کے دروازوں میں چڑھ چلا جاتا ہے، اولیاء کے درجات اور امامت کے ان صلحہ کے درجات میں جن کا شمار اولیاء میں نہیں ہے ایسا فاصلہ ہے جیسا زمین و آسمان میں، صلحہ کے مراتب اور عام امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات کے درمیان دو درجے ہیں (ایک) توبہ (دوسرے) نیک عمل (ان

لہ یعنی اولیاء مقربین صدیقین کے مقامات کی سیر کر سکتے ہیں مگر وہاں ٹھہر نہیں سکتے سیر کے بعد پھر اپنے درجہ پر نیچے آجائیں گے ۱۲ یہاں سے دو درجہ علوم کشفیہ ہیں جو خواص کے قابل ہیں عوام ان میں غور نہ کریں بلکہ تبرکاً بڑھ لیں ۱۳ توبہ کا مطلب یہ ہے کہ تمام گناہوں سے خواہ حق اللہ کے متعلق ہوں خواہ حق العبد کے سچے دل سے توبہ کرے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے بندوں کے حقوق ضائع کئے ہوں تو ان سے معافی طلب کرے اور جو حقوق ایسے ہیں جن کی قضا واجب ہے جیسے گذشتہ نمازیں و زکوٰۃ وغیرہ یا کسی کا (بقیہ صفحہ ۱۱۳)

دونوں کو اختیار کر کے عام مسلمان صلحا میں داخل ہو جاتے ہیں پھر عمل میں اظہار اور احسان کا درجہ کا ملہ حاصل کر کے اولیاء کے درجہ پر پہنچ جاتے ہیں۔ پھر عبدیت و اتباع سنت میں کمال حاصل کر کے اولیاء مقربین بن جاتے ہیں^{۱۱}۔

خواب کی تحقیق | اچھا خواب نبوت کے چھیا لیس حصوں میں کا ایک حصہ ہے اور یہ (حقیقت میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

خواب ہے (یعنی حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ اچھا خواب نبوت کے چھیا لیس حصوں میں کا ایک حصہ ہے اس سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب مراد ہے) کیونکہ آپ کی رسالت (کی مدت) تیس سال ہے جس کے چھ مہینے میں آپ پر خواب میں وحی نازل ہوتی تھی اب اگر تم اس تمام مدت کے چھ مہینہ بنا کر دیکھو تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب آپ کی نبوت کا (چھیا لیسواں) حصہ ہے، اور آپ کی عظیم شان نبوت کے تمام درجے محفوظ ہیں، خواب بیداری ہو یا خواب (پس آپ کا خواب بھی وحی ہے اور وہ بھی نبوت کا ایک مرتبہ دوسروں کا خواب نبوت کا حصہ نہیں ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ نیک بندوں کا اچھا خواب نبوت کے چھیا لیسویں حصہ سے مناسبت رکھتا ہے^{۱۲}) اور مسلمان کا خواب وحی (کے مشابہ) اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ ملائکہ خواب میں اس کے پاس آئیں، اور ملائکہ (خواب میں) اسی کے پاس آ سکتے ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتا ہو اس کی یاد کرتا ہو، اور اللہ کی مرضیات پر حیا ہو، اس وقت فرشتوں کا اس کے پاس آنا بشارت، اور اطمینان کا باعث ہوگا۔

(بقیہ از صفحہ ۲۱۲) قرض ذمہ ہو یا کسی کا مال ضائع کیا ہو تو ان کو ادا کرے یعنی ادا کی فکر میں لگ جائے اور بقدر ہمت ادا کرنا شروع کرے اور جس کا ادا کرنا دشوار ہو اس کے متعلق فتویٰ شرعی حاصل کر کے اس کے موافق عمل کرے اور آئندہ کے لئے تمام گناہوں سے بچنے کا عزم کرے اور جب غلطی سے گناہ ہو جاوے فوراً توبہ کرے۔ عمل سے مراد یہ ہے کہ جتنے کام شریعت میں واجب ہیں قرض ہیں ان کا پابند ہو جاوے^{۱۳}۔

آیت الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا اتنزل علیہم الملائکۃ الاتخافوا ولا تحزنوا
والبشروا بالجنۃ التي کنتہم توعدون نحن اولیاء کفر فی الحیوۃ الدنیا و فی الآخرة الآت
اس مضمون پر شاہد عدل ہے جو ہم نے بیان کیا۔ بزرگو! حدود و مراتب کا لحاظ رکھو
درہ (خدائی لشکر کے) گھوڑے تم کو اپنے سموں سے روند ڈالیں گے،

ولی صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا | (یاد رکھو!) ولی کسی صدیق یا صحابی کے
انتہائی درجہ پر نہیں پہنچ سکتا، کیونکہ

ان حضرات کو مبارک اور پاک نظر محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اوپر کو
اٹھا دیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت تک پہنچا دیا ہے، انہوں نے
آپ سے محبت کی آپ نے ان سے محبت کی، اللہ ان سے راضی ہو گیا وہ اللہ سے
راضی ہو گئے یہی بڑی کامیابی ہے (ولی چاہے کتنی ہی عبادت کرے اس کو
یہ بات کہاں نصیب ہو سکتی ہے جو صحابہ کو حاصل ہوئی وہ اپنے واسطے نظر
محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کہاں سے لے آئے گا) پس تم اگر اللہ کا قرب حاصل کرنا
چاہتے ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور صحابہ کی پیروی سے قرب
حاصل کرو یہی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی ان کے راستہ کی پیروی کرو انہی
کے متعلق ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما گئے ہیں اصحابی کا لفظ قباۃ
اقتدایتہم اقتدیلتہم۔ میرے اصحاب ستاروں جیسے ہیں ان میں سے جس کی بھی
تم پیروی کرو گے ہدایت پالو گے۔

لہ ترجمہ :- جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر وہ اس پر جے رہے ان کے پاس
فرشتے آئیں گے یہ کہتے ہوئے کہ تم کچھ اندیشہ نہ کرو نہ غم کرو اور جنت کی بشارت
حاصل کرو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہم تمہارے رفیق تھے دنیا کی زندگی میں
بھی اور رفیق ہیں آخرت میں بھی ۱۲

ولایت محض عطاِ حق ہے

عزیزِ من! اہل حال تجھ سے کہتے ہیں کہ تیرا پروردگار تجھ کو پیدا کرتا ہے، پھر فنا کر دیتا ہے،

آنکھیں دیتا ہے پھر تجھ کو اندھا کر دیتا ہے، اس کے بعد اس حالت میں کہ تو کچھ نہیں ہوتا محبوبیت کے تحت پر بٹھلاتا اور باتیں کرنے کے لئے مقامِ انس میں کھڑا کرتا ہے، اس کے بعد اپنے جلال و عظمت کے دبدبہ سے تجھ کو ان چیزوں سے الگ کر دیتا ہے جو اللہ نے اپنے ظہور سے ظاہر کی تھیں، پھر تجھ کو تعظیم و توقیر کا لباس پہناتا اور گفتگو کے آداب سے کامیاب بناتا ہے، اس وقت تیرے اندر توفیق اور بختگی کا نور جم جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ تجھ سے فرماتا ہے کہ جو کچھ میں نے دیا ہے اس کو میری توفیق کی قوت سے لے، اپنی بشری طاقت اور انسانی قوت سے بیزار ہو جا، اللہ کی عطاؤں پر پروردگار کی بخششوں کا شکر کر، اپنے تمام معاملات میں رضا اور تسلیم کے دامن تلے آ جا، جو کچھ میں نے دیا ہے اس کو لیلے اور شکر کرنے والوں میں ہو جا! یہ سب کچھ اللہ کا فضل ہے تیری کمائی نہیں اس کی عطا ہے تیری کوشش (کا ثمرہ) نہیں اس کی کشش ہے، تیری حرص (کا نتیجہ) نہیں، اس کا الہام ہے تیرا علم نہیں، اس کا احسان ہے تیرا کچھ استحقاق نہیں۔ ظاہر میں سب خاکی پتلے برابر ہیں اور فضیلت میں جو ایک دوسرے سے الگ ہے محض اللہ کے ظہور اور اس کی تجلی کی وجہ سے جتنا ظہور ہو گیا وہ صرف تقدیر سے ہے (بندہ کے اختیار سے نہیں، اگرچہ عالم اسباب میں عادت الہی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تجلی بندہ کی طلب اور عمل کے بعد ہوتی ہے، مگر حقیقت میں طلب اور عمل کو اس میں دخل نہیں) اللہ تعالیٰ کی تجلی کے لئے کوئی چیز علت نہیں! جب بادل پھٹے گا اور صبح چمکے گی، نور کی روشنی خاکی پتلے پر پڑے گی، اور آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی، پھر یہ نور بڑھتے بڑھتے سب چیزوں میں نمایاں ہوگا،

اور اس کا غلبہ سب کو دبا لے گا، اس کی سلطنت پختہ ہو جائے گی اور ظاہری صورتوں میں حقائق جلوہ گر ہوں گے، اس وقت صورت چھوڑ کا جائے گا۔ نامہ اعمال لکھا ہوا سامنے آ جائے گا، اور چھپی ہوئی غائب چیزیں نظروں کے سامنے آشکارا ہونگی قبروں سے مردے اٹھ کھڑے ہوں گے دلوں کی باتیں کھل جائیں گی، دھوکہ جاتا رہے گا ہمتی لوگ خوشی سے کامیاب ہوں گے، اور محبوب بندہ انتہائی مست سے پھولانہ سمائے گا، ان اسرار کے پیچھے ایک ایسی حقیقت ہے جس سے اکثر مخلوق کی آنکھیں (اس وقت) اندھی ہیں، ان کو وہی سمجھتا ہے جس کے اندر خود اس کی ذات سے وہ حقیقت ظاہر ہوئی اور اس کے شواہد و دلائل خود اسی سے اس کے اوپر جلوہ گر ہوئے، اس کے آثار خود اس کے وجود سے اس کے اوپر ظاہر ہوئے ہوں ذلک من آیات اللہ من یشاہد اللہ فہو البہتد یہ اللہ کی نشانیاں ہیں جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرے وہی راہ پانے والا ہے۔

قرب الہی کی تحقیق | اے عزیز! خدا کی قسم! اس مقام (قرب الہی) میں نہ وصال ہے نہ جدائی، نہ حلول ہے نہ انتقال، نہ حرکت ہے نہ سکون، نہ چھونا ہے نہ پاس ہونا، نہ سامنا ہے نہ مقابلہ، نہ برابری ہے نہ مماثلت، نہ ہمجنس ہونا ہے نہ ہم شکل ہونا، نہ کوئی جسم ہے نہ تصویر، نہ اشراق قبول کرنا ہے نہ تغیر و تبدل۔ یہ تو سب کے سب تیرے حدوث کی صفات ہیں، حق سبحانہ تیری ان تمام صفات و کیفیات سے منزہ ہے، کیونکہ یہ تو اسی کی بنا ہوئی ایجاد کی ہوئی ہیں، پھر وہ ان کے ذریعہ سے یا ان کے اندر یا ان کے پاس ہو کر اور دور ہو کر کیونکر ظاہر ہو سکتا ہے، یہ سب چیزیں خود اسی سے ظاہر ہوئی ہیں، وہ ان سے ظاہر نہیں ہوا، وہ تو ان شکلوں اور صورتوں اور معنوں سے پاک اور ورار الورا رہے، نہ وہ ان میں چھپا ہوا ہے نہ ان سے

ظاہر ہوا۔ نہ کسی کا فکرا اس تک پہنچا نہ کسی کی نظر نے اس کو گھیرا گفتگو کا دائرہ حقیقت حال کے بیان سے قاصر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنی صفت پر قیاس نہ کرو
اشارہ کے طور پر (اللہ تعالیٰ کے متعلق) جو کچھ بیان کیا جاتا ہے

یہ محض انسان کے سمجھانے کے لئے ہے پس (اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے) جس صفت کو تم بغیر اپنی صفات پر قیاس کئے نہیں سمجھ سکتے اس کو محض تمہارے سمجھانے کے لئے ایسے عنوان سے بیان کیا گیا ہے جس کی حقیقت تمہاری طاقت کے موافق تمہارے ذہن میں آ سکتی ہے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس صفت کی جو حقیقت تم سمجھتے ہو وہی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اللہ تعالیٰ ان معانی سے پاک ہے جن پر صفات کے ظاہر الفاظ دلالت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ظاہر الفاظ کی اس دلالت سے جو مخلوق کی صفات پر قیاس کرنے سے حاصل ہوتی ہے بالکل منزہ ہے، اور الفاظ صفات اپنی دلالت میں اس قیاس سے جدا نہیں ہو سکتے، پس اللہ تعالیٰ کی جو صفات بیان کی جاتی ہیں، اور جو کچھ اس کی تعریف کی جاتی ہے، وہ صرف اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جن چیزوں کا مستحق ہے ان کو ثابت کیا جائے۔ اور (درحقیقت) وہ جس جس بات کا مستحق ہے وہ تو علم کے احاطہ سے اور سمجھ اور عقل کے ادراک سے بہت دور ہے دلائل و براہین بہ علماء لوگوں کا علم اس کو محیط نہیں ہو سکتا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے) لا احدى ثناء عليك انت كما اثنيت على نفسك اے اللہ میں آپ کی پوری تعریف نہیں کر سکتا بس آپ ویسے ہی ہیں جیسا آپ نے خود اپنی تعریف کی ہے۔

حضرات کیا کہا جائے، کیا بیان کیا جائے؟ خدا کی قسم ازبانیوں کی

عقلیں حیران اور دماغ پریشان دل سوختہ ہیں، حیرت اور وحشت کے سوا کسی کے پاس کچھ نہیں زدنی فیک تھیرا لے اللہ اپنے بارہ میں میری حیرت کو اور زیادہ کیجئے کہ یہ حیرت ہی مطلوب ہے جس کو یہ حیرت میسر نہیں وہ محروم ہے صاحبو! آپ کو ظاہری توحید پر نرمی اور مصالحت کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا

حقیقی توحید تک پہنچنا دشوار ہے تاکہ تم دعوت (توحید) کے جھنڈے تلے آجاؤ، چونکہ مصالحت اور تقسیم مقصود ہے، (تم کو) پریشان کرنا مقصود نہیں، اس لئے تمہاری (ظاہری) طاعت اور دعوت (توحید) پر اکتفا کیا گیا تاکہ تم اُلٹے نہ لوٹ جاؤ۔ اسلام کے بعد مرتد نہ ہو جاؤ، اسی لئے (ظاہری توحید اور اسلام کو قبول کر کے) تمہارا نام مسلم رکھ دیا گیا، اور ان سب کی حقیقت کا مطالبہ نہیں کیا گیا، کیونکہ وہ تو تمہاری طاقت سے باہر ہے، اور خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں بناتے، کسی پر اس کی قوت سے زیادہ بوجھ نہیں لاتے پس جس شہادت توحید کا تم سے مطالبہ کیا گیا ہے اسلام سے تمہارا حصہ ہی ہے، اور اسی کی بدولت تم منکروں کے زمرہ سے نکل گئے، اگرچہ ابھی تک (حقیقی) مومنوں کے زمرہ میں داخل نہیں ہوئے، عارفین کے رتبہ یا اہل کشف کے بلند درجہ پر پہنچنا تو الگ رہا قالت الاعراب امنا قل لہم تو امنوا ولكن قولوا اسلمنا۔ گاؤں والے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے فرما دیجئے تم ایمان نہیں لائے ہاں یوں کہو کہ تابع دار بن گئے۔

لہ دورمیان بارگاہ الست، پخیرازیں پے نہ بردہ اند کہ بست۔ مصلحت نیست مرا سیری ازاں آب حیات زادنی اللہ بکل زبان عطشا۔ یہ اس مدعیان طلبش پیغمبر اند۔ آنرا کہ خبر شد خبرش یا زنیامد ۱۲ عارفین اور محققین کے سامنے عام مسلمان ایسے ہی ہیں جیسے مخلص صحابہ کے سامنے اُس وقت کے گاؤں والے تھے ۱۳

تم کو جو کچھ علم حاصل ہے، انبیاء علیہم السلام اور صدیقین کے علم کے سامنے وہ
ایسا ہی (قلیل) ہے جیسا انبیاء علیہم السلام کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے
بلکہ ممکن ہے کہ تمہارا علم تو انبیاء کے علم کا جزو ہو مگر ان کا علم اللہ تعالیٰ کے علم
کا جزو بھی نہیں،

یہ بہت گمان کرنا کہ کسی کو توحید کی حقیقت کا ادراک ہو گیا ہے، بس ہر
شخص کی توحید اس کے (درجہ کے) یعنی کشفِ (الہی) سے جو حصہ اس کو ملا ہے
اس کے موافق ہے (ورنہ حقیقت توحید کو کون پاسکتا ہے) متناہی غیر متناہی
کا احاطہ نہیں کر سکتا، حادث قدیم کا ادراک نہیں کر سکتا، بس جو کچھ ہے کشفِ
(الہی) کی عطائیں ہیں، اگر لوگ حقیقت کو پالیتے تو ترقی مطلوب کی غایت پر
پہنچ جاتے، اور غایت پر پہنچنے کے بعد ترقی نہ ہوتی اور نہ کمال معرفت کے
بعد کچھ زیادتی ہوتی (اور ایسا ہو نہیں سکتا) اگر ایسا ہو سکتا تو سب سے زیادہ کامل
علم اور بڑے کشف والے سب سے اونچے مرتبہ اور سب سے بلند شان والے (پیغمبر)
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں نہ کہا جاتا و قل رب زدنی علماً کہ دعا
کرتے رہو کہ اے میرے رب میرے علم کو بڑھاتے رہئے، رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا، جس دن میں مجھے ایسا (نیا) علم
حاصل نہ ہو جو مجھے میرے پروردگار کی طرف (پہلے سے زیادہ) قریب بنا دے
تو اللہ تعالیٰ اس دن میں برکت نہ دے (او کما قال اس سے معلوم ہوا کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر دن نیا علم حاصل ہوتا تھا جس سے قرب میں دن بدن
ترقی ہوتی تھی جب)

لے حادث مخلوق کو کہتے ہیں اور قدیم اللہ تعالیٰ کو ۱۲

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسی خست و عظمیٰ الیٰ ہستی | بھی زیادتی کی طالب ہے
اور آپ بھی (برابر)

ترقی میں ہیں کسی غایت پر پہنچ کر ٹھہرے ہوئے نہیں (تو کسی دوسرے کی تو کیا
بجال ہے جو یہ دعویٰ کر سکے کہ میں نے قرب الہی کے تمام مراتب اور وصول
کے تمام درجات طے کر لئے اور ایسی غایت پر پہنچ گیا ہوں جس سے آگے
کوئی درجہ اور مرتبہ نہیں رہا، اگر یہاں کوئی حد اور غایت ہوگی تو (اللہ تعالیٰ
کے لئے) نہایت ہوگی، اور اگر ان کے لئے نہایت ہوئی تو احاطہ ممکن ہو گا اور
اگر ان کا احاطہ ہو سکا تو ان کی ذات کے لئے اجزاء ہو جائیں گے اگر ان
کے لئے اجزاء ہوئے تو فنا ممکن ہو جائے گا اور اگر اللہ تعالیٰ کو ان کے سوا
کسی نے احاطہ کر لیا تو یہ دوسرا زیادہ وسعت والا ہو گا اور حادث قدیم سے
زیادہ وسعت والا نہیں ہو سکتا، (اس لئے درجات قرب کی کوئی غایت
اور نہایت نہیں ہو سکتی) اور یہ تمام فرضی کلام محض لفظی ردائل اور سمجھانے
کے لئے (عنوانات اور علم کلام کی تاویلات اور مناظرانہ عادات ہیں، ورنہ
جن حقیقت شناسوں کے پاس (حقیقت کی) کچھ خبر ہے ان کے پاس تو
وہ براہین اور دلائل قطعیہ ہیں جن کے ہوتے ہوئے ان کو ان لفظی ردائل اور
مناظرانہ عنوانات کی کچھ ضرورت نہیں، وہ اپنی حقیقت حال سے جانتے ہیں
کہ ان کا سرمایہ عجز ہے، اور انتہا یہ ہے کہ (سمجھنے سے) قاصر ہیں، جس کا ہاتھ
پہنچے تک پانی میں ہے وہی پانی کی گرمی اور ٹھنڈک کا احساس کرتا ہے۔
(بدون ہاتھ ڈالے ہوئے دلائل اور زبانی باتوں سے پانی کی گرمی اور ٹھنڈک
کو کون محسوس کر سکتا ہے؟ پس خوب سمجھ لو کہ جو لوگ دلائل سے حق تعالیٰ
کی صفات توحید وغیرہ کو سمجھتے اور سمجھاتے ہیں وہ ابھی تک حقیقت سے

دور ہیں) زبان سے جو کچھ بیان کیا جاتا، اور دلیل سے جو کچھ سمجھایا جاتا، اور دل میں جو کچھ سوچا جاتا ہے، اس کی نہایت ایک حد پر ہے اور اس کی غایت سمجھ میں آگئی ہے (اللہ تعالیٰ سب سے منزہ ہے) یہاں تک کہ (آخر میں) یہ سب باتیں اپنے بیان کرنے والوں کو عجز اور تقصیر (کے اعتراف) پر پہنچا دیتی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم (پہلے ہی سے) ارشاد فرما چکے ہیں لا احصى ثناءً علیک انت کما اثنت علی نفسك، اور ایک عارف کا قول ہے کہ بڑی سمجھ یہی ہے کہ سمجھنے سے عاجز ہونے کا ادراک ہو جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ کچھ حاصل نہیں اس کے ساتھ یہ بھی معلوم ہو رہا کہ ایک قسم کا مشاہدہ محقق ہے مگر اللہ تعالیٰ کا وجود اس سے منزہ ہے جو ہمارے مشاہدہ میں آتا ہے۔

وجود حق ظاہر مگر ذات صفا کی حقیقت باطن ہے | کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام طیب میں اللہ تعالیٰ کو کاف خطاب تھا

کیا گیا ہے جبکہ مطلب یہ ہے کہ اے اللہ میں آپ کے وجود کو تو پہچان لیا مگر آپ کی صفات کے احاطہ اور ذات کے ادراک پر قادر نہیں ہوں اور وجود کی معرفت اس طرح ہوئی کہ خود میرا وجود آپ کے وجود کو مستلزم ہے کیونکہ میں آپ کے علم میں موجود ہوں اور آپ میرے ساتھ تھیں تو آپ کے وجود کا اقرار تو مجھ پر لازم ہے جب کا انکار ممکن نہیں۔ آپ کا میرے اندر جلوہ گر ہونا مجھے آپ کی طرف کھینچتا ہے، کیونکہ میرا آپ کی طرف محتاج ہونا ظاہر ہے، اور یہی میرے عجز و قصور اور نقصان کی دلیل ہے۔ اس کے بعد میں نے آپ کی غیر متناہی صفات کمال کو اپنی متناہی صفات نقص کے ساتھ معلوم کرنا چاہا تو میں آپ کی شان کا اندازہ نہ کر سکا، اور آپ کے انوار جلال نے عظمت کے

پردوں کے چھپے سے آواز دی کہ اے حادث تنہا ہی! اپنے درجہ حدیث کی طرف الٹا لوٹ جا! کیونکہ تو بڑے کام کا ارادہ کرتا ہے، (جو تیری طاقت سے باہر ہے) اب میں حیران ہوں کہ آپ کو کیونکر تلاش کروں جبکہ آپ (میرے) میرے ساتھ ہیں، اور آپ کا مشاہدہ کیسے نہ کروں جبکہ آپ میرے پاس ہیں اور اس سے بڑھ کر عجیب یہ ہے کہ آپ کو کس طرح پہچانوں؟ جبکہ آپ کسی پہچانی ہوئی چیز کے بغیر نہیں، نہ کسی محبوب کے مشکل! نہ آپ تنہا ہی ہیں کہ کوئی آپ کا احاطہ کر سکے، نہ آپ جسم کے ساتھ ہیں کہ اس کا تصور کر لیا جائے نہ آپ کسی صورت سے متصف ہیں جو دیکھ لیا جائے، اب کوئی کیسے آپ کو پہچانے اور کیونکر اندازہ کرے؟ آپ نہ تو غائب ہیں کہ تلاش کی ضرورت ہو، نہ سامنے حاضر ہیں کہ ادراک کر لیا جائے، نہ بالکل ظاہر ہیں کہ آپ کو پالیا جائے، نہ بالکل چھپے ہوئے کہ انکار کر دیا جائے، نہ کسی پر آپ کو قیاس کیا جاسکتا ہے کہ مثال ہی سے سمجھ لیا جائے ہے

فيا غائباً حاضراً في الفتواد فديتك من غائب حاضراً

اے (نگاہوں سے) غائب اوروں میں موجود ہیں آپ کے قربان کہ غائب بھی ہیں (دور بھی) (ولنعن ما قال محبنا المجدوب وكانه كوشف بهذا الشعار فتزجده بعينه في الہندیۃ) اے پردہ نشیں میں تیرے اس ناز کے قربان! پنہاں مری آنکھوں سے ہویدا مرے دل میں! آپ قریب بھی ہیں کیونکہ تمام اشیاء کا وجود آپ ہی سے ہے، پس آپ سے زیادہ قریب کوئی نہیں، اور دور بھی ہیں کیونکہ آپ میں اور اشیاء عالم میں کوئی مناسبت نہیں اس لئے آپ سے زیادہ دور بھی کوئی نہیں ہے

فقلت لا صحابی ہی الشمس ضوءها قریب ولكن فی تناد لها بعد

لہ ولا یضاه سوجھے مجھے بس ظاہر و باطن میں تو ہی تو! آجامری آنکھوں میں ماجا میرے دل میں ۱۲ ظ

میں نے اپنے دوستوں سے کہا کہ وہ آفتاب (کے مانند) ہے کہ اس کی روشنی تو قریب ہے مگر اس تک پہنچنا دشوار ہے مجھے اس شخص پر بہت تعجب ہے جو میری بات کا انکار کرتا ہے اور اس کی ہمت کا ہاتھ اس کے سمجھنے کے لئے لمبا نہیں ہوتا اس کی عقل کا آفتاب ہمیشہ غروب ہی رہتا ہے (کسی وقت طلوع نہیں ہوتا) کیا مشاہدات میں اس کے سامنے ایسی چیزیں نہیں ہیں جو ظاہر بھی ہیں اور باطن بھی ہیں اور ظاہر بھی (پھر اللہ تعالیٰ کی ذات ظاہر بھی ہو اور باطن بھی تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟)

اللہ تعالیٰ کے ظاہر و باطن ہونے کی مثال | کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آفتاب کی روشنی جب زمین پر پھیلتی ہے تو اس سے اشیاء کا رنگ اور ان کی شکلیں ظاہر ہو جاتی ہیں، اور چھپی ہوئی چیزیں نظر کے سامنے آ جاتی ہیں، اور پردہ کی چیزیں باہر نکل آتی ہیں، جب آفتاب کی روشنی سے تمام چیزوں کی صورتیں اور شکلیں ظاہر ہو چکتی ہیں تو اب خود روشنی کا وجود شدت ظہور کی وجہ سے دیکھنے والوں پر مخفی ہو جاتا ہے چنانچہ بعض لوگ جن کو حقائق اشیاء کا کچھ علم نہیں یہ گمان کر بیٹھتے ہیں کہ ہمارے سامنے رنگ اور شکلوں کے سوا اور کوئی چیز ان سے زیادہ نہیں یہ تمام الوان و اشکال خود بخود ظاہر ہیں (کسی کے ذریعہ سے ظاہر نہیں ہوتے) مگر جب سایہ ایک دم بڑھتا ہوا آگیا اور تاریکی نے پردے چھوڑ دیئے، اور

لہ انسان اگر سوچے تو وہ خود بھی ایسا ہی ہے کہ ظاہر بھی ہے اور باطن بھی کیونکہ جسم حقیقت میں انسان نہیں بلکہ اس کی روح انسان، اور روح کو کسی نے نہیں دیکھا وہ باطن ہے، ہاں جسم میں روح کے تصرف کو دیکھا گیا، اس لحاظ سے وہ ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے تصرفات تو تمام عالم میں جلوہ گر ہیں اس لحاظ سے وہ ظاہر اور سب سے زیادہ ظاہر ہیں مگر خود ان کو کسی نے نہیں دیکھا اس لئے باطن ہیں اور سب سے زیادہ باطن ہیں ۱۲ ظ

اپنے دامن تلے دنیا کو چھپالیا، اب ان کو نور اور ضو میں کھلا ہوا فرق محسوس ہو گیا کہ خود چمکنے والی شے اور ہے اور دوسرے کی چمک سے ظاہر ہونے والی اور، اب انھوں نے جانا کہ یہ چیزیں خود بخود ظاہر ہوتیں تو رات کے وقت ہرگز پوشیدہ نہ ہو جاتیں، اب ان کو خبر ہوئی کہ الوان و اشکال کو ظاہر کرنے والی دوسری چیز تھی (یعنی روشنی آفتاب) جو صرف شدہ ظہور کی وجہ سے مخفی تھی، اپنے چمکتے ہوئے نور ہی کی وجہ سے حجاب میں تھی، تو دیکھو اور روشنی اپنے ظہور کی حالت میں بھی شدہ ظہور کی وجہ سے باطن ہے، قرب کی حالت میں بھی زیادہ قرب ہی کی وجہ سے بعید ہے، اور باوجود باطن ہونے کے وہ اپنی ذات سے ظاہر ہے، اور ظاہر کیسے نہ ہوگی جبکہ تمام الوان و اشکال اسی سے اور صرف اسی سے ظاہر ہو رہے ہیں، اور باوجودیکہ وہ ادراک (اور التفات ذہن) سے دور ہے پھر بھی قریب ہے (دن میں جب آدمی کسی چیز کو دیکھتا ہے تو اس بات کا خیال بھی نہیں آتا کہ میں نے اول روشنی آفتاب کو دیکھا ہے اس کے بعد سامنے نظر آنے والی چیز کو دیکھا مگر روشنی قریب کیسے نہ ہوگی کہ بغیر اس کے تو کسی چیز کا نظر سے ادراک ہو ہی نہیں سکتا) پہلے تو اسی کا سامنا ہوتا ہے، اس کے بعد نگاہ سے دوسری چیزوں کا ادراک ہوا، مگر اس بات کی طرف کسی کے ذہن کو ذرا بھی توجہ نہیں ہوتی کہ ہم نے باغات اور بازار کی سیر کرتے ہوئے پہلے روشنی کو دیکھا تھا (۱۲) اور عقلمند جانتا ہے کہ روشنی آفتاب خود بخود روشن ہے، اور وہی دوسری چیزوں کو ظاہر کرنے والی ہے، وہ سمجھتا ہے کہ تمام الوان و اشکال اسی کی تجلی سے ظاہر ہوئے اور اسی کی چمک سے چمکتے ہیں ورنہ یہ سب کے سب فی نفسہ تاریک تھے۔ کیونکہ کثیف اور سخت اجسام طبعی اور فطری طور پر تاریک ہی ہیں، ان میں جو کچھ

نور ہے دوسرے سے مستعار ہے (مانگا ہوا ہے اسی لئے غروب آفتاب کے ساتھ ہی سب چیزیں تاریک ہو جاتی ہیں پھر ان کے دیکھنے کے لئے چاند یا آگ کی روشنی کی ضرورت پڑتی ہے اور چاند ستارے اور آگ میں بھی فنا ہی سے روشنی آتی ہے)

یہ تقریر ممکن ہے کسی وقت تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے سمجھنے تک پہنچا دے

وحدة الوجود کی تحقیق

ان الله خلق الخلق في ظلمة ثم اوحى عليهم من نور هدا وكما قال (اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اس حالت میں پیدا کیا کہ وہ سب تاریکی میں تھے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کا چھینٹا ان پر ڈالا، پس حقیقی ظہور اس کا ہے جو سب کو ظاہر کرنے والا ہے نہ ان کا جو ظاہر (میں نظر آرہی) ہیں، اسی لئے عارفین (کے دلوں) میں پہلی معرفت (اور جان پہچان) اس کی ہوتی ہے جو ظاہر کرنے والا ہے نہ اس کی جو ظاہر ہو رہا ہے،

لہٰذا اسی طرح تمام عالم کو سمجھو کہ اپنی ذات سے لاشے اور کالعدم اور فانی محض ہے اور ان میں جو کچھ وجود لئے نام نظر رہا ہے وہ صرف اس لئے کہ آفتاب وجود حق سبحانہ و تعالیٰ تجلی فرما ہے اس کے وجود کا پرتو عالم پر پڑ رہا ہے اس لئے یہ سب موجود نظر آتے ہیں اگر وہ فیضان وجود کو روک لے تو سب فنا ہو جائیں پس جیسا کہ تم دن میں آفتاب کی روشنی کو پہلے دیکھتے ہو پھر دنیا بھر کی چیزوں کو دیکھتے ہو اسی طرح وجود حق سبحانہ کو اول دیکھتے ہو پھر دنیا کی موجودات کو دیکھتے ہو مگر تم کو اشیا عالم کا نظارہ کرتے ہوئے وجود حق کے دیکھنے پر التفات نہیں ہوتا جیسا کہ دن میں دنیا بھر کی چیزیں دیکھتے ہوئے اس کا خیال نہیں ہوتا کہ ہم نے آفتاب کی روشنی کو اول دیکھا اور اس کے ذریعہ سے تمام چیزوں کو دیکھا ہے ۱۲ ظ

۱۱ اگر حدیث اتنی ہی ہوتی تو اس کا یہ محل ہو سکتا تھا مگر بقیہ حدیث میں تصریح ہے کہ بعض پردہ نور واقع ہوا اور اس کو ہدایت ہوئی اور بعض پر نہیں ہوا وہ گمراہ ہوا، اس سے معلوم ہوا کہ حدیث میں نور وجود کا ذکر نہیں نور ہدایت کا ذکر ہے حضرت شیخ کو جوش بیان میں اس بقیہ کی طرف التفات نہیں ہوا ۱۲ اشرف علی۔ مگر آئندہ کرام سے معلوم ہوگا کہ حضرت شیخ نے نور ہدایت ہی مراد لیا ہے وہاں میں نے اس پر تنبیہ کر دی ہے ۱۲ ظ

یعنی عارفین کی نظر اول خالق پر پہنچتی ہے پھر مخلوق پر، اسی لئے بعض دفعہ یہ سب شکلیں اور صورتیں اور رنگ و غیرہ ان کے سامنے سے غائب ہو جاتی ہیں اور کسی کی زبان سے (بے ساختہ) نکل جاتا ہے لا موجود الا اللہ کہ نور حق کے سوا اور کوئی موجود نہیں اور جاہلوں کا اعتقاد اس کے خلاف ہے اور وہ پہلے مخلوق کو موجود مانتے ہیں پھر مخلوق سے خالق کے وجود پر استدلال کرتے ہیں) نیز یہ تقریر شاید کسی وقت تمہارے ذہن کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ کی بات سمجھنے کی توفیق دیدے، جب انھوں نے ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھ کر فرمایا ہذا ربی ہذا ربی یہ میرا رب ہے، یہ میرا رب پروردگار ہے، یہ میرا خدا ہے کہ وہ (در اصل) مخلوق سے پار ہو کر خالق تک پہنچ گئے تھے (وہ چاند، سورج اور ستاروں کو رب نہیں کہہ رہے تھے بلکہ ان میں وجود خالق کی سچائی دیکھ کر اللہ تعالیٰ کو اپنا رب کہہ رہے تھے) نیز کسی وقت تم حضرت صدیقؑ کے اس قول کو بھی سمجھ جاؤ گے ما رأیت شیئاً الا رأیت اللہ قبلہ میں کسی چیز پر نظر نہیں ڈالتا مگر اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیتا ہوں (کیونکہ ہر چیز کا ظہور اللہ تعالیٰ سے ہے پہلے وہ ظاہر ہیں پھر سب مخلوقات کا ظہور ہوا اس لئے ہر چیز کو دیکھ کر ظاہر کرنے والا ان کو پہلے نظر آتا ہے) اور شاید کسی وقت تم پر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا راز منکشف ہو جائے، اولہ یکف بربا انہ علی کل شیء شہید کیا تیرے رب (کی قدرت اور علم) کے لئے یہ بات کافی نہیں کہ وہ ہر چیز پر شاہد ہے، ہر چیز کے ساتھ ہے ہر شے کا وجود اسی سے وابستہ ہے) مگر بیوقوف آدمی اس کے خلاف سمجھتا ہے وہ تو اشکال والوں کے سوا کچھ نہیں دیکھتا، انہی پر ٹھہر جاتا ہے اور ان کے ظاہر کرنے والے کو مشاہدہ نہیں کرتا، یہ شخص سرنگوں ہے، منہ کے

بل چلتا ہے، اٹے پیروں پیچھے کو ٹوٹا دیا گیا ہے، کیونکہ یہ پہلے شخص کے جو حقیقت کا مشاہدہ کر رہا ہے خلاف دیکھتا ہے اور شاید یہ بیان کسی وقت تم کو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سمجھنے کی توفیق دیدے امن یمشی مکباً علی وجہہ اھدی ام من یمشی سویا علی صراط مستقیم کیا جو شخص الٹا اپنے منہ کے بل چل رہا ہو زیادہ راہ پانے والا ہے یا وہ جو سیدھا ٹھیک راستہ پر چل رہا ہے اب اگر یہ نادان جاہل اور بیوقوف غافل اشکلوں اور صورتوں کے اوپر ٹھہرنے کے بجائے غور و فکر کے ذریعہ آگے ترقی کرے، اور جب روشنی چھپ جائے تاریکی پھیل جائے اس وقت اپنی ذات سے روشن ہونے والے اور دوسرے کے ذریعہ روشن ہونے والے میں فرق معلوم کر لے، اور تمام اجسام و اشکال کی حالت اس پر منکشف ہو جائے، اور یقینی و قطعی دلائل سے اس کو معلوم ہو جائے کہ یہ تمام چیزیں اپنی ذات سے تاریک ہیں نہ اپنے آپ کو ظاہر کر سکتی ہیں نہ دوسرے کو، اگر ایک وجود ان سب کے الگ نہ ہوتا جس کا نام نور اور جلوۂ وجود باری ہے تو ان چیزوں میں سے ایک بھی مشاہدہ میں نہ آ سکتی، نہ ایک کی شکل و صورت دوسرے سے ممتاز ہو سکتی، نہ کسی مقدار اور شکل میں امتیاز ہو سکتا اور یہ نور الہی انہ ان چیزوں کے اندر گھسا ہوا ہے، نہ ان سے دور ہے بلکہ ان کے اوپر چمک رہا ہے، اور ان کو ظاہر کر رہا ہے، اس وقت یہ شخص اہل ارادت میں داخل ہوگا، جن کی نظر (ابھی تک) اطراف عالم ہی میں مقید ہے کہ آفاق جہاں سے آگے ان کی نگاہ نہیں پہنچی، کیونکہ اس نے ابھی تک

لہ صوفیہ کی اصطلاح میں اہل ارادت اور مرید اس کو کہتے ہیں جو مہنوز اللہ تعالیٰ کی طلب میں مشغول ہے مقصود تک پہنچا نہیں، پھر جب طلب و ارادت کامل ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی عنایات اس پر متوجہ ہوتی ہے اور اس کو بارگاہ قرب کی طرف کھینچ لیا جاتا ہے تو یہ مرید مراد اور عاشق محبوب بن جاتا ہے ۱۲ ظ

نور ذاتی کو نہیں پہچانا، صرف اس تعلق کو دریافت کیا ہے جو اس میں اور دوسری چیزوں میں ہے۔ اور شاید اس کلام سے تم کو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو سمجھنے کی توفیق ہو جائے: سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَسْتَبِينَ لَهُم مِّنْهُ لَحَاقُ نَارٍ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْمَعَادَةُ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَأَحْزَنُوا لِقَاءَ رَبِّهِمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَضَلِّلُونَ (اور دلائل وجود قدرت) دکھلائیں گے اطراف عالم میں بھی اور خود ان کی ذات میں بھی، یہاں تک کہ ان پر یہ بات روشن ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہی سچا (اور حقیقی موجود) ہے، (اس کے سوا جو کچھ موجود ہے برائے نام ہے) یہ لوگ (جو کہ مخلوق میں غور کر کے خالق کو پہچانتے ہیں) دوسرے درجہ میں ہیں، اور جس نے تمام چیزوں کو نور (حق) سے دیکھا اسی سے مشابہہ کیا، نور کو اور چیزوں کے ذریعہ سے نہیں پہچانا، (وہ پہلے درجہ میں ہے) یہ دوسرے (درجہ والا) تو نیچے سے اوپر کو ترقی کر رہا ہے، اور وہ اوپر سے نیچے کو آ رہا ہے، وہ (اول) نور کو دیکھتا ہے پھر ان صورتوں شکلوں پر توجہ کرتا ہے جو نور کے ذریعہ سے ظاہر ہوئی ہیں۔ یہ شخص اس قابل ہے کہ رازدانی اور تعلیم میں اہل استدلال سے آگے بڑھے، تاکہ ان کو وہ باتیں بتلائے جو ان سے مخفی ہیں اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ذکر رسول رکھا گیا۔ فلسفی نہیں رکھا گیا کیونکہ آپ نے خالق کے وجود و صفات کو اہل فلسفہ کی طرح پیچیدہ دلائل سے نہیں ثابت کیا بلکہ پیغام الہی سے دلوں کی آنکھیں کھول کر لوگوں کو بھولا ہوا سبق یاد دلایا ہے) آپ بندوں کے سامنے اللہ کی کھلی ہوئی روشن آیتیں پڑھتے اور ان کو اس بات پر متنبہ کرتے ہیں کہ (اللہ کے سوا) ہر موجود اپنی ذات سے معدوم ہے، اور جس طرح تمام اجسام اپنی ذات سے تاریک ہیں، صرف نور و آفتاب کی چمک سے ظاہر ہوئے ہیں اسی طرح تمام حادثات تاریک (و معدوم) تھے، خلق الخلق فی ظلمتہ (اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو ایسے حال میں

پیدا کیا کہ پہلے سب کے سب تاریکی میں تھے، خالق جل و علیٰ کی ان میں تجلی ہوئی تو اس نے ان کو روشنی (اورستی) دیدی، اگر اس عالم میں اس کے وجود کی روشنی نہ پہنچتی تو کوئی چیز بھی ظاہر نہ ہوتی، اور یہ جو وجود خالق کی روشنی (عالم میں) ظاہر ہوئی ہے بمنزلہ چھینٹے کے ہے نہ بمنزلہ قبض و استتار کے، یعنی وجود خالق کی روشنی مخلوقات کے قبضہ میں نہیں آئی نہ وہ ان کے اندر سرایت کئے ہوئے ہے بلکہ چھینٹے کے طور پر ان سے الگ ہے مگر ساتھ ساتھ ہے (۱۲) شہدش علیہم من نورہ (اس پر دال ہے) پس جس کو اس نور کا چھینٹا اچھی طرح لگ گیا وہ (ابھگ گیا اور پوری طرح) زندہ ہو گیا اور جو اپنی طبیعت کی تاریکیوں اور جسم کی صورت کے سایہ میں رہ گیا (اس کو نور حق کا چھینٹا پورا نہیں لگا اس لئے وہ برائے نام زندہ ہے اور حقیقت میں مردہ ہے) وہ ایسا ہے جیسا کوئی شخص ایسے سایہ میں پناہ لے جس کے تین حصے ہیں نہ تو وہ راحت دینے والا ہے، نہ گرمی کی لپٹ سے بچانے والا، اور یہ تین حصے والا سایہ جسم ہی کا سایہ ہے کیونکہ جسم کے بھی تین حصے ہیں طول و عرض و عمق (لمبائی، چوڑائی، گہرائی) ہم اس کی طرف واپس ہونے اور اس کی قید میں گرفتار ہونے سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں، کیونکہ یہ انسان کی دنیا ہے۔

دنیا و آخرت کی تحقیق | عالم ظاہر میں جو انسان کے مشاہدہ میں آ گیا وہی دنیا ہے اور عالم غیب و ملکوت میں سے جو کچھ

لہ حضرت غوث کا یہ کلام صاف بتلا رہا ہے کہ وہ مخلوقات کے وجود کو خالق کا وجود یا اس کے وجود کا جزو نہیں مانتے وہ صرف اس کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے وجود کی تجلی مخلوقات پر ہوئی تو اس تجلی سے ان کو وجود حاصل ہو گیا باقی اس تجلی اور اس تعلق بالخلق کی کیفیت کوئی نہیں بیان کر سکتا صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ وجود صبرن ایک ہے اور مخلوقات کا وجود اسی ایک وجود کی وجہ سے ہے اگر اس وجود کی تجلی مخلوق پر نہ ہو تو سب معدوم ہو جاتا

چھپا ہوا ہے وہ آخرت ہے جس کی طرف موت کے بعد بندہ لوٹایا جائے گا۔ اور سب چیزوں سے زیادہ ظاہر انسان کے نزدیک اس کا بدن ہے، کیونکہ وہ تمام اجسام عالم سے زیادہ اس کے قریب ہے اور دنیا کو دنیا اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ بندہ کے قریب ہے، پس انسان کے احوال میں جو حالت سب سے زیادہ اس کے قریب ہے وہ اس کی دنیا ہے، اور جو سب سے زیادہ دور ہے وہ آخرت ہے، اور چونکہ وہ دور ہے اسی لئے اس کا انکشاف موت کے بعد پر رکھا گیا۔ جب انسان سے کہا جائے گا فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید، ہم نے تیرے پردے اٹھا دیئے تو آج تیری نگاہ بہت تیز ہے اور انسان کہیگا۔ ربنا ابصرنا وسمعنا فارجعنا نعمل صالحا غیر الذی کنا نعمل اے پروردگار! ہماری آنکھیں کھل گئیں اور ہمارے کان ہو گئے، اب ہم کو (دنیا میں) واپس کر دیجئے تاکہ کچھ نیک کام کر لیں ان اعمال کے خلاف جواب تک کیا کرتے تھے ان کو جواب دیا جائے گا اولئک نعمرکم ما یتذکر فیہ من تذکر وجاءکم السنہ (یہ) کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی جس میں سمجھنے والا سمجھ جائے اور تمہارے پاس تو ڈرانے والا بھی آیا تھا (جس نے اس دن سے اچھی طرح خبردار کر دیا تھا) پس (اے انسان!) تیرے جو حالات ظاہر میں مشاہد ہیں وہی حقیقت تیری دنیا ہے، اور ان سب سے زیادہ ظاہر تیرے نزدیک وہ حالات ہیں جو تیرے اعضائے جسم سے تعلق رکھتے ہیں، جیسے طبعی الذات اور حسی شہوات یہی تجھ کو بارگاہ الہی کی طرف قدم بڑھانے سے روکتے اور دربار قدسی میں پہنچنے سے

معہ اصل کتاب کے جواب کے موقع پر دوبارہ اُسی آیت کو لکھ دیا ہے جس کو پہلے ذکر کیا تھا یعنی فکشفنا عنک غطاءک میرے خیال میں یہ ضابطہ سے سہواً ہوا ہے اس لئے میں نے بین القوسین وہ جواب لکھ دیا ہے جو خود قرآن شریف میں فارجعنا نعمل صالحا غیر الذی کنا نعمل کے بعد مذکور ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ ظ

ہٹاتے رہتے ہیں، کیونکہ دنیا مومن کا جیل خانہ ہے وہ اس پر ایمان اور یقین رکھتا ہے کہ جس دائمی راحت اور عمدہ جگہ کی طرف اس کو جانا ہے وہ اس جگہ سے بدرجہا اشرف و اعلیٰ ہے جس سے وہ الگ ہو جائے گا اور کافر کی جنت ہے جس کی عقل پر پردے پڑے ہوئے ہیں جن کی وجہ سے وہ پاکیزہ جمال الہی کے مشاہدہ سے روک دیا گیا ہے اور جب تک انسان کو ان تاریک اجسام سے کچھ بھی تعلق اور رگاؤ ہے اس وقت تک اس کو دربار گاہ الہی کی اپوری اطلاع نہیں ہو سکتی جس میں (غلطی کی) ذرا آمیزش نہ ہو، اور جو شخص جیل خانہ میں (مقید) ہو اس کو کیا لذت مل سکتی ہے اور کیا تصرف اور کشف حاصل ہو سکتا ہے؟ جو دل اجسام ہی کے مشاہدہ پر ٹھہرے ہوئے ہیں وہ بتوں کو پوچھنے والے ہیں یہ بدن دنیا ہے۔

الدنیا سجن المومنین وجنۃ الکافر کی تحقیق اور ایمان دل کی صفت ہے، اور مومن (در اصل) دل ہی ہے

پس دنیا کا مومن کے لئے جیل خانہ اور کافر کے لئے جنت ہونا بالکل سچ ہے۔ (اس میں مبالغہ کچھ نہیں) کیونکہ یہ بدن دل کا جو کہ (در اصل) مومن ہے جیل خانہ ہے۔ (دل جہاں پہنچتا چاہتا ہے بدن کے تعلقات اس کو وہاں پہنچنے سے روکتے ہیں) جس وقت یہ بدن کے علائق سے چھوٹ کر اس کی آفات اور بلیات سے نجات پا جائے گا جب ہی آفتوں سے اور تمام خطرات سے اس کو چین ملے گا، اور تاریکیوں سے نکل کر نور سے جا ملے گا۔ اَلَا مَنِ اتَى اللہ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ وہاں جو اللہ کے پاس صیح و سالم دل لے کر پہنچے گا وہی کامیاب ہوگا

وما کل جسم غیر سجن لا ھلہ و اخرا فات النفوس و فاتها
ولو علم الانسان ما لموت القنیت نفوس الوری ان الہات حیاتھا

یہ تمام بدن اپنے مالکوں کے لئے جیل خانوں کے سوا کچھ نہیں ہیں۔ اور جانوں کیلئے سب سے بڑی اور آخری آفت موت ہے، اور اگر آدمی کو معلوم ہو جائے کہ موت کیا چیز ہے تو تمام جانوں کو یقین ہو جائے کہ مرنا ہی ان کی زندگی ہے۔ پس یہ بدن بھی اپنے مالک کے حق میں کس قدر تاریک، اور انوار سے کس قدر دور کرنے والے ہیں؟ جو شخص بدن ہی (کی فکر) میں لگا ہوا ہے، وہ تو چاروں طرف سے گھرا ہوا اور پیمائش و مقدار یعنی بدن کے طول و عرض اور گہرائی کی دیواروں میں قید ہے، اور یہی تین حصے تاریک، غفلت میں ڈالنے والے (ترقی سے) روکنے والے زمین کی پیداوار ہیں جو اپنی ذات ہی سے تاریک اور ظلماتی ہیں۔

نصاریٰ (عقیدہ) تثلیث (کے چکر) | نصاریٰ تصور پرستی ہی کی وجہ گمراہ ہوئے
میں اسی لئے گمراہ ہوئے کہ وہ عالم حیا

سے آگے نہیں بڑھتے (جسم کے ہی چکر میں رہے) ان کے مقدر میں قسمت والوں کے ساتھ اس (نور حق) کے چھینٹنے سے کوئی حصہ نہ تھا اس لئے لامحالہ ظاہری صورتوں کے پردہ میں الجھ گئے اور (سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر) نشان (قدرت) کے

۱۔ زندگی نام ہے دنیا سے گزر جانے کا اور حیات ابدی نام ہے مرجانے کا ۱۲
۲۔ تثلیث کے معنی ہیں تین خدا مائے انصاریٰ کے نزدیک تین خدا ہیں باپ، بیٹا، روح القدس، پھر چکر چلنے
۳۔ ہو کر تینوں ایک بھی ہیں اور تین بھی، توحید کا بھی دعویٰ ہے اور تثلیث کا بھی عقیدہ ہے اللہم انا نعوذ بک من الکفر
الشراک، وسوء الکبائر ۱۲
۴۔ اس مقام سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث ان اللہ خلق الحق فی ظلمۃ ثم رش علیہم من نورہ میں حضرت شیخ کے نزدیک بھی نور ہدایت ہی مراد ہے اسی لئے نصاریٰ کو نور حق کے چھینٹنے سے محروم ہاتھ
میں حالانکہ نور وجود سے کوئی موجود بھی محروم نہیں پس اوپر جو تقریر گزری ہے جس سے حدیث میں رد وجود مراد
ہونا مفہوم ہوتا ہے یا تو وہاں ضابطہ سے ضبط میں کوئی کوتاہی ہوئی یا حضرت شیخ نے ہدایت ہی کو اصل
وجود اور گمراہی کو کالعدم قرار دے کر تقریر فرمائی ہے کافی قولہ تعالیٰ او من کان میتا فاحیٰ دناہ
وجعلنا لہ نوراً یمشی بہ فی الناس واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲

ظاہر ہونے سے دھوکہ کھا گئے، ظاہر کو دیکھ کر باطن سے اندھے ہو گئے، جیسا وہ فرقہ اندھا ہو گیا تھا جس کی نظر رنگ، برنگ صورتوں اور شکلوں ہی پر رہی اس نور تک نہ پہنچی جس نے ان صورتوں کو دیکھنے کے لئے ان کی آنکھیں کھولی تھیں۔

کَلَّا نَهَمُّ عَنْ دَبْهُهُ يَوْمَئِذٍ لِمَحْجُوبُونَ ثَوَانَهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيمِ ثَوِيْقَالِ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ تَكْذِبُونَ۔ یقیناً یہ لوگ اپنے پالنے والے سے اس دن بھی حجاب میں رہیں گے، پھر یقیناً یہ لوگ جہنم میں داخل ہوں گے، اس وقت (ان سے) کہا جائے گا کہ یہی وہ (جہنم) ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے اور آخرت میں ان کے محبوب ہونے کا سبب یہ ہوگا کہ دنیا میں ان کی نظر تنگ تھی، (کہ عالم اجسام سے آگے بڑھ کر خالق اجسام تک نہ پہنچی) وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمٰی فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمٰی وَاصِلٌ سَبِيلًا۔ اور جو اس زندگی میں اندھا ہوگا وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور (اندھے سے بھی) زیادہ راہ سے بھٹکا ہوا ہوگا، اور آخرت میں زیادہ بھٹکا ہوا اس لئے ہوگا کہ دنیا میں تو سوا نکھا بننے کی امید کی جاسکتی ہے کیونکہ یہاں ایسا ممکن ہے (کہ انسان اپنی غلطی کو سمجھ کر سیدھے راستے پر آجائے) اور آخرت میں (ایسا نہیں ہو سکتا وہاں) تو انسان اپنے مقصد پر پہنچ جائے گا اس کی تقدیر میں جو لقب رکھا ہوا ہے اس پر ٹھہر جائیگا فَمَنْ هُمْ شَقِیٌّ وَسَعِیْدٌ کَوْفِی شَقِیٌّ رَءِیْبٌ جَت) ہے اور کوئی سعادت مند (نیکیخت) ہے پس (جو شخص دنیا میں حق سے الگ رہا اور مرتے دم تک سیدھے راستے پر نہ آیا) اس کے نام کے ساتھ حقیقت میں شقاوت لگی ہوئی ہے۔ سعادت سے اس کو کچھ واسطہ نہیں، کیونکہ (اب) استفادہ کے راستے اس پر بند ہو چکے ہیں، اب اس کی حالتوں میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی اسی لئے وہ (آخرت میں دنیا سے) زیادہ بھٹکا ہوا گمراہ ہوگا، اور اس گمراہی کی صفت سے موصوف ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ اسی لائق ہوگا

لہٰذا اب وہ غلط راہ کو چھوڑ کر سیدھا راستہ کسی سے معلوم نہیں کر سکتا ۱۲

کہ تنگ مکان اور بری خواہگاہ میں رکھا جائے (کیونکہ دنیا میں گمراہ کا دل بچپن رہتا ہے اور وہ اپنی اس بچپنی پر عمر بھر راضی رہا تو اس کی پسند کے موافق وہاں بھی اس سے برتاؤ کیا جائے گا) پس اس کے باطن (قلب) میں حسرت اور ناکامی کی آگ

کافر دنیا میں بھی دوزخ میں ہے اور آخرت میں بھی دوزخ میں رہے گا (یہاں بھی) بھڑک رہی ہے، کیونکہ وہ تاریک جسمانی صورتوں کی طرف مائل ہونے کی وجہ سے روح معرفت اور وسعت علم اور لذت مشاہدہ (جمال حق) سے محروم ہے، اور جب حسرت کی آگ کے شعلے بھڑکتے ہیں تو اس وقت بھی وہ ان صورتوں ہی سے راحت کا طالب ہوتا ہے، حالانکہ نہ وہ اس کو سایہ (اور ٹھنڈک) دے سکتی ہیں نہ اس آگ کے شعلوں کو بجھا سکتی ہیں، بلکہ وسعت علم اور فضائل معرفت کے درختوں اور شاخوں (کے سایہ تلے جانے) سے روکتی اور ہٹاتی رہتی ہیں پس کافر دنیا میں بھی دوزخ میں ہے (اور آخرت میں بھی دوزخ ہی میں جائیگا) اسی آگ سے یہ آیت ڈر رہی اور اس کی خبر دے رہی ہے فاندرتکھنادا تاظی لا یصلھا الا شقی الذی کذب و توٹی میں تم کو ڈراتا ہوں ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے جس میں اس بد بخت کے سوا جس نے (حق کو) جھٹلایا اور (اس سے) بے رخی کی اور کوئی داخل نہ ہوگا، اور (ظاہر ہے کہ حق کو) جھٹلانا حجاب ہی کے ساتھ ہوتا ہے، اور بے رخی بھی ہمیشہ غفلت ہی سے ہوتی ہے، پس (کفار جہنم میں اسی لئے جائیں گے کہ انھوں نے دنیا میں اپنے دلوں کے

لہ گنہگار مسلمان اس آگ میں نہیں داخل ہوں گے ان کے لئے جہنم کا دوسرا طبقہ ہے جو طبقوں سے کم عذاب والا ہے وہ ایسا ہے جیسا دنیا میں میل کچیل دور کرنے کے لئے حرام ہوتا ہے مگر جہنم کا حرام بھی غضب کا جلا ہوا ہے اللہ ہر مسلمان کو اس سے پناہ دے اور ان کے میل کچیل کو دنیا ہی میں دور کر دے آمین ۱۲ ظ

پیردے نہ اٹھائے اور غفلت سے بیدار نہ ہوئے۔

دل کی آواز کو سننا چاہیے | اگر یہ جھٹلانے والے اپنے (دلوں کے) اندر سے حق کی آواز سن لیتے، جو ان کو اس بات

پر ایمان لانے کی دعوت دے رہی ہے (جس کو زبان سے) جھٹلاتے ہیں تو یہ بھی ان لوگوں کی طرح ایمان لے آتے جن کا قول یہ ہے ربنا انتا سمعنا متاذا ینادی لایمان ان امنوا ببریکم فامتنا۔ اسے پروردگار! ہم نے ایک منادی کی آواز کو سنا جو ہم کو ایمان کی طرف بلارہا تھا کہ اپنے پالنے والے پر ایمان لے آؤ تو ہم ایمان لے آئے، اور یہ آواز ہر مسلمان کے دل میں جو موصد ہے اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے ہمیشہ رہتی ہے، اگر کفار اس آواز کی حقیقت سمجھ جاتے تو ضرور سن لیتے، مگر وہ تو اس سے بے خبر اور منکر ہیں جب قیامت کے دن پردہ اٹھ جائے گا اور حسرت و ندامت کے ساتھ جہنم کی آگ میں جلیں گے اس وقت (اس آواز کی حقیقت اور) اس (مجلس عالم کے) معزز صدر (سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے درجہ کو پہچانیں گے، جو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں مذکور ہے لثریہ من ایتنا انه هو السميع البصیر (پاک ہے وہ (خدا) جو اپنے بندہ کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ میں لے گیا تاکہ ہم اس بندہ کو اپنی نشانیاں دکھلائیں بیشک وہ خوب سننے والا دیکھنے والا ہے) جب کفار کو سننے اور دیکھنے کی حقیقت معلوم ہو جائے گی، اور وہ جان لیں گے کہ سننے اور دیکھنے کے لئے جسمانی آلات یعنی ظاہری کانوں اور آنکھوں کی ضرورت نہ تھی، بلکہ دل کے کان اور دل کی آنکھیں کھولنے کی ضرورت تھی، اس وقت کہیں گے لو کثنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر اگر ہم نے دل کی آواز کو سنا یا سمجھا ہوتا تو آج دوزخ والوں میں نہ ہوتے

مگر وہاں یہ عذر نہ سنا جائے گا، اور اگر وہ عذر پیش بھی کرے تو عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہوگا، اب ان کا عذر کیونکر قبول کیا جاسکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ پہلے ہی اس عذر کو زائل کر چکے اور ان کے پاس ایسے لوگوں کو بھیج چکے تھے جن کی بات مان لیتے تو اندھیرے سے روشنی میں پہنچ جاتے۔

انبیاء علیہم السلام اپنے مرتبے نیچے اتر کر تبلیغ کرتے ہیں | تمام حضرات انبیاء علیہم السلام

اپنے (بلند) مرتبوں سے اتار کر کافروں اور جاہلوں کو سمجھانے کے لئے بھیجے گئے اور یہ امت (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے نبی مختار (سیدنا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ) سے نوازی گئی، جو نیک بندوں کا راستہ بتلانے والے، اور بدوں کے راستوں سے بچانے والے اور باطنی اسرار کو ظاہر کرنے والے ہیں، قد انزل اللہ الیک ذکر ارسولایتہ وعلیہ کلمات اللہ مبینات لیخرج الذین امنوا و عملوا الصلحت من الظلمات الی النور اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف ایسا رسول اتارا ہے جو یاد دہانی کرنے والے ہیں تمہارے سامنے اللہ کی روشن آیتیں پڑھتے ہیں تاکہ جو لوگ ایمان لے آئیں ان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں پہنچا دیں، تاریکیوں سے مراد گمراہ باپ دادوں اور نئی نئی باتیں ایجاد کرنے والے استادوں کی تقلید کی تاریکیاں ہیں، کیونکہ اس زمانہ کے آدمی لکیر کے فقیر اور باپ دادا کے طریقہ پر مٹے ہوئے تھے وہ لوگ یوں کہتے تھے انا وجدنا اباءنا علی امت وانا علیٰ اثارہم مقتدون (ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک راستہ پر پایا ہے اور ہم انہی کے طریقہ پر قدم

لے حضرات انبیاء علیہم السلام جس بلند درجہ پر ہیں اس کا مقتضایہ تھا کہ ذات حق کے سوا وہ کسی پر توجہ اور التفات نہ فرماتے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا ہے کہ مخلوق کو اللہ سے ملنے کے لئے اپنے بلند مرتبہ سے اتر کر مخلوق کی طرف توجہ فرمائیں

بقدم چلتے رہیں گے، اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں فرماتے ہیں۔ قل اولو
جیئتکم باہدی مما وجدتم علیہ اباؤکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا
کہ اگر میں اس راستہ سے جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے زیادہ سیدھا
اور اچھا راستہ بتلا دوں کیا جب بھی تم اسی پر چمے رہو گے؟ اور (ذرا کوئی ان
سے پوچھے کہ) انھوں نے اپنے باپ دادا کو کس بات (اور کون سے کمال) پر پایا
تھا؟ (ان میں سے) کچھ لوگ تو بتوں کی پرستش پر چمے ہوئے تھے، جو محض تاریک
اور کشیف اجسام تھے، حیوانیت کی بھی تمام باتوں سے کورے تھے، (انسان
تو کیا حیوان تک بھی ان سے افضل تھے، ایسے بیکار کو معبود بنانا تو الگ
رہا انسان سے افضل سمجھنا بھی کھلی حماقت تھی)

اور کچھ لوگ (حضرت سیدنا)

مسیح (علیہ وعلی نبینا الصلوٰۃ

عبادت اصنام و عبادت مسیح کے اسباب

والسلام) کی عبادت پر چمے ہوئے تھے، یہ لوگ انہیں چیزوں پر مٹھہر گئے
جو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں سے ظاہر کرائی تھیں (ان کی نظر آگے نہ رہی
یہ عیسیٰ علیہ السلام ہی کو خدائی کی نظر سے دیکھتے (اور انہی کو خدا سمجھنے) لگے، انھوں
نے مسیح علیہ السلام کے جسم ناسوتی کے سوا جو اپنی حرکت (وسکون) میں اس کام کیلئے
مسخر تھا کہ روح القدس (جبریل علیہ السلام) ان کے باطن میں جو کچھ اللہ کی وحی
اور الہام ربانی ڈال دیں اس کو ظاہر کر دیں، اور قدرت الہی اور عجیب معجزات
اور وہ روحانی طاقتیں جو عادیۃً انسانی طاقت اور اسباب طبعیہ اور خاصیات
انفعالیہ فطریہ سے باہر ہیں ان کے ہاتھوں سے ظاہر ہو جائیں اور کسی چیز کو
تمہیں پہچانا، حالانکہ یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے ان کے لئے ہوا اور اللہ کی بات
ہی پوری ہے، (اس کے سوا سب کی باتیں ادھوری ہیں) و تمت کلمۃ ربک

صدقاً وعدلاً پیرے رب کی بات سچا اور عدل میں پوری ہے، اللہ کی بات ہی سے ہوا جو کچھ ہوا، اور مسیح علیہ السلام کو اللہ کی بات ہی سے امدادی گئی روح القدس سے قوت دی گئی، اذاید تلت بروح القدس پس مسیح علیہ السلام وہ ان کے سب کا رنامے (حقیقت میں) اللہ تعالیٰ کی ایک بات سے (ظاہر) ہوئے جو مریم علیہا السلام میں پھونکی گئی تھی مسیح علیہ السلام خود اللہ کی ایک بات تھے اللہ کی بات سے (پیدا) ہوئے تھے ان کے ہاتھوں سے اللہ کی بات ظاہر ہوئی تھی جب وہ کسی چیز سے کہتے ہو جاتو وہ (اللہ کے حکم سے) ہو جاتی تھی، کیونکہ وہ کسی چیز میں قوت روحانی (اور حیات و زندگی) اپنی ناسوتی قوت سے نہیں پیدا کرتے تھے، بلکہ صرف اللہ کے حکم اور روح القدس کی تائید سے (جان ڈالتے تھے) اسی بات کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے فَتَنْفَخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ ط عیسیٰ علیہ السلام بیجان مورت میں پھونک مار دیتے تو وہ خدا کے حکم سے پرندہ بن جاتا (رنہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کی طاقت اور ان کے حکم سے کیونکہ روح تو اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کی طرف ہی اس کی نسبت ہے اللہ ہی کے ساتھ اس کا تعلق ہے اور وہ اللہ ہی کی چیز ہے) چنانچہ ارشاد ہے فاذا سويته ونفخت فيه من روحي جب میں اس کو (یعنی آدم کو) بنادوں اور اس میں اپنی (طرف سے) روح پھونک دوں پس یہ پہلا نفخ (اور پہلی بار روح پھونکنا) بلا واسطہ ہوا ہے جس نے نوع انسانی کی بنیاد ڈالی،

اور یہ نوع انسانی ایک ایسی قوت ہے جو (بلا واسطہ) انسان کی عظمت | اللہ کے وجود (اور اس کی تجلی) سے قائم ہوئی اس کی بارگاہ

لہ یعنی انسان کی پیدائش میں کسی دوسرے کا واسطہ نہیں رکھا گیا دوسری مخلوقات کی پیدائش میں فرشتوں سے بھی کام لیا جاتا ہے مگر انسان کی بنیاد درست قدرت کے خود قائم کی ہے ۱۲

ہے اس کا ظہور ہوا ہے اسی لئے اس میں شان خداوندی کے آثار اور عظمت الہی کے علامات ظاہر ہوئے، جن کی وجہ سے انسان نے تمام معلومات کو جان لیا، اور اسی کے ذریعہ سے نئی نئی ایجادات کو ظاہر کیا، اور یہ قوت جو آدم علیہ السلام میں پھونکی گئی تھی ان کی اولاد میں بھی پہنچی جو ہمیشہ چلتی رہے گی اسی کے ذریعہ سے ہر زمانہ میں نئی نئی ایجادیں اور عجیب و غریب علوم جزئی و کلی ظاہر ہوتے رہتے ہیں، یہ سب اسی نفخہ (اور بلا واسطہ روح پھونکنے کا اثر ہے جس نے آدم علیہ السلام کو ایسی قوت عطا کی جس سے وہ زمین و آسمان سے باخبر ہو کر تمام چیزوں (کے مصالح اور منافع اور مضرتوں) پر مطلع ہو گئے اور (ان کے بعد) یہ قوت ان کی تمام اولاد میں تقسیم کر دی گئی، جو نسلاً بعد نسل چلی آتی ہے، انبیاء علیہم السلام نے اس قوت سے پورا حصہ لیا اسی لئے ان کے ہاتھوں سے عجیب و غریب علوم اور حکمتیں ظاہر ہوئیں جن میں طبعی اسباب اور خاصیات افعال (و کیفیات) کو اصلاً دخل نہیں، بلکہ یہ سب کچھ تنہا اسی قوت کا نتیجہ ہیں جو آدم علیہ السلام میں بلا واسطہ روح پھونکنے سے پیدا ہوتی تھی یہ سب ازلی فوائد ہیں، اور ہر شخص کے ہاتھ سے اسی قدر منافع ظاہر ہوتے ہیں جتنا اس چھینٹے اور نفخ سے اس کو حصہ ملا ہے، اس سے زیادہ نہیں یہ ازلی تقسیم ہے ہر شخص نے اس میں سے اسی قدر پایا جتنا اس کی استعداد و قابلیت کے موافق اس پر چھڑک دیا گیا و من لم يجعل الله له نوراً فلما لم نوراً و جس کو اللہ ہی نے نور نہیں دیا اس کے لئے نور سے کچھ حصہ نہیں، اور جن لوگوں کو اس نور میں سے حصہ دیا گیا ہے وہ بھی اپنے حصہ کو پوری طرح اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتے جب تک انتہائے کمال قرب کو اپنے درجہ کے مناسب نہ پہنچ جائیں، اور یہ کمال قرب صرف آخرت میں جنت ہی میں ہوگا اس وقت وہ جس چیز کو بھی

کہہ دیں گے ہو جاتا تو فوراً ہو جائے گی! پس (حضرت سیدنا) عیسیٰ (علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام) بھی ایک بنی ذیہ، اور ان لوگوں میں سے ہیں جن کو ان کے درجہ اور زمانہ کے اعتبار سے اس نور کا پورا حصہ ملا ہے۔ وہ جو کچھ کرتے تھے (اللہ کے) حکم سے کرتے تھے خود نہیں کرتے تھے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے فعل کا منظر تھے، اللہ تعالیٰ ان میں روح القدس کے واسطے سے (نور) پھونکتے تھے، اور وہ دوسری چیزوں میں روح القدس کے ذریعہ سے (روح) پھونکتے تھے کیونکہ ان کو روح القدس سے تائید عطا کی گئی تھی، خود اپنی ذات سے اپنی طرف سے کچھ نہ کرتے تھے، ان کا ہر کام اللہ کے حکم پر موقوف تھا، وہ روح القدس کی تائید کے بھی محتاج تھے، (اور روح القدس بدون حکم الہی کچھ نہیں کر سکتے و یفعلون مایؤمرون اگر نصاریٰ علیہ السلام کے ظاہری افعال کے ساتھ اس باطنی حکمت پر بھی جو ان کے پیچھے کام کر رہی تھی مطلع ہو جاتے تو امداد (الہی) کا نور چمکتا ہوا ان کو نظر آتا اور تائید الہی کا ایک ٹھنڈا جھونکا ان کو بھی لگ جاتا پھر اس جھونکے سے اپنا (ایمانی حصہ اسی طرح لے لیتے جیسا جواریں نے لے لیا تھا، لیکن کرہ اللہ اتباعہ مگر اللہ کو ان کا ابھرنا ہی پسند نہ ہوا اس لئے بہرے گونگے اندھے بنے رہے، حقیقت تک نظر نہ پہنچی عیسیٰ علیہ السلام ہی کو خدا کہنے لگے) ومن یضلل اللہ فہالما من ہادہ اور جس کو اللہ ہی گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت نہیں کر سکتا فلا تاس علی القوم الفاسقین پس ان نا فرمان لوگوں پر تم کو کچھ افسوس نہ کرنا چاہیے۔

یہودیوں کی باطل پرستی کے اسباب | یہودیوں میں سے کچھ لوگ عزیر علیہ السلام کی پرستش پر جے ہوئے

تھے، یہ بھی اسی پردہ میں الجھ گئے، جس میں نصاریٰ الجھے تھے، اور یہ پردہ سرسرا

ظلمت (اور اندھیرا ہی) تھا، یہود کی ایک جماعت توحید کا بھی دعویٰ کرتی اور اپنے قول کے مطابق عزیر علیہ السلام کی پرستش نہیں کرتی ہے، یہ لوگ خود سوچ سمجھ کر نہیں بلکہ (باپ دادا کی) تقلید اور سنی سنائی باتوں سے (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں مگر یہ بھی تقلید کی اندھیریوں میں الجھے ہوئے اور لوگوں کی باتوں پر جمے ہوئے ہیں، یقین کی آنکھوں سے انھوں نے حق کو نہیں دیکھا، اگر یہ لوگ حق کو خود دیکھتے اور پہچان لیتے تو اہل حق کو بھی ضرور پہچان لیتے۔

نہ کہ حق کو آدمیوں سے | کیونکہ آدمیوں کو حق سے پہچانا جاتا ہے۔ حق کو
آدمیوں سے نہیں پہچانا جاتا۔ اگر یہ لوگ نبوت اور رسالت و ایمان کی حقیقت سے واقف نہ ہوتے اور نبوت کی حقیقت سے واقف ہونے کے بعد انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کو پہچانا ہوتا، تو (سیدنا) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا کبھی انکار نہ کرتے، بلکہ آپ کو بھی اسی نگاہ سے دیکھتے جس نگاہ سے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تھا، کیونکہ اس وقت یہ لوگ حق سے واقف ہو چکے ہوتے اور اہل حق کو ضرور پہچان لیتے، مگر یہ تو انہی باتوں پر جمے رہے جو موسیٰ علیہ السلام کی خبروں میں سنا اور معلوم کیا تھا کہ ان کے ہاتھوں سے بڑی قدر کا ظہور ہوا، اور عجیب و غریب نشانات و معجزات ظاہر ہوئے ہیں جن کے ساتھ آپ نے یہ دعویٰ بھی کیا تھا کہ دوسرا آدمی یہ کام نہیں کر سکتا، جو میرے ہاتھ سے ہو رہا ہے، جسے ہمت ہو مقابلہ کر کے دیکھ لے تو یہ لوگ انہی تاریک جسمانی صورتوں میں معجزات کی صورتوں میں الجھ کر رہ گئے، اور گمان کر بیٹھے کہ یہ سب کچھ موسیٰ علیہ السلام کی ذاتی طاقت اور ذاتی قدرت سے ہوا تھا۔

یہ نہ سمجھے کہ جس نے (اپنی) قدرت کو موسیٰ جملہ انبیاء کا دین ایک ہی ہے | علیہ السلام کے ہاتھوں ظاہر کیا تھا، اسی نے

سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے اپنی قدرت کو ظاہر کیا ہے۔ اور یہ کہ حقیقت میں معبود ایک ہی ہے۔ دین بھی (سب انبیاء علیہم السلام کا) ایک اور خود انبیاء علیہم السلام بھی باہم ایک ہیں سب کی دعوت بھی ایک ہی ہے سب کے ہاتھوں سے قدرت (الہیہ) کا ظہور ہوا، اور قدرت ہی نے ان کو (ان کاموں کا) اشارہ کیا، پھر جس شخص کے ہاتھوں سے قدرت (الہیہ) کا ظہور ہوا اور وہ نبوت کا دعویٰ کرنے کے ساتھ دوسروں کو اپنے مقابلہ کی دعوت بھی دے، (اور کوئی اس کے کاموں کا مقابلہ نہ کر سکے) تو وہی اپنے وقت کا سردار اور اس امت کا نبی ہوتا ہے، سب پر اس کا حق لازم ہوتا ہے (اگر اس شخص کے زمانہ میں کوئی پہلا نبی آجائے تو اس کو بھی اپنی شریعت پر عمل جائز نہ ہوگا بلکہ اس وقت کے نبی کا اتباع لازم ہوگا) پس انبیاء علیہم السلام صرف صورت اور جسم میں الگ ہوتے ہیں حقیقت اور مقصد میں الگ نہیں ہوتے

شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوح الی قولہ ویحدی الیہ من ینیب اے مسلمانو! اللہ نے تمہارے واسطے وہی دین مقرر کیا ہے جس کی وصیت نوح علیہ السلام کو کی تھی اور جس کو آپ کی طرف (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) وحی کے ذریعہ بھیجا ہے اور جس کی وصیت ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کو (یہ کہہ کر) کی کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ پیدا کرنا ہشکین کے اوپر وہ (دین) گراں ہے جس کی طرف آپ ان کو بلاتے ہیں (مگر) اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں اور جو شخص اللہ کی طرف رجوع ہوتا (اور متوجہ ہوتا) ہے اس کو ہدایت کر دیتے ہیں پس انبیاء علیہم

السلام میں کوئی تفرقہ اصلاً نہیں (مقصود سب کا ایک ہے) اور زبردست قدرت والا (خدا) بھی ایک ہے، اس نے اپنی قدرت مختلف صورتوں اور مختلف شکلوں میں ظاہر کی ہے، مگر اپنی ذات سے وہ ایک ہے، نہ وہ کسی خاص مکان میں ہے نہ اس کے اجزاء ہیں، نہ وہ کسی چیز میں انرا ہوا ہے نہ کسی سے بلا ہوا، لیکن وہ اپنے بندوں کے سامنے اپنے افعال اور قدرت سے جلوہ آرا ہے، اس نے اپنے تک پہنچنے کے لئے بہت سے راستے بنائے اور ان راستوں کے لئے رہنما بنائے، ہر رہنما کی ایک خاص علامت ہے، اور ہر راستہ کا خاص دروازہ اور اس پر ایک خاص پردہ پڑا ہوا ہے و ما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا و من وراء حجاب کسی بشر کے لئے یہ بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے (بلا واسطہ) ہمکلام ہو سکے بلکہ وحی کے ذریعہ سے (ہمکلام ہوتا ہے) یا پردہ کے پیچھے سے،

حد سے آگے بڑھنا جائز نہیں | اس دربار کے راستہ میں حدود مقرر اور نشانات لگے ہوئے ہیں جن سے آگے بڑھنا بدو ن اجاز

کے ممکن نہیں۔ پھر جس کو حد مقرر سے آگے بڑھنے کی اجازت دیدی جاتی ہے اس کے لئے دروازہ کھول دیا جاتا اور اندر لے لیا جاتا ہے، اس دربار میں داخل ہونا بدو ن شرح صدر کے ممکن نہیں۔ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

شرح صدر کی تفسیر | شرح صدر کی تفسیر دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا وہ ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ دل میں ڈال دیتے ہیں، عرض

کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نور کی علامت کیا ہے، فرمایا خیالی گھر (دنیا) سے دور ہو جانا اور دائمی گھر (آخرت) کی طرف متوجہ ہونا، اور موت کے آنے سے پہلے موت کے لئے تیاری کرنا "اسی نورانی شرح صدر سے دلوں کے دروازے

کھلتے ہیں، اور رحمت (نبوت) بھی اللہ سبحانہ کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، جس کے دل پر چاہتے ہیں اس کو کھول دیتے ہیں ما یفتحہ اللہ للنا من رحمۃ فلا یمسک لہا اللہ جس رحمت کو گول کے لئے کھول دے اس کو روکنے والا کوئی نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو مجسم رحمت ہیں (چنانچہ ارشاد ہے) وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین اور ہم نے تو آپ کو تمام جہان والوں کے لئے سراپا رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے، پس جس طرح آسمان کے دروازے باران رحمت سے کھل جاتے ہیں، اسی طرح وحی کے دروازے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھل گئے جو تمام جہان والوں کے لئے سراپا رحمت اور پرہیزگاروں کے (بارگاہ الہی میں) داخل ہونے کے لئے دروازہ ہیں، اب سمجھو! کہ قدرت (الہی) کا جو حصہ بھی کسی ظاہری مخلوق میں ظاہر ہوا ہے اس کے پردہ میں ظاہر کرنے والا دوسرا ہے (یعنی حق سبحانہ و تعالیٰ) تو جو شخص ظاہر سے آگے بڑھ کر پردہ والے تک پہنچ گیا اس پر ملکوت کے اسرار منکشف ہو جاتے ہیں اور یہ ان لوگوں میں داخل ہو جاتا ہے جو پاکیزہ میدان میں سیر کرنے والے ہیں۔ اولئک هم الوارثون الذین یرثون الفردوس هم فیہا خالدون یہی وہ لوگ ہیں جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

چراغ وجود سرتلج دو عالم صلی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان | اللہ علیہ وسلم نے اسی جنت

الفردوس کی وراثت کی طرف (مخلوق کو) دعوت دی ہے، آپ وہ عجیب اسرار اور نادربائیں، فصیح زبان عمدہ استعارے ٹھیک ٹھیک مثالیں، مناسب اشارے باریک لازم، واضح کشف، کامل احکام، وسیع سیاسیات، جامع آداب، پاکیزہ اخلاق لائے ہیں جو آپ کے سوا کوئی نہیں لایا اب جس کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں

وہ صورت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے باطنی اور روحانی جمال پر نظر کرنا اور آپ کے روحانی انوار کو نا سوتی جسمانی آفاق کے تمام جوانب پر خاص عزت و وقار اور ہیبت و سکون اور تبسم و شادمانی کے ساتھ پھیلا ہوا دیکھتا، اور ان تمام ظاہری و باطنی صفات کو از خود نہیں بلکہ ان کے ظاہر کرنے والے (خدا) سے قائم سمجھتا، تاکہ ان لوگوں کے درجہ سے نکل کر (آگے بڑھ) جائے جو ظاہر پر ٹھہر کر پیدا کرنے والے سے محبوب (اور دور) رہ گئے۔ یہ شخص سمجھتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ظاہر و باطن اور تمام حرکات و سکنات میں محض (ظاہری) انتظام کرنے والے ہیں۔ آپ کے اندر اپنی کوئی طاقت نہیں آپ سراسر اس ذات میں مٹے ہوئے ہیں جس نے (دینی و دنیوی) انتظامات کے لئے آپ کو قائم کیا ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح (صاف صاف حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرماتا ہے) میں و ما رمیت اذ رمیت ولكن الله رمى (اور جب آپ نے (جنگ بدر میں ایک مٹھی بھر کنکر یاں پھینکی تھیں تو وہ آپ نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں سوچو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کے ایک (ظاہری) فعل میں اس کام سے آپ کو (کیونکر) الگ رکھا ہے یہ بھی فرماتے ہیں کہ آپ نے پھینکا اور ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ آپ نے نہیں پھینکا مطلب ظاہر ہے کہ لوگوں کی نظروں میں تو آپ کا فعل تھا مگر حقیقت میں کرنے والا اور تھا یعنی حق سبحانہ و تعالیٰ اور اس بات کے بتلانے کی اس لئے ضرورت تھی) تاکہ کسی کو آپ کے جسم نا سوتی پر جو (خدا کا) تابع ہے اور ظاہری شکل و صورت پر جو خدا کی بنائی ہوئی ہے (ذاتی) قدرت و طاقت کا گمان نہ ہو جائے اور کوئی آپ ہی کو صاحب تصرف نہ سمجھنے لگے، حالانکہ آپ صرف منتظم (اور ظاہری) مدبر ہیں۔

اگر کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نظر سے دیکھے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے کام کر رہے ہیں

آپ خود تصرف نہیں کرتے اور اس بات کی حقیقت سمجھ لے کہ ظاہر ہونے والی چیز کیا ہے۔ ظاہر کرنے والا کون ہے، پھر ہر ایک کو اس کے درجہ پر رکھے تو حق کھلم کھلا بدون کسی شبہ اور تاویل کے اس پر واضح ہو جائے گا، اور کمزور بات کو صحیح سے الگ ممتاز پائے گا۔ یہ شخص خدا کی ہدایت سے سرفراز ہو گا آدمیوں کی ہدایت سے نہیں۔ اور ان لوگوں میں سے ہو گا جو تقدیر کے راز پر مطلع ہو چکے اور سنی ستانی باتیں ماننے سے جن میں دھوکہ کا احتمال ہے علیحدہ ہو چکے ہیں قل اولو جئتکم باھدے مہا وجد اتہ علیہ آباءکم فرمادیجئے کیا اگر میں اس بات سے جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے زیادہ سیدھا راستہ بتلاؤں کیا پھر بھی تم اسی پر رہو گے) اس آیت میں ایک کھلی مثال دی گئی ہے کہ مشاہدہ کے ہوتے ہوئے

مشاہدہ کے ہوتے ہوئے سنی ستانی بات پر اعتماد نہ کرنا چاہیے

سنی ہوئی باتوں پر جتنا اور مشاہدہ سے آنکھیں بند کر لینا غلطی ہے۔ اس میں تیر نصیحت کے ساتھ معرفت حق کی طرف پہنچا یا گیا ہے تاکہ اس طریقہ سے لوگ اہل حق کو پہچان لیں اور اس بات کو سمجھ لیں کہ جو شخص بدون اللہ کی ہدایت کے ایسی باتوں پر چل رہا ہے جن سے طبیعت مانوس ہے وہ اپنی خواہش اور جہالت کی پیروی کر رہا ہے (کیونکہ اس کو اپنے باپ دادا کے طریقہ کی حقیقت اصلاً معلوم نہیں یہ اس پر صرف اس لئے چلتا ہے کہ طبیعت اس سے مانوس ہے اور یہ سراسر نادانی ہے کیونکہ اگر کوئی شخص زنا اور چوری سے مانوس ہو جائے تو کیا وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ زنا اور چوری اس لئے اچھے کام ہیں کہ میں ان سے مانوس ہوں ہرگز نہیں۔

ہدایت کی حقیقت

اللہ کی ہدایت وہ ہے جو تمہارے سامنے تمام معاملات کی حقیقت کو کھول کر رکھ دے یہ وہ ہدایت ہے جو عقل کے قلم سے دل کی

تختیوں پر منقش ہوتی ہے یعنی یہ ہدایت عقل اور ضمیر سے کام لینے والے کو حاصل ہوتی ہے جب آدمی انصاف کے ساتھ تعصب کو ہر طرف کر کے تلاش حق کے لئے اپنی عقل و ضمیر کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے امداد کی جاتی ہے اور ایک نور دل میں ڈال دیا جاتا ہے جو حق و باطل کو اس کے سامنے الگ کر کے اس طرح رکھتا ہے کہ دودھ الگ پانی الگ ہو جاتا ہے (۱۲) اولئک کتب فی قلوبہم الایمان فیدہم بدورہ منہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو منقش کر دیا ہے اور اپنی طرف سے ان کے اندر ایک روح ڈال کر سدو کی۔

روحانیت والے ہی انبیاء کو پہچان سکتے ہیں جس کی مدد اس روح سے کی جاتی ہے وہی ان لوگوں کو پہچانتا ہے

جن کی امداد روح سے کی گئی ہے۔ وہ جان لیتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو روح القدس کی قوت دی گئی تھی اور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایک روح اتاری گئی یعنی قرآن شریف جو خود بھی زندہ رہنے والا ہے اور مردہ دلوں کو زندہ کر لے والا بھی ہے جس نے یہ بات جان لی اور اس کا مزہ چکھ لیا وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی اللہ کی طرف سے تائید کی گئی ہے اور جو تمام کتابوں پر ایمان لاتے ہیں ان ہی کی شان میں فرمایا گیا ہے والذین

یؤمنون بما انزل الیک وما نزل من قبلک وبالآخرة ہو یوقنون۔ اولئک علی ہدی من ربہم واولئک ہم المفلحون۔ جو لوگ ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا اور آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں یہی ہدایت

پر ہیں اپنے رب کی

لہ یعنی ان کی ہدایت انسانی نہیں کیونکہ انسانی ہدایت میں تعصب و گروہ بندی ضرور ہوتی ہے وہ بے تکلف اپنی اور دوسری قوموں کی کتاب کی غفلت اور تصدیق نہیں کر سکتا

یہ اللہ کی ہدایت کی شان ہے کہ اس نے حقیقت کو کھول کر رکھ دیا تو جتنی سچی کتابیں اور سچے رہنما پہلے آئے تھے وہ سب الٹا ہو گئے اور ان کی نگاہیں مٹ گئیں

طرف سے اور یہی کامیاب ہیں، اور ہدایت تو اللہ ہی کی ہدایت ہے اس کو چھوڑ کر سوائے خواہشات نفسانی اور خیالات نادانی کی پیروی کے کچھ بھی نہیں دلن اتبعواہم من بعد ما جاءك من العلم انك اذا لمن الظالمین۔ اگر تم ان لوگوں کی خواہشوں (اور ان کے خیالات) کی پیروی کرنے لگو بعد اس کے کہ تمہارے پاس علم (لدنی اور کشف الہی یعنی خدا کی ہدایت اور اس کی وحی اور کتاب اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم) آچکا تو یقیناً تم اس وقت ان لوگوں میں داخل ہو گے جو اپنا سخت نقصان کرنے والے ہیں، جنہوں نے اپنے نفس کو مرتبہ کشف سے اتار کر ان لوگوں کے درجہ میں گر ادیا جو اپنی خواہشوں پر چلنے والے اور اپنی غلط رایوں کی اندھیرویوں میں بھٹک رہے ہیں، کیونکہ ان کی رائیں اور ان کی ذہنیتیں طبیعت کے میل سے بھری ہوئی اور مادیت کی تارکیوں کے پردوں سے ڈھکی ہوئی ہیں۔

جو شخص جس قوم کی شمار بڑھائے گا انہی میں سے گنا جائے گا جو شخص جس جماعت کی تعداد بڑھائے گا، انہی میں گنا جائیگا، انہی کے ساتھ قیامت میں اٹھے گا جو شخص جس قوم سے موافقت کرے گا انہی میں داخل ہوگا پس حق کے بعد گمراہی کے سوا کچھ نہیں، اور کشف کے بعد تاریکی میں الجھنے کے سوا کچھ نہیں فاعرض عن تولی عن ذکرنا ولم یود الا الحیوة الدنیا ذالک مبلغہم من العلم۔ اس شخص کی طرف سے منہ پھیر لو جس نے اللہ کی کتاب سے منہ پھیر لیا اور دنیوی زندگی کے سوا کچھ نہیں چاہتا یہیں تک ہی اس کے علم کی پہنچ ہے حیات دنیا سے آگے اس کا علم بڑھتا ہی نہیں اور تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ حیات دنیا حیات اخروی سے غافل کرنے والی ہے، اور جو شخص صلی زندگی کیلئے تیاری کرنے سے پہلو تہی کرے گا۔

وقت سے پہلے تیاری کر لو | وہ دنیوی زندگی سے جدا ہو کر پشیمان ہوگا، جہنم کی آگ میں جلایا جائے گا، اور ایسے وقت میں نصیحت مانے کا جب نصیحت

کچھ نفع نہ ہوگا۔ یقول یلیتنی قد مت لحیاتی فیومئذ لا یعذب عداہ احد ولا یوثق وثاقا احد اس وقت یوں کہیگا کہ اے کاش! میں نے اپنی (اصلی) زندگی کیلئے پہلے سے کچھ (سامان) کر لیا ہوتا پس اس دن خدائے تعالیٰ کے عذاب کے برابر نہ کوئی عذاب کرنے والا ہوگا نہ اس کی جگہ کے برابر کوئی جسکڑنے والا، یہاں تک کہ اس شخص کو معلوم ہو جائے گا کہ زندگی (اصل میں) آخرت ہی کی زندگی ہے۔ اگر پہلے سے اس بات کو جان لیتا تو آخرت اس کے حق میں زندگی کا گھر بن جاتی۔

آخرت ان ہی کے واسطے جیسا ہے جو اس کے ماننے والے ہیں | کیونکہ وہ تو جاننے والوں ہی کے لئے حیات ہے

اور جو اس کے منکر ہیں ان کے حق میں تو موت بدتر ہے لا یموت فیہا ولا یحیٰ (ایسا شخص نہ مردوں میں ہے نہ زندوں میں) اسی لئے اللہ تعالیٰ نے (جہاں آخرت کا تیار ہونا بتلایا ہے وہاں) یہ قید بھی لگا دی ہے لوکانوا یعلمون (پوری آیت یوں ہے) وان الدار الاخرة لھی الحیوان لوکانوا یعلمون اور بیشک دار آخرت ہی سراپا زندگی ہے اگر پہلے سے جان لیتے، حاصل کلام یہ ہوا کہ اگر یہ لوگ پہلے سے جان لیتے تو دار آخرت ان کے حق میں سراپا زندگی بن جاتا۔ مگر ان کے جہن نے ان کو پردہ میں رکھا اور صورتوں (شکلوں) کی تاریکیوں میں پھنسا دیا جسم کے جلیجانی جو طول و عرض و عمق کی دیواروں سے محصور ہے مقید کر دیا کہ عمر بھر جسم کی پرواز اور اس کی راحت رسانی میں لگے رہے اپنی عقل و روح کی آواز کو نہ سنا جو پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ دنیا کی زندگی زندگی نہیں یہ تو خواب خیال کی طرح گزر جائیگی، اصلی زندگی وہاں کی ہے جہاں سے انسان کی عقل و روح آئی اور ایکے جسم سے علیحدہ ہو کر پھر وہیں پہنچنے والی ہے (۱۲) پس یہ لوگ (چونکہ جسم ہی کی تاریکیوں میں اُلجھے رہے روحتا کی روشنی سے انھوں نے آنکھیں بند رکھیں اس لئے) جسم ہی کی طرف ڈھکیل دیئے جائیں گے۔ اور اسی میں (ان کو) عذاب دیا جائیگا۔ پس اجسام کا دوبارہ زندہ ہونا

ضروری ہے صاحب شریعت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہی بتلایا ہے کہ اجسام دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ اور ان میں روہیں لوٹائی جائیں گی جن کو خدا نے توفیق دی ہے وہ اس پر ایمان رکھتے اور دل کھول کر اس کی تصدیق کرتے ہیں کیونکہ شارع علیہ السلام نے بتلادیا ہے کہ جس چیز کا ابتدا پیدا کرنا ممکن ہے اس کا دوبارہ پیدا کرنا کسی طرح محال نہیں ہو سکتا، یہ بات تو مشاہدہ ہے کہ نئی ایجاد کرنے سے ایجاد کردہ چیز کو دوبارہ بتا دینا بہت آسان ہے قل یحییٰہا الذی انشاءہا اول مرة (لوگ پوچھتے ہیں کہ ہڈیوں کے بوسیدہ ہو جانے کے بعد کون زندہ کرے گا؟) کہہ دو وہی زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا تھا۔ عقائد اسلامیہ کا انکار ہٹ دھرم کے سوا کوئی نہیں کر سکتا | اللہ تعالیٰ کی معرفت را اور اس کی قدرت کو

جانتے) اور فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں کو پہچاننے، اور قیامت کے ماننے سے صرف وہی شخص رکتا ہے جس پر شیطان اور ہوائے نفسانی نے غلبہ کر کے حق سے اس کو ہٹا دیا اور بہکا دیا ہے، پھر اللہ نے بھی اس سے نفرت کی اور رسوا کر کے ہمیشہ کیلئے جہنم میں اس کا ٹھکانا بنا دیا۔ ومن یکفر با اللہ وملئکتہ وکتابہ ورسولہ والیوم الآخر فقد ضل ضللاً بعیداً اولئک الذین لعنہم اللہ فاصہم بعد داعی ابصارہم فلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالہا جو شخص اللہ سے اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور آخرت کے دن سے انکار کرے وہ تو گمراہی میں بہت دور نکل گیا، ان لوگوں پر اللہ کی پھٹکار ہے جس نے ان کے کان بہرے اور آنکھیں اندھی کر دی ہیں۔

قرآن اپنی حقائقیت کی دلیل خود ہے | کیا یہ لوگ قرآن کو سمجھتے نہیں یا ان کے دلوں پر تالے لگ گئے ہیں؟ کہ بالکل

بہرے گونگے اندھے ہی بن گئے کسی بات کو سمجھتے ہی نہیں (قرآن اپنی باتوں کے سمجھانے میں کسی خارجی دلیل کا محتاج نہیں وہ اپنے ہر دعوے کے لئے خود ہی دلیل ہے منکروں کو چاہئے کہ اسلام کی جس بات میں ان کو شبہ ہو اس کو بحث و مناظرہ کے بجائے خود قرآن سے حل کریں تعصب کو الگ رکھ کر قرآن کو سمجھ کر پڑھیں پھر اپنے ضمیر کو ٹٹوکیں کہ وہ قرآن کی نسبت کیا فیصلہ کرتا ہے یقیناً ضمیر اندر سے یہی کہیگا کہ قرآن جو کچھ کہتا ہے بالکل حق ہے جس میں شک و شبہ کی صلا گنجائش نہیں ۱۲)

قرآن شریف سمجھنے کا طریقہ اور ادب اور بھلا وہ قرآن کو کیا سمجھے گا جس نے قرآن کی حقیقت ہی نہیں سمجھی، نہ اس کے نازل ہونے اور نازل کرنے والے کو جاننا نہ اس کو پہچانا جس پر وہ نازل ہوا ہے (اور ان کا جاننا پہچاننا اسی پر موقوف ہے کہ تعصب الگ ہو کر قرآن کا مطالعہ کیا جائے بار بار اس میں غور کیا جائے) قرآن ایک بحر محیط ربڑا سمندر ہے جس کے کناروں پر عنبر اور اگر ہر قسم کی خوشبوئیں ہیں، اور اس کے درمیانی جزیروں کے اندر قسم قسم کے جواہرات کی کانیں ہیں۔ قرآن کا ایک ظاہر ہے۔ ایک باطن ایک حد ہے ایک دروازہ، انہی چار بنیادوں پر قرآن کا سمجھنا موقوف ہے۔ ظاہر تو یہی عبارت ہے جو نازل کی گئی تزل بہ الروح الامین ہ جس کو امانت دار فرشتہ (روح القدس) لیکر (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر) اترا، اور باطن وہ ہے جس کو تفسیر کہا جاتا ہے جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہم فقہ فی الدین وعلہ التاویل (اے اللہ عبد اللہ بن عباس کو دین کی سمجھ دے اور اس کی تفسیر قرآن کا علم دے) اور حد وہ درجہ ہے جہاں توقف کرنا (ٹھہر جانا) ضروری ہے یہی وہ موقع ہے جو تشبیہ اور تعطیل کو الگ الگ کر دیتا ہے کہ یہاں

پہنچ کر انسان نہ تو خدا کو مخلوق کے مشابہ سمجھتا ہے نہ صفات سے خالی اور معطل سمجھتا ہے اور مطلع (دروازہ) وہ ہے جس سے اہل کشف الہام غیبی اور روحانی روشنی کے ذریعہ مراد قرآنی کی حقیقت کو (دور سے) جھانک کر دیکھ لیتے ہیں، مراد قرآن کی حقیقت پر صرف وہی شخص مطلع ہو سکتا ہے جس کو کشف اور مشاہدہ سے حصہ ملا ہو جس کا دل تمام روگوں سے (صحیح سالم اور سچا مسلمان ہو کر اللہ کے آگے جھک گیا ہو قال اسلمت لرب العالمین ہ جس نے یہ کہہ دیا ہو کہ میں نے اپنے آپ کو اللہ کے حوالہ کیا جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے) ان فی ذلک لذکر لمن کان لہ قلب اذ القی السمع وھو شہید ط بیشک قرآن میں اس شخص کے لئے نصیحت ہے جس کے پاس (اچھا) دل ہو یا توجہ کے ساتھ (قرآن کی طرف) کان جھکا دے پس (قرآن سمجھنے کا پہلا درجہ یہ ہے کہ قرآن کی عبارت کو سمجھے، (زبان عربی کے قواعد نحو و بلاغت سے واقف ہو) دوسرا درجہ یہ ہے کہ تفسیر قرآن سے واقف ہو، پھر عبارت قرآن کو اسی طرح جاننا ضروری ہے جس طرح قرآن نازل ہوا ہے جس میں اصلاً تغیر و تبدل نہ کیا جائے کیونکہ تفسیر کی بنیاد عبارت قرآن ہی ہے تفسیر عبارت ہی پر مبنی ہے عبارت کی موافقت سے باہر نہیں ہو سکتی، تاکہ قرآن کا مطلب معطل (ویرکار) نہ ہو جائے، اور اس راستہ سے نہ ہٹ جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث میں منقول ہے (اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ تفسیر عبارت قرآن کے موافق ہو اور عبارت اپنی اصلی حالت پر ہو ورنہ اگر عبارت کو بدل دیا گیا یا تفسیر کے لئے عبارت قرآن کے موافق ہو نا ضروری نہ سمجھا گیا تو مطلب کچھ سے کچھ

ملہ خدا کا شکر ہے کہ عبارت قرآن تو ایسی محفوظ ہے کہ اس کے بدلنے کی کسی کو مجال نہیں البتہ بعض جاہل مفسر کمال ایسے پیدا ہو گئے جو تفسیر کا عبارت کے موافق ہو نا ضروری نہیں سمجھتے اس لئے ان کی تفسیر میں اس راستہ سے الگ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و حضرات صحابہ منقول مسلمانوں کو ایسی تفسیریں کیجنا چاہئے اور صرف ان علماء کی تفسیریں پر اعتماد کرنا چاہئے جو کا تاجر علمی علماء کی جماعت مسلم ہے ۱۲ھ

ہو جائے گا اور ہر شخص جو چاہے گا اپنی رائے سے مطلب بتائے گا تیسرا درجہ درمیانی ہے (یعنی اس حد کو معلوم کرنا) جو قرآن کی ظاہری عبارت اور باطنی تفسیر کو جامع اور تشبیہ و تعطیل (وغیرہ) سے مانع ہے یہی وہ حد ہے جو جامع بھی ہے اور مانع بھی۔ چوتھا درجہ یہ ہے کہ قرآن کو اس روشن نور کے ذریعہ سے مطالعہ کرے جو متقیوں کے سوا کسی کے پاس نہیں پایا جاتا، اس نور کے ذریعہ سے قرآن کو سمجھنا (حقیقت میں) اللہ تعالیٰ کی تعلیم (سے سمجھنا ہے) چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وامنوا برسولہ یؤتکم کفلیں من رحمۃہ و یجعل لکم نوراً تمشون بہ و اتقوا اللہ و یعلمکم اللہ ط لے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی رحمت کا دوہرا حصہ دیگا اور تمہارے اندر ایسا نور پیدا کر دے گا جس کو تم لئے لئے پھرو گے (نیز ارشاد ہے) اللہ سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ تم کو (خود) تعلیم دیں گے، پس اللہ سبحانہ فہم

اصل معلم حق تعالیٰ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بواسطہ معلم ہیں (و عقل کے معلم ہیں)

کہ عقل میں سمجھنے کی قوت پیدا کرتے اور اس کو سمجھنے کے قابل بناتے ہیں) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احکام اور حکمت کے معلم ہیں، آپ قرآن سمجھنے کے راستوں سے واقف اور دوسروں کو اپنے ارشاد کے ذریعہ اس مقام تک پہنچاتے ہیں۔ کیونکہ آپ بندہ اور خدا کے درمیان واسطہ ہیں کما ارسلنا فیکم رسولاً منکم یتلو علیکم آیتنا و یرزیکم و یعلمکم الکتاب والحکمۃ و یعلمکم ما لم تکنوا تعلمون واللہ کے انعام کا شکر یاد کرو جیسا کہ ہم نے تمہارے اندر تمہارے ہی میں سے ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا جو تمہارے سامنے ہماری آیات کی تلاوت کرتے اور تم کو پاک کرتے اور کتاب و حکمت سکھلاتے اور وہ باتیں بتلاتے ہیں جن کو تم نہیں جانتے تھے) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بواسطہ (ہدایت الہی کے) ہادی ہیں اصلی ہادی نہیں (اصلی ہادی اللہ تعالیٰ ہیں چنانچہ ایک جگہ تو یوں ارشاد فرماتے ہیں) وانک لتہدی الی صراط مستقیم بیشک آپ سیدھے راستہ کی ہدایت کرتے ہیں (دوسری آیت میں ارشاد ہے) انک لا تہدی من احببت ولكن الله یهدی من یشاء آپ جس کو چاہیں ہدایت (سے کامیاب) نہیں کر سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت (سے کامیاب) کرتا ہے اصل میں اللہ ہی ہادی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راستہ بتلانے کے معلم ہیں اور اللہ سبحانہ اصلی معلم ہیں (چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے) ویعلمکم ما لہ نکونوا تعلمون اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم کو وہ باتیں بتلاتا ہے جن کو تم نہیں جانتے تھے، دوسری جگہ ارشاد ہے، علمہ الانسان ما لہ یعلمہ (اللہ نے انسان کو وہ باتیں بتلائی جو وہ نہیں جانتا تھا) وعلماہ من لدنا علما (اور ہم نے اپنے بندہ کو اپنے پاس سے ایک علم سکھلایا غرض کہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو معلم فرمایا ہے کہیں اللہ تعالیٰ خود اپنے کو معلم فرماتے ہیں، حاصل سب کا یہی ہے کہ اصلی معلم اللہ تعالیٰ ہیں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم بواسطہ معلم ہیں ایک جگہ ارشاد ہے) الرحمن علم القرآن، خلق الانسان علما، البیان، الرحمن نے قرآن سکھلایا انسان کو پیدا کیا اس کو بولنا بات کرنا سکھلادیا، (یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے کو معلم فرمایا ہے) اس جگہ ایک اور بات بھی سمجھنے کی ہے وہ یہ کہ

اللہ تعالیٰ نے علم کو الگ بیان کیا ہے (اول تو یہ قرآن شریف مخلوق نہیں فرمایا کہ الرحمن نے قرآن سکھلایا پھر یہ فرمایا کہ انسان کو

پیدا کیا، یوں نہیں فرمایا کہ الرحمن نے قرآن اور انسان کو پیدا کیا) اس میں بتلادیا کہ اللہ تعالیٰ کا علم جو اس کی صفت ہے وہ مخلوق نہیں (ہاں مخلوق سے اس کو تعلق ہے کہ اللہ نے اپنے علم کو عقل کے قلم سے دلوں کی تختیوں پر لکھ دیا ہے۔ بل ہو

ایات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم (بلکہ یہ قرآن روشن آیتوں کا مجموعہ ہے ان لوگوں کے دلوں میں جن کو علم دیا گیا ہے پس قرآن مخلوق نہیں بلکہ قرآن اللہ تعالیٰ کی صفت علم ہے جو خدا کے ساتھ ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کو مخلوق سے تعلق ہے اسی طرح قرآن کو بھی مخلوق سے تعلق ہے مگر اس تعلق کی وجہ سے خدا کی صفت مخلوق نہیں ہو سکتی پس قرآن بھی مخلوق نہیں)

عقل علم الہی سے فیض حاصل کرتی ہے | غرض عقل اللہ تعالیٰ کے علم ازلی سے فیض حاصل کرتی ہے، اور وہ علم ازلی یہی قرآن ہے

جو سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم جبریل علیہ السلام کے سکھلانے سے حاصل ہوا اور جبریل کا سکھانا اللہ تعالیٰ کا سکھانا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سکھانا جبریل علیہ السلام کا سکھانا ہے۔ پس یوں کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سکھانا اللہ تعالیٰ کا سکھانا ہے (گفتہ اوگفتہ اللہ بود، گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود) فرشتے رسول کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ ہیں اور رسول ہمارے اور فرشتوں کے درمیان واسطہ ہیں، اور سب کو سکھلانے والے ہدایت کرنے والے اللہ ہی ہیں۔ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بیان کرنے والے ہیں، مگر آپ ہدایت کی طرح بیان کرنے میں بھی بواسطہ معلم ہیں، آپ مخلوق کو وہ باتیں بتانے کے لئے مقرر کئے گئے جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے بلایا ہے، ظاہری احکام میں آپ کو ایک قسم کی حکومت حاصل ہے، مگر حقیقت میں حکومت اللہ سبحانہ کی ہے کہ وہی سب کچھ کرنے والے ہیں (چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے) لیبین للناس ما نزل الیہم (ہم نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لئے بھیجا تا کہ لوگوں کے سامنے وہ کلام بیان کر دیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا اور دوسری جگہ ارشاد ہے، یرید اللہ لیبین

لکھ دیکھ سنا سنن الذین من قبک (اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تمہارے واسطے
 احکام) صاف صاف بیان کر دیں اور تم کو ان لوگوں کے راستے دکھلا دیں جو تم سے
 پہلے تھے (یہاں اللہ تعالیٰ نے خود اپنے کو بیان کرنے والا اور ہدایت کرنے والا
 بتلایا) غرض جس چیز کو کسی وقت ظاہر ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف احکام
 ظاہری مقرر کرنے کے لئے منسوب کیا گیا ہے (دوسری جگہ) اس
 کی حقیقت کو بھی تو حیدت قائم رکھنے کے لئے بتلادیا گیا تاکہ کوئی شخص
 انہی باتوں پر نہ ٹھہر جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ظاہر ہوئی ہیں
 اور ظاہر کرنے والے سے غافل نہ ہو جائے، بلکہ سمجھ لے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں
 جو کمالات ظاہر ہو رہے ہیں یہ (در اصل) اُس ذات کی طرف سے ہیں جو ان کمالات کا
 ظاہر کرنے والا ہے، تاکہ تمام کمالات کی ابتداء انتہا اسی کی طرف ہے (چنانچہ ارشاد)
 وانک لتلقى القرآن من لدن حکیم علیہ (بیشک آپ کو حکمت والے جاننے والے
 خدا کی طرف سے قرآن دیا جا رہا ہے) پس آپ تو قرآن اترنے کی جگہ ہیں نہ آپ اس کو
 نازل کرنے والے ہیں نہ آپ کے اختیار میں اس کا نازل کرنا و ماکنت تو جو ان
 یلقى الیک الکتب الارحمة من ربک آپ کو تو اس کا گمان بھی نہ تھا کہ کتاب آپ
 پہنچائی جائے گی یہ سب کچھ محض آپ کے پروردگار کی رحمت سے ہوا، اور کاش کوئی
 مجھ کو بتلائے تو! کہ لکھنے کے بعد کتاب میں اس سے زیادہ اور کیا بات پیدا ہوئی
 کہ وہ کتابت کا محل بن گئی کتابت کو اس نے قبول کر لیا۔ یہ تو نہیں کہ کتابت
 اس کی صفت ہو گئی اور ہمیشہ سے اس میں یہ صفت موجود تھی، بلکہ کتابت کو
 (در اصل) کاتب کی صفت ہے، جو لکھنے کے وقت اسی سے ظاہر ہوئی، کاتب
 سے ظاہر نہیں ہوئی، اور صفت بننے کے وقت بھی اس کی نسبت کاتب کی طرف
 ہوگی، نہ کتاب کی طرف، جب یہ سمجھ گئے کہ کتابت کاتب کی صفت ہے کتابت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک کتاب ہے، تو اب سمجھو کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک

کتاب ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے قرآن اسی طرح لکھا یا ہے جس طرح کاتب تختی میں (حروف و الفاظ) لکھا کرتا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ ظاہر میں تختی پر قلم سے لکھا جاتا ہے اور قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی لوح پر جبریل علیہ السلام کے ذریعہ سے جمایا گیا، یہاں جبریل بمنزلہ قلم کے تھے اور جو کچھ لکھا گیا وہ قدیم اور (خدا تعالیٰ) کلام ازلی ہے لیکن قلم اور تختی یعنی جس نے ظاہر میں لکھا اور جس جگہ لکھا گیا وہ دونوں مخلوق (حادث) ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بھی مخلوق ہے اور جبریل علیہ السلام بھی مخلوق ہیں، اور جو کچھ جبریل علیہ السلام کے واسطے سے اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے وہ قدیم ہے، پس اب سمجھ لو کہ قرآن قدیم ہے اور یہی اللہ کا علم ہے اور اس میں کچھ بھی اشکال کی بات نہیں کہ وہ بندوں کے دل میں اس طرح لکھ دیا جائے جس سے وہ اس کو یاد کر لیں جان لیں نہ اس طرح کہ ان میں پیوست ہو جائے یا کہیں سے منتقل ہو کر آجائے، کیونکہ (اصلی) حافظ (و نگہبان قرآن) کا خود اللہ سبحانہ ہے بندہ حافظ نہیں (چنانچہ ارشاد ہے) انا نحن نزلنا الذکر وانا نحن لحفظونہ بیشک ہم نے ہی اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم خود ہی اس کے محافظ ہیں، روایات میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سبحانہ نے قلم کو پیدا کیا تو اس کو حکم دیا لکھ! اس نے پوچھا کیا لکھوں؟ ارشاد فرمایا کہ مخلوق کے متعلق میرے علم کو لکھ! اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا علم مخلوق کے متعلق جو کچھ ہے وہ لکھا ہوا ہے (پھر بھی علم الہی کو کوئی مخلوق نہیں کہتا تو قرآن اگر دلوں میں لکھا جاتا ہے تو اس سے اس کا مخلوق ہونا کیونکر لازم آگیا؟) اور ایمان بھی لکھا ہوا ہے (چنانچہ

لہ قلم ایک فرشتہ کا نام ہے جو لکھنے کے کام پر مامور ہے ۱۲

ارشاد ہے) کتب فی قلوبہم الا یہاں ۵ (اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان لکھ دیا) بل ہوایات بینت فی صدور الذین اوتوا العلم (بلکہ وہ تو روشن آئینے ہیں ان لوگوں کے سینہ میں جن کو علم دیا گیا ہے پس قرآن ہمارے سینوں میں محفوظ ہونے پر بھی آیات بینات ہی ہے مخلوق نہیں ہو گیا گو ہمارے سینے اور ہمارے دل مخلوق ہیں) اور اس کتابت کی کیفیت

قرآن شریف دلوں میں کس طرح محفوظ ہوتا اس کی کیفیت نہ پوچھو۔

اور دلوں میں اس کے جم جانے کی صورت کو نہ پوچھو؟ کیونکہ اس کے بیان کرنے کیلئے ملکوت کے دروازوں میں سے ایک بڑے دروازہ کو کھولنا پڑے گا، کیونکہ کتابت کے لئے تختی کی بھی ضرورت ہے اور سیاہی اور قلم کی بھی اور ایک لکھنے والا اور اس کا ارادہ اور علم بھی چاہیے، اور یہ سب باتیں علوم مکاشفہ سے تعلق رکھتی ہیں (جن کو بیان نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ ان کا جان لینا اولیاء کا آخری درجہ ہے اور انبیاء علیہم السلام کا پہلا درجہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے قلم اور تعلیم و کتابت و خلقت انسان کا کشف عطا ہوا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے قلم کی حقیقت کا کشف دیا گیا جبکہ آپ نے جبریل علیہ السلام کو پہلی بار اصلی صورت میں دیکھا اور جبریل علیہ السلام نے آپ کو (بغل میں لیکر مجھ سے) دبایا اور کہا پڑھئے! آپ نے جواب دیا کہ میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں، یہ حدیث مشہور ہے، پس وحی سے پہلا کشف جو آپ کو ہوا کتابت، اور قلم، اور تعلیم اور پیدائش انسان کی معرفت کا کشف تھا اور یہ بہت بڑا علم ہے، اسرار کا خزانہ ہے یہی ان تمام علوم کی جڑ ہے جو اس کے بعد

حاصل ہوتے ہیں غرض جبریل علیہ السلام نے پھر آپ سے کہا پڑھئے! تو آپ نے فرمایا کیا پڑھوں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا اقراء باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علقہ اقراء وربك الاکرم الذی علم بالقلمہ علم الانسان ما لم یعلم پڑھئے اپنے پروردگار کے نام سے (شروع کر کے جس نے پیدا کیا) تمام مخلوقات کو، اس نے انسان کو بندھے ہوئے خون سے پیدا کیا، پڑھئے اور آپ کا پروردگار بڑی عظمت والا ہے جس نے قلم کے ذریعہ تعلیم دی، انسان کو وہ باتیں بتلائیں جو وہ نہیں جانتا تھا، اگر تم کو بصیرت سے کچھ حصہ ملا ہے تو ہمارے کلام کے متفرق اجزاء میں وہ باتیں ملیں گی جن سے اس وحی کا مطلب سمجھ جاؤ گے، کیونکہ ہمارے کلام میں اس کی طرف کچھ اشارہ اور تنبیہ موجود ہے، مگر یہ علم صاف صاف بیان نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اسرار کی گہرائیوں میں اتنا خطرناک، اور اسرار کے دروازہ کو کھولنا دشوار، اور جن راستوں میں مخلوق چلنے کی عادی نہیں ان کو سمجھا دینا بہت مشکل ہے، اسرار کا سمندر بڑا گہرا ہے جس میں بہت لوگ غرق ہو جاتے ہیں سو اس شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ بچائے اور نیک بندوں کا وہی محافظ ہے تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے پس ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے دروازہ سے ہدایت حاصل کرو | اس کے دروازہ سے حاصل کرو

ان علينا للهدى وان لنا الآخرة والأولى (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہدایت کرنا ہمارے ذمہ ہے اور ابتداء و انتہا سب ہمارے ہاتھ میں ہے جو شخص قاعدہ کے موافق راستہ طے کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ خود ہدایت کر دیں گے) اور اگر تم جسم کی تاریکیوں میں اُبھے ہوئے عادت کی قید میں پھنسے ہوئے، باپ دادا اور ان استادوں کی تقلید پر جمے رہو گے، جن کو یقین کے نور سے روشنی نہیں پہنچی تو تم کو لوح سے لکڑی کی تختی، اور قلم سے کلک کے قلم، اور ہاتھ سے گوست

پوست کے ہاتھ، اور کاتب سے صورت و شکل والے جسم، کے سوا اور کچھ سمجھیں نہ آئے گا، اس صورت میں تم کو ان باتوں کے سمجھنے کی حرص نہ کرنا چاہیے جن کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے، کیونکہ تم ان کے سمجھنے کے قابل نہیں ہو، بلکہ ان لوگوں کے راستہ پر چل رہے ہو جو اجسام کی ظلمتوں میں پھنسے ہوئے ہیں جن کو اجسام اور ان کے متعلقات کے سوا کچھ معلوم نہیں، (ان کی طرح) تم (بھی) جسم کے سایہ میں ہو جس کے تین حصے ہیں طول و عرض و سمک (لمبائی، چوڑائی، بلندی) اور یہ تینوں حصے ظلمت ہی ظلمت ہیں۔

تم نے تمام معلومات کو احساس (اور مشاہدہ) معلومات مشاہدہ میں منحصر نہیں | کے تحت میں منحصر سمجھ لیا ہے، اور جو چیز مشاہدہ سے باہر ہو کہ نہ مقدار کے تحت میں آ سکے، نہ پیمائش کو قبول کر سکے، اس سے بالکل نا آشنا ہو حالانکہ وہ اتنا بڑا عالم ہے جس کے سامنے یہ اجسام ایسے ہیں جیسے بدن کے آگے سایہ، بہت عظیم الشان عالم ہے وہیں سے تمام احکام اور تقدیریں نازل ہوتی ہیں۔

عالم مثال اور عالم ارواح بہت بڑا عالم ہے | اسے ظاہری صورتوں پر نفیۃ ہونے والے بیدار ہو جا کہ

تو اللہ سبحانہ کے متعلق دھوکہ میں ہے، جن چیزوں کی طرف توجہ رہا ہے اور خدا کو بھی انہی جیسا سمجھ رہا ہے یہ کچھ کو عذاب الہی سے نہیں بچا سکتیں جب ترے اعتقاد کے متعلق اللہ تعالیٰ کی جناب میں یازدہ برس ہوگی اس وقت تیرا یہ اعتقاد کسی کام نہ آئے گا، نہ عذاب سے بچائے گا، نہ آگ کی لپٹ سے

لمہ چنانچہ سائنس پڑھنے والے ہر چیز کو مشاہدہ سے ہی سمجھنا چاہتے ہیں مگر آج تک کسی نے روح انسانی کا مشاہدہ سے پتہ نہ لگایا ۱۲ ظ

نجات دے گا، کیونکہ تو نے اللہ سبحانہ کی بڑی سلطنت کو بیکار سمجھا (کہ سوائے محسوسات کے اور کسی چیز کا قائل نہ ہوا) اللہ کی قدرت کو کمزور قرار دیا، اللہ کی حکمت سے ناواقف بنا رہا تھا، تو نے اللہ کی آیتوں میں تدبیر و تامل سے کام نہ لیا، بلکہ ان کو کھیل بنایا، تو غیب پر ایمان نہ لایا، بلکہ جو بات تیری سمجھ میں نہ آئی اس کو جھٹلایا تھا، تو نے تمام چیزوں کی حقیقت کو اپنے ناقص علم اور خیال فاسد میں منحصر کر دیا، (کہ جس حقیقت کو تیری عقل مانے وہ تو درست باقی سب کو غلط قرار دیتا تھا، بل کہ یواہمالہ محیطوا بعلمہ ولما یا تھم تاویلہ کذات کذب الذین من قبلہم بلکہ جس بات کو یہ لوگ نہ سمجھے اس کو جھٹلانے لگے اور ابھی ان کے سامنے اس کا نتیجہ نہیں آیا، رجب نتیجہ سامنے آئے گا اس وقت آنکھیں کھلیں گی) اسی طرح ان لوگوں نے جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے گذر چکے، (اے نادان، تو اجسام میں مشغول ہو کر خالق اجسام سے اسی طرح اندھا بنا ہوا ہے جیسا وہ لوگ اندھے ہو گئے جو اجسام کو دیکھ کر ان کے علاوہ کسی زائد چیز کے وجود کو نہیں مانتے جس سے اجسام ظہور ہوا اور رنگ برنگ کی صورتیں اور شکلیں جلوہ گر ہوئی ہیں، کیونکہ ان کی عقل اس نور آفتاب) تک نہیں پہنچی (جس نے تمام عالم اجسام کو چمکار رکھا ہے) نہ دن کو اس بات کا پتہ لگا کہ یہ نور غایت درجہ ظاہر ہونے کی وجہ سے ہی جام میں چھپ گیا، اور بہت زیادہ روشن ہونے کے سبب سے ہی لوگوں کی نگاہ سے اوجھل ہو گیا، (کیونکہ فتاعده ہے کہ جو چیز بہت زیادہ ظاہر

لہ مطلب یہ ہے کہ دن میں جتنے اجسام ہکو نظر آتے ہیں وہ خود نظر نہیں آتے بلکہ پہلے آفتاب کی روشنی سے ہماری آنکھیں کھلتی ہیں اس کے بعد دوسری چیزیں نظر آتی ہیں مگر عام لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ جن چیزوں کو ہم دیکھتے ہیں ان کے اندر آفتاب کی روشنی ہم کو پہلے نظر آتی تھی پھر یہ چیزیں نظر آتی ہیں ۱۲ ظ

ہوتی ہے اس کی طرف التفات کم ہوتا ہے مگر اسے نادان! کیا یہ لوگ اس نور میں اور ان اجسام میں جو اس کی وجہ سے روشن ہو رہے تھے، اور اس چیز میں جس نے یہ نور پھیلا رکھا تھا اس وقت بھی فرق کرنے پر مجبور نہ ہوں گے جب یہ نور ان چیزوں سے جدا ہو جائے، اور تمام عالم تاریک ہو جائے گا، کہ ایک چیز بھی نظر نہ آئے گی اس وقت ان کو انکار کی اصلاً گنجائش نہ ہوگی نہ وہ اس نور کو جھٹلا سکیں گے یہی حال تیرا ہے! کہ تو اس وقت صرف اجسام اور ان کی صورتوں میں پھنسا ہوا ہے، تیری نظر اس خالق اجسام تک نہیں پہنچتی جس نے ہر چیز کو اپنے وجود کی تجلی سے چمکایا ہے جس وقت وہ اپنی تجلی کو روک کر ہر چیز کو فنا کر دے گا اس وقت تیری آنکھیں کھلیں گی کہ جن چیزوں کو تو نے موجود سمجھا تھا وہ خود موجود نہ تھیں بلکہ خالق جل وعلا کے وجود کی تجلی نے ان کو وجود دیا تھا، اس وقت تجھے اپنی حماقت پر افسوس ہو گا کہ اصلی موجود سے آنکھیں بند کر کے عمر بھر معدوم ہی کو موجود سمجھتا رہا اگر اب بھی نہ سمجھا ہو تو میں تجھ سے پوچھتا ہوں کہ بتلا! تو روح کے متعلق کیا کہتا ہے؟ کیا روح اور جسم دونوں ایک ہی ہیں یا یہ بدن ہی خود روح ہے اور روح بعینہ بدن ہے یا روح جسم کے علاوہ کوئی چیز ہے جو بدن میں تدبیر و تصرف کرتی ہے؟ میں تو نہیں

لے انسان ذرا سوچے تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ روح بدن سے علیحدہ دوسری چیز ہے کیونکہ بعض فوہ انسان اپنے ہاتھ پیروں کے ایک کام کرتا یا زبان کوئی بات نکالتا ہے اور بعد میں پشیمان ہوتا ہے کہ یہ کام کیوں کیا یا زبان کیوں نکالی؟ کوئی بتلائے کہ یہ شرمندگی اور ندامت کیا اس کے ہاتھ پیروں کو ہوتی ہے یا ضمیر کو؟ پھر یہ ضمیر کیا ہے؟ روح ہی کا نام تو ضمیر ہے نیز بعض فوہ انسان تنہائی میں بیٹھا ہوا اپنے آپ باتیں کرتا ہے کہ فلاں کام اس طرح کرنا چاہیے وہ کام کرنا چاہیے کیا وہ اس وقت اپنے بدن سے باتیں کرتا ہے؟ اگر نہیں بلکہ اپنے ضمیر کی آواز سنتا ہے انسان جہت کہتا ہے کہ میں ایسا ہوں میں ویسا ہوں اس وقت یہ مطلب نہیں ہوتا کہ میرے بدن کا کوئی حصہ ایسا بلکہ اس وقت وہ اپنے ضمیر کی تعریف کرتا ہے وہی روح ہے اور دراصل انسان وہی ہے بدن انسان نہیں مگر افسوس کہ انسان نے خود کو کبھی نہیں پہچانا کہ روح کیا ہے اور کیسی ہے نہ اب تک اس کو دیکھا ۱۲

سمجھتا کہ تو روح کے وجود کا انکار کر سکتا ہے۔ اور اس کو جسم کے علاوہ دوسری چیز نہیں مانتا اگر تو یہ کہے کہ روح (اس ظاہری بدن کے سوا دوسری چیز تو ہے مگر وہ) بھی ایک جسم ہے جو اس بدن سے زیادہ لطیف (اور پاکیزہ) اور اس بدن کے اندر رکھی ہوئی ہے تو (یہ بھی غلط ہے کیونکہ) اس صورت میں تم نے اجسام کے اندر باہم تداخل و حلول کو جائز کر دیا (حالانکہ یہ ناممکن ہے)

روح کے متعلق تحقیق | دوسرے تم نے روح اور جسم کا فرق یا ظل کر دیا (حالانکہ انسان اپنے ضمیر کو ٹٹولے تو اس کا دل خود کہیگا کہ

روح جسم نہیں بلکہ جسم سے الگ کوئی اور چیز ہے، نیز تم نے حدیث صحیح کو بھی جھٹلا دیا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے) ان الله خلق الارواح قبل الاجسام بالثقی عاشر۔ اللہ تعالیٰ نے روحوں کو اجسام سے دو ہزار برس پہلے پیدا فرمایا ہے۔ اگر ارواح بھی اجسام ہیں تو اس حدیث کا مطلب کیا ہوگا؟ تمہارے قول پر تو حدیث کا مآل ایک محال اور متناقض بات کی طرف ہوگا گو یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اجسام کو خود اجسام سے ہی دو ہزار برس پہلے پیدا کیا کیونکہ تمہارے نزدیک تو ارواح بھی اجسام ہیں تو اب حدیث کا مطلب اس کے سوا کیا ہوگا کہ اجسام خود اپنے سے دو ہزار برس پہلے پیدا ہوئے اور یہ بات کسی کی عقل میں نہیں آ سکتی کہ شے اپنے پیدا ہونے سے پہلے پیدا ہو جائے یہ تو بالکل لغو اور غلط مضمون ہوگا اور حدیث کو ایسے مطلب پر ہرگز محمول نہیں کیا جاسکتا بلکہ لازم ہے کہ حدیث کو ایسے معنی پر محمول کیا جائے جو سمجھ میں آ سکے جس سے کچھ فائدہ حاصل ہو، اور وہ یہی ہے کہ ارواح و اجسام الگ الگ دو چیزیں ہیں، پس شریعت کی شہادت سے بھی ثابت ہو گیا کہ روح جسم نہیں، اور جسم اس کو کہتے ہیں جو دو

جوہروں سے یا زیادہ سے مرکب ہوا اور روح جسم نہیں تو بدرجہ اولیٰ وہ جوہر بھی نہیں، اور جب وہ جوہر اور جسم نہیں تو عرض ہونا تو یقیناً محال ہے، کیونکہ عرض کا وجود بغیر اجسام و جوہر کے نہیں ہو سکتا (دوسرے ذوق اس بات کا گواہ ہے کہ روح جسم پر حاکم ہے اس میں تدبیر و تصرف کرتی ہے اور حاکم محکوم سے افضل ہونا چاہیے اور عرض جسم سے افضل نہیں بلکہ جسم سے کمتر ہے) اور جب روح نہ جسم ہے نہ جوہر نہ عرض تو اس کا مرکب ہونا اور جسم کو چھونا جسم سے قریب اور متصل یا جدا ہونا بھی باطل ہو گیا (کیونکہ یہ تمام صفات جسم کے لئے ہوا کرتی ہیں جو چیز جسم نہ ہو وہ قرب و بعد و اتصال و انفصال سے موصوف نہیں ہوا کرتی) اب اگر کبھی یوں کہا جائے کہ (زندگی میں) روح بدن سے ملی ہوئی ہے، اور موت سے جدا ہو جاتی ہے۔ تو یہ کہنا ایک طرح پر صحیح ہے کہ (زندگی میں) روح کی تدبیر اور تصرف بدن سے ملا ہوا ہے، اور موت کے وقت روح کے جدا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اعضا جسمانی روح کی تدبیر و تصرف کو قبول نہیں کرتے (نہ اس کی ثباتیت بدن میں رہتی ہے) اور جب روح کا جسم ہونا عرض ہونا باطل ہو گیا تو عقلاً لازم ہے کہ جسم و جوہر و عرض کی تمام صفات اس سے منتفی (اور الگ) ہوں جیسے اوپر ہونا نیچے ہونا۔ سامنے ہونا پیچھے ہونا، مقابل ہونا، دائیں ہونا بائیں ہونا اندر ہونا، کسی کی طرف ہونا کسی کے پاس ہونا، یا متحرک و ساکن ہونا، ظاہر و مخفی ہونا، پیمائش یا مقدار سے موصوف ہونا، کیفیت اور مکان سے مقید ہونا ان کے علاوہ اور جس قدر اوصاف اجسام و جوہر کے لئے ثابت کئے جاتے ہیں (وہ روح کے لئے ثابت نہیں ہو سکتے) اور اگر کسی وقت (کوئی بات) سمجھانے کیلئے

لہ روح کے جسم نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ جوہر مجرد بھی نہ ہو البتہ اگر تجرد کو صفات خاصہ و الٰہیہ سے کہا جائے تو پھر روح کو جوہر مجرد نہ کہہ سکیں گے و فیہ مجال الکلام وسیع ۱۲

ان اوصاف کو روح کے لئے بیان کیا جاوے گا تو اس میں تاویل کی ضرورت ہوگی،

روح کے وجود سے صانع پر استدلال

پس اے دھوکہ کھائے ہوئے نادان! تجھے (خود اپنے اندر) ایک ایسی موجود شے کا وجود تسلیم کرنا ضروری ہو گیا جو اپنے وجود میں ان تمام اجسام و جواہر و اعراض سے الگ ہے جو اس سے مشاہدہ کئے جاتے ہیں، اور یہ بھی ماننا پڑا کہ اصلی موجود وہی ہے (جسم کا وجود بھی اسی کے ساتھ وابستہ اور تمام حالات و کیفیات کا ظہور بھی اسی کے وجود پر موقوف ہے) اب تو اجسام کے علاوہ کسی دوسرے وجود کا انکار کیونکر کر سکتا ہے؟ اگر اب بھی کوئی یہ کہے کہ میں تو اسی چیز کو مانوں گا جو آنکھوں سے یا حواس سے معلوم ہوتی ہو تو اس سے کہا جائے گا کہ پھر تو نے روح کے وجود کو کیسے مانا؟ کیا روح کو تو نے آنکھوں سے دیکھا ہے یا حواس سے پہچانا ہے؟ ہرگز نہیں، آنکھوں کو یا تیرے حواس کو وہاں تک رسائی نہیں مگر جسم میں اس کے آثار موجود ہیں جن کا انکار نہیں ہو سکتا اسی طرح سمجھ لے کہ یہ تمام عالم اپنے تغیر و انقلاب سے ایک دوسرے وجود کو بتلا رہا ہے جو عالم میں تدبیر و تصرف کر رہا ہے، کسی چیز میں بھی اپنا ذاتی وجود نہیں بلکہ کوئی اور طاقت کام کر رہی ہے جس سے سمجھنے والا دل کی آنکھوں سے دیکھنے والا سمجھتا اور دیکھتا ہے (۱۲) اگر آنکھیں کھل جانے کے بعد بھی تو اندھا ہی بنا رہا، ہٹ دھرمی اور انکار ہی کرتا رہا، تکبر اور ضد یہ جارہا اور محض اپنی نفسانیت سے سنی سنائی باتوں کے پیچھے لگا رہا تو تیرے حق میں ہر دلیل بیکار اور تجھے سمجھانا خبردار کرنا فضول ہے۔

اتمام حجت | حجت تمام ہو چکی، (اور اس ہٹ دھرمی کی وجہ سے) قریب ہے، کہ تو جہنم میں پہنچ گیا، پھر جب جسم کے ادب سے رُخ کی روشنی

جاتی رہے اور موت کے وقت روح اس بدن کی تدبیر کو چھوڑ دے گی، اس وقت
 تجھے اس بات کی حقیقت معلوم ہوگی جس کو تو اب جھٹلارہا ہے، حالانکہ میں صاف
 طور پر تجھے سمجھا چکا، اس وقت ان باتوں کو دیکھ کر جنہیں اس وقت ماننے کے لئے
 تو آمادہ نہیں ہوتا، بلکہ غافلوں نادانوں کی تقلید پر زعم کر پشت کے پیچھے ڈال
 رہا ہے، تو یوں کہے گا قد جاءت رسل ربنا بالحق بیشک ہمارے پروردگار کے
 رسولوں نے سچ کہا تھا، اللہ تعالیٰ نے تیرے اور تجھ جیسے لوگوں کے متعلق
 ارشاد فرمایا ہے هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلَهُ يَقُولُ الَّذِينَ نَسُوهُ
 مِنْ قَبْلِ قَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ فَهَلْ لَنَا مِنْ شَفْعَاءٍ فَيَشْفَعُوا لَنَا اَوْ نَزِدُّ
 فَنَعْمَلُ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ کیا یہ لوگ قرآن کی باتوں کے نتیجہ کا انتظار کرتے
 ہیں جس دن حقیقت سامنے آجائے گی اس وقت یہ لوگ جو پہلے سے اس کو
 بھولے ہوئے تھے بیساختہ کہہ اٹھیں گے کہ بیشک ہمارے رب کے رسولوں
 نے سچ کہا تھا تو کیا یہاں کچھ سفارشی بھی ہیں جو ہماری سفارش کر دیں کہ
 آج ہم کو سزا نہ ملے یا ہم کو (دنیا میں) واپس کر دیا جائے تاکہ جو کچھ اب تک
 کرتے رہے اس کے خلاف (نیک) عمل کر لیں مجھ کو سخت اندیشہ ہے کہ تو
 ان لوگوں میں نہ ہو جائے جنہوں نے اپنی جان کو خسارہ میں ڈالا۔ اور تجھے بخیر
 اسی وقت نظر آئے گا جب اپنی نیند سے بیدار ہوگا،

آدمی موت کے وقت خواب عقل سے بیدار ہوتے ہیں | کیونکہ آدمی (دنیا میں)
 سو رہے ہیں مرنے

کے وقت آنکھیں کھلتی ہیں، اس وقت اس خواب (دنیا) کی تعبیر سامنے آتی
 ہے، جن چیزوں کے ظاہر پر تو اپنے خیال میں جما ہوا تھا اس وقت ان کی
 حقیقت اچھی طرح کھل جاتی ہے، اب تجھ کو اپنے خیال کا الٹا نظر آئے گا

اور جن چیزوں کی طرف تو مائل تھا سب تیرے سامنے سے غائب ہو جائیں گی
وبدا الھم من اللہ مالہ کو نوا محاسبون ہ اس وقت اللہ تعالیٰ کے متعلق ان کے
وہ باتیں ظاہر ہوں گی جن کا ان کو گمان بھی نہ تھا

سُتَبْدِی لَكَ الْاِیَامَ مَا كُنْتَ جَاهِلًا وِیَا تُبٰیكُ بِالْاِخْبَارِ مَنْ لَمْ تَزِدْ

عنقریب زمانہ تیرے سامنے وہ باتیں خود ظاہر کر دے گا جن سے تو ناواقف تھا
اور تیرے پاس ایسا شخص خبریں لے کر آئے گا جس کو سفر خرچ دے کر خبریں
لانے کے لئے تو نے نہیں بھیجا تھا اس وقت موت تجھ سے یوں کہیں گی۔

لَقَدْ كُنْتَ فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكُشِفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ تو
اس دن سے بڑا غافل تھا سواب ہم نے تیرے سامنے سے پردہ اٹھا دیا ہے
آج تو بڑا گھور گھور کر دیکھ رہا ہے، یہ وہ وقت ہو گا جب کہ موت کی پہوشی
اس حقیقت کو سامنے کر دے گی جس سے (دنیا میں) تو پہلو بچاتا اور سیرخی
کر کے جاہلوں کی تقلید پر جما ہوا تھا۔

پھر صور مچو نہ کا جائے گا جو سینگ کی شکل پر ہے جس میں
اتمام حجت تمام مخلوق کی جانوں کی برابر سوراخ ہیں، اس کی آواز
سے تمام جہان والے بیہوش ہو جائیں گے، ہر شخص کے لئے صور میں
ایک سوراخ ہے اگر کوئی پہلے نہ مرا ہو گا تو صور مچو نہ کرنے کے وقت مرجائیگا
صور مچو نہ کرنے والے اسرافیل (علیہ السلام) ہوں گے اس کے بعد تمام
روحیں اور فرشتے صف باندھ کر کھڑے ہو جائیں گے اور بادلوں اور
فرشتوں کے چھرمٹ میں اللہ تعالیٰ کی تجلی ظاہر ہوگی "اس وقت ان
سب باتوں کی حقیقت تیرے سامنے ظاہر ہو جائے گی، کیونکہ تجھ سے

حدیثوں میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کبھی کبھی یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

وعدہ کیا گیا ہے کہ اس حقیقت کو تجھ پر ظاہر کیا جائے گا۔ مگر موت کی بیہوشی طاری ہونے سے پہلے تجھ جیسے (غافل) پر یہ باتیں منکشف نہیں ہو سکتیں جنسے تو (دنیا میں) بھاگتا ہے۔ صورت ایک دفعہ تو مخلوق کو موت دینے کے لئے پھونکا جائے گا دوسری مرتبہ مخلوق کو زندہ کرنے کے لئے پھونکا جائے گا تاکہ سب کھڑے ہو کر دیکھ لیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے کیا (معاملہ) کرنا چاہتے ہیں یہ دن تمام مخلوق کو ایک جگہ اکٹھا کر دے گا تمام مخلوق کے اجزاء باہم مل جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق سب کو دوبارہ زندہ کر دیں گے، سب آدمی آدم علیہ السلام کے قد و قیاس پر اٹھائے جائیں گے چونکہ وہ سب انسانوں کے باپ ہیں، اس لئے انہی کی صورت و شکل پز جمع کیا جائے گا، اور اسی حالت میں سب آدمی اپنے باپ ماں سے ملائے جائیں گے خلقک من نفس واحدة وخلق منها ذوا جہا اللہ نے تم سب کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کے جوڑے کو پیدا کیا عالم انسان کی یہی دو بنیادیں ہیں ایک باپ ایک ماں، یعنی آدم و حوا (علیہما الصلوٰۃ والسلام) دبثا منہما رجا کا کثیرا و نساء پھر ان دونوں سے بہت مرد اور عورتیں پھیلا دیں یعنی ان کی اولاد سے بہت سی اولاد پھیلی، غرض انسان سب کے سب آدم و حوا میں پہنچ کر جمع ہو جاتے انہی کی طرف منسوب ہوتے ہیں، آدم علیہ السلام کے خاکی پتلے کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے گوندھا، خمیر بنایا اور تیار کر کے برابر کیا، اس میں خود ہی روح پھونکی، اور فرشتوں کو ان کے سامنے صف باندھ کر سجدہ کرنے کا حکم دیا فسجد الملائکۃ کلہم اجمعون چنانچہ سب فرشتوں نے جمع ہو کر اس حالت میں سجدہ کیا کہ آدم علیہ السلام ان کے سامنے تھے کیونکہ ان میں اللہ تعالیٰ نے وہ روح پھونکی تھی جو اللہ کے امر سے (ایک خاص چیز) تھی اور روح پھونکنا ہی آدم (علیہ السلام) کے وجود کو

(مع جسم و روح کے) پیدا کرنا تھا یہ نہیں کہ اللہ نے روح کے ذریعہ سے ان کو پیدا کیا ہے (اور روح خود بخود موجود تھی۔ جیسا بعض نادان کافروں کا عقیدہ ہے) کیونکہ عالم وجود میں قیَم کوئی نہیں بجز اللہ تعالیٰ وحدہ کے، اللہ تعالیٰ کے سوا قیَم کوئی نہیں اور صفات الہی اللہ تعالیٰ سے جدا نہیں

ہم یہ بھی نہیں کہیں گے (کہ) ایک تو اللہ تعالیٰ قیَم ہیں اور (دوسرے) ان کی صفات قیَم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات ان سے الگ نہیں کہ ان کو جدا کر کے بیان کیا جائے نہ خدا کی عین ہیں کہ ان کو مستقل طور سے بیان کیا جائے اور خدا کے لُزومات نہ کیا جائے، بلکہ صفات حق تعالیٰ کے ساتھ ہیں نہ عین ہیں نہ الگ ہیں، اور جو چیزیں اس قسم کی ہیں (کہ ان کی حقیقت ہماری سمجھ میں نہیں آ سکتی، ان کے متعلق ہم پہلے بیان کر چکے، کہ ان میں زیادہ بحث نہیں کی جاسکتی بلکہ شریعت میں جو کچھ وارد ہو چکا ہے اس پر ایمان لانا چاہیے اور تفصیل کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کرنا چاہیے) غرض اس دن تمام مخلوق صف بندی کر کے جمع کی جائے گی فرشتے اور روح (القدس) ایک صف میں ہوں گی۔

اور جن ایک صف میں ہوں گے، یہ مخلوق آگ جن اور شیطان کی تحقیق کے خالص حصہ سے پیدا ہوئی ہے، اور شیاطین کی صف جنوں اور فرشتوں سے الگ دونوں کے درمیان ہوگی ان کے آگے عزرا زیل ہوگا جو آدم علیہ السلام کو بہکانے والا ان کا دشمن ان کا مد مقابل ہے یہ سب شیاطین سے بڑا ہے کیونکہ عزرا زیل (ابلیس) کی اپنے لشکر میں وہی شان ہے جو آدم علیہ السلام کی شان اپنی اولاد میں ہے جیسا آدم ابوالبشر علیہ الصلوٰۃ والسلام آدمیوں کی اصل ہیں (اسی طرح ابلیس علیہ اللعنة شیاطین کی اصل ہے

آدم علیہ السلام کی اولاد میں جو بچہ بھی خواہ لڑکی ہو یا لڑکا پیدا ہوتا ہے۔ عزراہیل (شیطان) بھی اپنی اولاد میں اس کا ایک دم مقابل ظاہر کرتا ہے پس شیطان کی اصلی اولاد تو تمام انسانوں کی برابر ہے اور اولاد کی اولاد ان فرشتوں کی شمار کی برابر ہے جو بندوں کے نیک اعمال لکھتے ہیں، جن میں ایک دائیں طرف کا فرشتہ ہے ایک بائیں طرف کا، اس کے علاوہ اور بہت سی گہری باتیں ہیں جو تمہارے سامنے اس دن ظاہر ہوں گی جس دن نتیجہ سامنے آئے گا، پس ہلاکت ہے اس شخص کی جو اس وقت تک غفلت اور نیند ہی میں رہا، اور مبارکباد ہے اس شخص کو جو (پہلے ہی) جاگ گیا، اور بدون موت کے جاگتا دھوا رہے۔

موت کی حقیقت پس دنیا ہی کی زندگی میں موت کے درجہ پر پہنچنا چاہیے کیونکہ موت کی حقیقت یہ ہے کہ اجسام اور صورتوں میں دل نہ لگائے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے دل کو اس کی طرف پھیر دے، اسی سے لو لگائے رکھے، جو شخص اللہ کی طرف متوجہ ہوگا اللہ کی ذات کو اپنے پاس ہی پائے گا۔ ذلک خیر للذین یریدون وجہ اللہ واولئک هم المفلحون یہ بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ کی ذات کو چاہتے ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں، نہ وہ لوگ جو اپنے جیسے آدمیوں میں پھنسے ہوئے ہیں جو شخص اللہ سے ہٹا ہوا اور دوسروں

اللہ تعالیٰ سے بیرخی کرنے کے درجہ میں رگا ہوا ہے وہ مخلوق کے چہروں کو تک رہا ہے اور وہاں تو اُپر تلے تاریکی ہی تاریکی ہے اس کا منہ خدائے پھر ہوا ہے، اور جتنا یہ خدا سے ہٹا ہوا ہے اتنا ہی اس کا چہرہ ٹیڑھا ہے، اگر آنکھ جھپکنے کی برابر ہٹا ہوا ہے تو اس کا منہ ایسا ٹیڑھا ہوگا جیسا آنکھ میں تھوڑا سا

بھینٹنا پٹن ہو، اگر اس سے زیادہ ہٹا ہوا ہے تو ایسا ٹیڑھا ہوگا جیسا آنکھ پوری بھینگی ہو اور اگر گردن بھی کچھ مڑی ہوئی ہے تو ایسا ٹیڑھا ہوگا جیسا نقوہ والے کا منہ ہوتا ہے اور اگر پوری ہی سیرخی ہے کہ (دین سے) پشت پھیر دی ہے، وہ ایسا ہوگا جیسا پشت فیکر بھاگنے والا یہی وہ ہے جس کو پشت کی طرف سے رقیامت کے دن تمام اعمال پانچاگے یہی وہ لوگ ہیں جو خدا کو بھول گئے تھے تو اللہ نے ان کو اپنی جانوں سے ہی غافل کر دیا (یس سمجھ لو کہ) جو شخص اللہ کی طرف متوجہ ہوگا وہ اپنے نفس سے سیرخی کرے گا اور جو اپنے نفس ہی سے سیرخ ہو گیا وہ دوسری چیزوں پر کیا خاک توجہ کریگا؟ تو اس شخص کو موت کی حقیقت حاصل ہوگئی (گو ظاہر میں زندہ ہو۔

رجوع الی اللہ کی حقیقت کیونکہ موت کی حقیقت یہ ہے کہ نفس محسوس اور صورتوں پر التفات کرنا چھوڑ دے، عالم ملکوت کی طرف نظر رکھے،

پھر اللہ کے راستہ میں چلنا شروع کرے، اور اس کی طرف رجوع کر کے عہد کو پورا کرے، اس کی ربوبیت (اور خالق ہونے) کا اقرار کرے، اس کے حقوق کو سجالانے میں لگا رہے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ برے اخلاق سے جدا ہو جائے، اور اخلاق حمیدہ سے آراستہ ہو جائے جب یہ باتیں حاصل ہو جائیں گی اس وقت اللہ سبحانہ کی طرف رجوع صحیح ہوگا اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو جائے اللہ اس کو راضی کر دے گا، اور اس سے راضی ہو جائیگا (انہی کے بارہ ہیں ارشاد ہے) یا ایہا النفس المذنبۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مَرْضِیۃ ط لے اطمینان والی جان اپنے پروردگار کی طرف واپس ہو جا اس حالت میں کہ تو خود بھی راضی ہے اور خدا بھی تجھ سے راضی ہے، جو شخص دنیا میں اللہ سبحانہ کی طرف رجوع ہوگا وہ آخرت میں (اور نئے کے وقت) بھی خوشی سے اللہ کی طرف جائے گا، نہ بردستی نہ جائے گا۔

موت کے اقسام کیونکہ موت دو قسم کی ہے ایک طبعی موت، وہ تو یہ ہے کہ جان کو زبردستی

لے کہ ان کو اپنے بھلے برے کی اصلاح نہیں جان بوجھ کر اپنی جان کو ملاکت میں ڈال رہے ہیں ۱۲ ظ

بدن سے نکالا جائے کیونکہ وہ اس کی محبت و عشق میں الجھی ہوئی ہے، بدن ہی سے مانوس ہے، یہ زبردستی کر کے ہی نکالی جاسکتی ہے، تو لامحالہ اس کے نکالنے میں سخت اوزار اور کانٹوں سے کام لیا جائے گا۔ یہاں تک بدن سے اس کا جوڑ پیوند الگ اور علاقہ بالکل منقطع ہو جائے، یہ تو طبعی موت ہے۔ ایک موت ارادی ہے، وہ یہ ہے کہ نفس بدن سے مانوس ہونا چھوڑ دے، اس کی محبت و عشق اور اس کے کاموں میں مستغرق (و منہک) ہونے سے الگ ہو جائے، بدن سے آخرت کے فائدہ کا کام لے یہ موت ارادی ہے جس کو یہ موت حاصل ہوگئی وہ اس کے بعد کبھی نہیں مرنے کیونکہ موت کا اندیشہ اور اس کی تکلیف اتنی ہی ہوتی ہے جتنے نفس کے محبوب ہوں، موت کا عذاب اسی مقدار سے ہوتا ہے جتنا نفس کو شہوات سے تعلق اور لذات کی طرف میلان اور عشق ہو، جس کے ذریعہ وہ اپنے مرغوبات حاصل کرنے کی کوشش کرتا، اور دنیوی مقاصد کو پورا کرتا ہے، اگر تکلیف کا سبب (پہلے ہی) زائل ہو جائے (کہ نفس کی خواہشوں کو موت سے پہلے ہی مارتا دیا جائے) تو تکلیف بھی زائل ہو جائیگی اور موت کے وقت اس کا کچھ بھی اثر (ظاہر) نہ ہوگا جب تکلیف کچھ نہ ہوگی تو کوئی اندیشہ بھی نہ ہوگا جب اندیشہ نہ ہوگا تو چین ہی چین ہے، جب چین ہی چین ہے تو خوشخبری سُننا اور بشارت ہی بشارت ہے، اور جب بشارت ہی بشارت ہوگی تو بندہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کا مشتاق ہوگا، الا ان اولیاء اللہ لا خوف

۱۔ ہرگز نہیں دانتے دلش زندہ شد بعشق، ثابت است بر جریدۂ عالم دوام ما
۲۔ یعنی روح کو کلفت کا احساس نہ ہوگا گو بدن کو تکلیف ہو کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جس شخص کے قوی جسمانیہ مضبوط ہوتے ہیں موت کے وقت اس کے بدن کو کلفت محسوس ہوتی ہے لیکن اگر اس کو پہلے سے مٹا ارادی حاصل ہے تو روح کو کلفت نہ ہوگی کیونکہ وہ تو دوسرے عالم میں جانیکی مشتاق ہے وہ تو خود در سے توڑ کر بدن کے نکلنا چاہے گی اور خوش ہو کر یوں کہیگی کہ خرم آں روز گزریں منزل ویراں بردم، راحت جان بکیم وز چہ جانان بردم، نذر کردم کہ گرید بسرا میں غم روزے، تا در میکدہ شادان و غزلخواں بردم۔

علیحدہ ولا ہم یخزون سن لو! اللہ کے دوستوں کو نہ کچھ اندیشہ ہوگا نہ رنج ان کے پاس آئے گا، اور جو اللہ سے ملنے کا مشتاق ہوگا اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا چاہیں گے، پس یہ شخص جہاں جا رہا ہے اس کا پہلے ہی سے مشاہدہ کر چکا ہے، اور جس نے اس چیز کا مشاہدہ کر لیا جو اس کے لئے تیار کی گئی ہے وہ شہید ہے، اور شہید مرتا نہیں، اس کی موت بھی حیات ہے بل احياء عند ربہم

مجاہدہ نفس کی شہادت جہاد کفار کی شہادت سے افضل ہے۔ اور جو شہادت نفس کے مجاہدہ، اور اس کی لذتوں اور خواہشوں کے مارنے سے حاصل ہو وہ رتبہ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے نزدیک اس شہادت سے بڑھی ہوئی ہے جو کفار سے لڑنے اور تلواروں کے توڑنے سے حاصل ہوتی ہے (چنانچہ ارشاد ہے) جعنا من الجہاد الا صغری الجہاد الا کبر۔ اب ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ آئے (چھوٹا جہاد تو کفار کو مارنا تھا اور بڑا جہاد نفس کو مارنا یعنی دنیوی لذتوں خواہشوں کی مٹانا ہے) وہ جہاد تو خطرہ سے خالی نہیں، کیونکہ اس میں بہت کم لوگوں کی نیت (اللہ کی واسطے) سالم ہوتی ہے، اس میں تو شہادت کے حاصل ہونے کا گمان ہی ہوتا ہے یقین نہیں ہوتا، اور یہ شخص (جس کی موت ارادی حاصل ہے) جب اس درجہ پر پہنچ گیا اس کی شہادت یقینی ہے، موت ارادی ثواب ہی ثواب ہے، اور طبعی موت عذاب ہی عذاب ہے، جس کو موت ارادی حاصل ہے وہ طبعی موت سے پہلے جاگ جاتا ہے، اور جو جاگ گیا وہ بلاشبہ

۱۔ بعض لوگ محض اپنی بہادری دکھلانے اور ناموری چاہنے کے لئے میدان میں اترتے ہیں یہ لوگ شہادت کا درجہ نہیں پا سکتے ۱۲ ظ

(دوسرے عالم کو) دیکھ لیتا ہے، (چنانچہ ایسے ہی لوگوں کے متعلق ارشاد ہے) الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَارْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النَّبُوَّةِ (سچا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے یعنی ایسے لوگوں کا خواب جو موت طبعی سے پہلے ہی آنکھیں کھول چکے اور آخرت کے انوار کا مشاہدہ کر چکے، اور جس کی آنکھیں کھل گئیں وہ یوں کہتا ہے لَوْ كَشَفْتُ الْغُطَاءَ مَا أَزِدُّ يَقِينًا اگر پردہ اٹھا دیا جائے تو میرے یقین میں کچھ اضافہ نہ ہوگا (کیونکہ اس کو پردہ اٹھنے اور موت آنے سے پہلے ہی موت ارادی حاصل ہے طبعی موت آنے کے بعد اس کے یقین میں کچھ زیادتی نہ ہوگی بلکہ جتنا یقین پہلے تھا وہی نظروں کے سامنے آجائے گا) پس اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے یقین طلب کرو اپنے نفسوں کو مار کر، اور دلوں کو زندہ کر کے، تاکہ فردوس اکبر (بڑی جنت) اور عظیم الشان سلطنت تک پہنچ جاؤ۔

دُعَا وَمَنَاجَاَتُ (بَدْر گاہ قاضی الحاجات)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اے اللہ ہم کو ان لوگوں میں سے کیجئے جن کے اعضاء بدن پر آپ نے مراقبہ (اور اپنی یادداشت) کی سخت بیڑیاں ڈال دیں، اور ان کی باطنی قوتوں پر مشاہدہ کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باریکیاں جمادی ہیں، پس اٹھتے بیٹھتے آپ کا انس ان کے اوپر نگہبان بنا کھڑا رہتا ہے، تو وہ شرمندگی سے

لہ بہانہ آٹھ دعائیں درج ہیں میرا خیال ہے کہ اس کتاب میں حضرت شیخ کے آٹھ وعظوں کو ضبط کیا گیا ہے، حضرت شیخ کے ہر وعظ کے بعد ایک دعا کی ہوگی منافطین نے سب کو آخر میں لکھ کر جمع کر دیا واللہ اعلم

اپنے سروں اور چہروں کو سجدہ کے لئے جھکا دیتے اور غایت عاجزی و ذلت سے آپ کے دروازہ پر اپنے نازک رخسارے بچھا دیتے ہیں پھر آپ نے ان کو اپنی رحمت سے غایت مقصود تک پہنچا دیا۔ صل علی محمد و علی آل محمد وسلم۔

۴ اے اللہ! ہم کو درازی صحبت، اور ہمیشہ کی خدمت، اور (اپنے) احترام کی حفاظت، اور یادداشت کی پابندی اور طاعت کا انس، اور مناجات کی حلاوت اور مغفرت کی لذت، اور دل کی سچائی، اور سچا توکل اور خالص محبت اور عہد کی پابندی، اور وصال (و قرب) کا اعتقاد، اور لغزش سے بچنا اور مقصود کو پہنچنا اور نیک عمل کے ساتھ خاتمہ عطا فرمائیے صل علی محمد خیر البشر وسلم۔

۵ اے اللہ! اے وہ (قادر مطلق) جس نے اپنی محبت کو عاشقوں کی رگ رگ میں پیوستہ کر دیا، اور شک (و شبہ) کے زور کو حسن یقین سے دبا دیا اے اللہ! ہم کو صدیقوں کے دفت میں درج کر دیجئے، اور بڑے درجے والے رسولوں کے راستہ پر ہم کو چلاتے رہیئے یہاں تک کہ ہم اپنے دلوں کو (آپ کے) انس کی لطافتوں سے درست کر لیں اور (آپ کی) ہم نشینی کے تحفوں سے (سرفراز ہو کر) بڑی بڑی غنیمتوں پر کامیاب ہو جائیں، اے اللہ! ہم کو بڑے (اعلیٰ درجہ کے تقوے کا لباس پہنا دیجئے اور تمام بدعتوں اور خطرناک گہرائیوں سے پناہ دیجئے، ہم آپ کے سامنے سچی احتیاج، اور معذرت ظاہر کر کے گناہوں سے استغفار کرتے ہوئے ان سے دور رہنے کا اقرار کرتے ہیں، اے اللہ! آپ نے ہم کو مانگنے کا حکم دیا تو ہمارے دل احتیاج ظاہر کرتے ہوئے فوراً آپ کے پاس پہنچ گئے، اور باطنی آنکھیں آپ کے غلبہ قدرت کو دیکھنے لگیں، اے اللہ! ہم کو باطنی فتنوں کے بوجھ سے بچائیے اور ہم کو ان نیک بندوں کے راستوں پر چلائیے جو بڑی ہمت والے ہیں۔

وصل علی محمد وعلی آل محمد الاطہار و سلم۔

اے اللہ! اے وہ (معبود برحق) جس نے اپنے دوستوں کو آگے بڑھنے والی سواریوں پر سوار کیا اور گریہ وزاری اور اشتیاق کے بازوؤں سے ان کو رفعت دی، اور (اپنے) خوف خشیت اور حسن اخلاق کے بستر پر بٹھلایا اور ان کے گناہوں پر آنکھوں کے بادلوں کو (برسایا) اور آفتاب معرفت کے انوار ان کے دلوں میں ایسے چمکا دیئے جیسا آفتاب اشراق کے وقت چمکتا ہے، ان کے دلوں سے تاریک پردے اٹھا دیئے اور اپنے سامنے (بارگاہ قرب میں) بٹھلایا، کیونکہ ان کے دل (ترانہ محبت) کا رہے ہیں، ازادہ جما ہوا، اطمینان ملا ہوا اور ہمتیں بڑھی ہوئی ہیں،

صل علی محمد وعلی آل محمد سید سادات البشر و سلم۔

اے اللہ! ہمارے لئے وہ چیزیں سستی کر دیجئے جو آپ کا مقرب بنائیں، اور وہ چیزیں گراں کر دیجئے جو آپ سے دور کریں، ہم کو اپنا محتاج بنا کر غنی کر دیجئے، اور اپنے سے مستغنی کر کے محتاج نہ بنائیے، اپنے کرم کے صدقہ سے ہمارے کاموں میں خلوص دیجئے، اپنے ارادہ و مشیت کے طفیل ہم کو ایسا کر دیجئے کہ آپ ہی پر بھروسہ کریں، اپنی مدد کے وسیلہ سے ہم کو ایسا بنا دیجئے کہ آپ ہی سے مدد چاہا کریں، اے اللہ اہل عزت کی عزت اور درجہ والوں کے درجے اور حرمت والوں کی حرمت کے طفیل اور اس ذات کے صدقہ میں جس کی شان میں آپ نے فرمایا ہے۔
المنشور لک صدرک ہمارے سینوں کو ہدایت و ایمان سے کھول دیجئے، جیسا ان کا سینہ کھولا تھا، اور ہمارے (سب) کاموں کو آسان کر دیجئے جیسا ان کے کام آسان کر دیئے تھے، ہمارے واسطے اطاعت کا سہل

راستہ آسان فرمادیجئے اور ہم سے غفلت اور بھول چوک پر مواخذہ نہ فرمائیے، اور فرصت کے دنوں میں ہم سے وہ کام لے لیجئے جو آپ کا مقرب بنادیں اور آپ کو ہم سے راضی کر دیں صلی علی محمد و علی آل محمد و سلمہ

۷۱ اے اللہ! ہماری زبانوں کو اپنے ذکر سے جاری کر دیجئے، اور ہمارے دلوں کو اپنے سوا سے روک دیجئے، ہماری روحوں کو اپنے قرب کی ٹھنڈی ہوا سے تازہ کر دیجئے، ہمارے باطن کو اپنی محبت سے بھر دیجئے، ہمارے دلوں میں بندوں کے لئے بھلائی کی نیت جما دیجئے، ہماری جانوں کو اپنی علم و معرفت سے مانوس کر دیجئے، ہمارے سینوں کو اپنی تعظیم سے لبریز کر دیجئے، اور ہمارے تمام (ظاہر و باطن) کو اپنی درگاہ کی طرف متوجہ کر لیجئے، اپنے ساتھ ہمارے باطن کو اچھا رکھئے اور ہمیں ان لوگوں میں کر دیجئے جو اچھی بات لیتے بُری بات چھوڑ دیتے عافیت کی قدر جانتے اور اس پر شکر کرتے ہیں، اور آپ کی ذمہ داری پر راضی ہو گئے تاکہ آپ ان کے کارساز ہو جائیں ہم کو اپنی عظمت کی تعظیم کی توفیق دیجئے اور اپنی بزرگ ذات کے دیدار کی لذت عطا فرمائیے! اے بزرگی و جلال والے! آپ بہت برکت والے بلند مرتبہ والے ہیں، اے وہ کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ پاک ہیں۔ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ یکتا ہیں کوئی آپ کا سا جھی نہیں اور بیشک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے بندے اور رسول ہیں۔

۷۲ اے اللہ! میں آپ کی ذات کی یکتائی اور ناموں کی وحدت اور صفات کی بے نظیری کے وسیلہ سے درخواست کرتا ہوں کہ ہم کو اپنے جلال کا کچھ حصہ، اور اپنے کمال کی کچھ فرحت عطا فرمائیے، تاکہ آپ کی معرفت میں

ہمارا وجود وسیع ہو جائے، اور ہمارا مشاہدہ آپ پر جم جائے اور اپنے مشاہدہ میں ہم ان دلائل سے خبردار ہو جائیں جو ہمارے اندر ہیں۔ اے اللہ ہمارے وجود کی تاریک رات میں اپنی معرفت کا آفتاب چمکا دیجئے اور ہماری آنکھوں کی کناروں کو اپنی حکمت کے ظہور سے منور فرمائیے اور ہماری زیرت (جسمانی) کے آسمان کو اپنی محبت کے ستاروں سے مزین کر دیجئے، ہمارے افعال کو اپنے فعل میں فنا، ہماری خطا کو اپنے فضل کے دریا، میں غرق، اور ہمارے ارادہ کو اپنے ارادہ میں محو کر دیجئے، اے اللہ ہر مقام میں اپنا غلام بنائے رکھئے، کہ آپ کی بندگی پر جیسے رہیں، آپ کی عظمت کے لئے (تمام دنیا سے فارغ ہو جائیں، آپ کی ربوبیت کے حقوق ادا کرنے) میں لگے رہیں، آپ کے بارے میں ہم کو کسی کی ملامت کا اندیشہ نہ ہو اور آپ پر کوئی الزام بھی نہ لگنے دیں، اے اللہ ہم کو اپنی مرضی پر راضی رکھئے، اور جو تقدیر نازل ہو اس میں ہم پر مہربانی کیجئے، اور آپ کے آسمان سے جو رحمت نازل ہو اس کے لئے ہم کو زمین بنا دیجئے اور اپنی محبت میں ہمارا سب کچھ فنا کر دیجئے، اے اللہ اپنے متعلق ہمارے مطلوب کو صحیح راستہ پر لگائیے اور اپنے سوا کسی اور کا فکر ہم کو نہ دیجئے، اور ہمارے آگے پیچھے جو برائی بھی ہو اس کو دور کر دیجئے، اے اللہ! ہم ان چھپے ہوئے بھیدوں کے وسیلہ سے درخواست کرتے ہیں، اے وہ! کہ اس کے سوا دلوں میں کوئی نہیں پہنچ سکتا درود نازل کیجئے سرداروں کے سردار اور تمام ارادوں کی مراد اپنے حبیب مکرم نبی معظم محمد نبی امی رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل و اصحاب پر اور سلام بھی بھیجئے۔

۱۰ اے اللہ! میں الف معطوف اور اس نقطہ کے وسیلہ سے جو تمام حروف کا مبداء و بنیاد ہے اور بہا کی بارتالیف کی تار شمار کی ثار جلالت کی خیم حیات کی حار خوف کی قحار دلالت کی دال ذکر کی ذال ربوبیت کی زار زلفی کی زار سنا کی سن

شکر کی شین صفا کی صدا ضمیر کی صدا طاعت کی طا ظلمت کی ظا عنایت کی
 عین غنا کی غین وفا کی فا قدرت کی ق کفایت کی کا ف لطف کے لام آمر
 کے میم نہی کی نون الوہیت کی ہمزہ ولا کی واو یقین کی یا اور لا الہ الا انت
 وحدک لا شریک لک وان محمد عبدک ورسولک صلی اللہ علیہ وسلم کے لام
 الف کے وسیلہ سے درخواست کرتا ہوں مخلوق میں آپ کی حمد (وشنا) پھیلی ہوئی
 ہے بخشش کے ساتھ آپ کے ہاتھ کھلے ہوئے ہیں، کوئی آپ کے حکم کے خلاف نہیں
 کر سکتا نہ کوئی آپ کی سلطنت اور ملک اور حکومت کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ آپ مخلوق
 سے جو چاہیں لے سکتے ہیں مخلوق آپ سے کچھ نہیں لے سکتی، اس کے جو آپ ہی
 دینا چاہیں اے اللہ! میں آپ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے وسیلہ
 سے آپ کی طرف متوجہ ہوتا اور درخواست کرتا ہوں اے اللہ! میں آپ کے
 اچھے اچھے ناموں اور اس بڑے اسم اعظم کے وسیلہ سے جس کے ساتھ میں نے
 آپ کو پکارا ہے یہ درخواست کرتا ہوں کہ نبی امی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
 پر درود نازل فرمائیے اور آپ کی پاکیزہ آل اور پاک صحابہ پر اور تمام انبیاء
 مرسلین اور اولیاء و صالحین پر بھی والحمد للہ رب العالمین۔

خاتمہ از مترجم

الحمد للہ شہد الحمد للہ۔ کہ اس مبارک کتاب کا ترجمہ ماہ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ
 میں شروع ہو کر ماہ رجب المرجب ۱۴۳۵ھ کی ۲۷ تاریخ کو بروز کیشنبہ بعد
 نماز عصر اصل کتاب کے ختم تک تمام ہوا اور دعا و مناجات کے ختم تک
 ۲۹ رجب المرجب ۱۴۳۵ھ کو قبل نماز عصر پورا ہوا اللہ تعالیٰ اس ترجمہ کو اپنی

ذات پاک کے لئے خالص فرما کر بوسیدہ سردارِ دو جہاں فخر کون و مکان
سید انس و جہاں سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقبولیت کا
درجہ عطا فرمائیں اور ناچیز مترجم اور اس کے اہل و عیال اور عبد المنان غفر
ناشر اور اس کے تمام اہل و عیال اور تمام مسلمانوں کو اس پر عمل کی
توفیق نصیب فرمائیں۔

یہ ترجمہ حضرت کرمی المحترم مولانا الخشتم مولوی محمد ابراہیم صاحب
راندیری دام فضلہ و علاہ کے ایمان سے کیا گیا ہے۔ ناظرین ہم سب کے لئے
دعائے صلاح دارین فرمائیں اور ناچیز مترجم کو اور ناشر عبد المنان غفر لہ کو
دعا و خیر سے نہ بھولیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی افضل الموجودات خلاصۃ الکائنات سیدنا
و نبینا و حبیبنا و مولانا محمد اذکی الصلوٰۃ و اکمل التحيات و علی الواصیۃ
الذین نالوا بحبہ و نصرتہا اعلی الدرجات و الحمد لله الذی بعزہ
وجلالہ و نعمتہ تتم الصالحات و محتاج رحمت بارگاہ احد
بندہ کمترین ظفر احمد عفا اللہ عنہ تھانوی عثمانوی

بمقام رنگون مدرسہ محمدیہ راندیریہ
رجب ۱۳۵۳ھ

لہ اہ نظر ثانی بمقام دارالعلوم الاسلامیہ اشرف آباد سنڈوالہ یار سندھ ۲۱ محرم ۱۳۵۳ھ کو کی گئی

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى تُحِبُّونَ جُلُودَهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ الْآيَةُ

چوں ارشاد مزبور دال ست بر فضیلت لیں جلو و قلوب
بالذکر یعنی تاثر و تعمیر ظاہر و باطن بالطاعت و مبین ست

حاصل تصوف بطریق تفسیر ائمہ ثقات و

رسالہ

روح تصوف

کہ مقتبس ست از رسالہ البیان المشید ترجمہ البرہان المؤید مثل
بود بر اصول فن یعنی حقایق احوال و مقامات افادۃ لاهل التحقیقات
والتحقیقات بقلم جناب فضل اجل علامہ کامل الاناموی حفظہ طفر احمد رضا
عثمانی تھانوی جمع کردہ شد

ناشر

محمد عبد المنان مکتبہ تھانوی دفتر رسالہ الایقار

مسافر خانہ ہند روڈ کراچی ما

ایم۔ ایچ۔ روڈ

دیباچہ روح تصوف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد والصلوة۔ جب یہ احقر حجب ۱۳۵۷ھ میں کتاب البرہان المویذ کے ترجمہ سے فارغ ہوا جو حضرت غوث اعظم قطب معظم سیدنا الشیخ الکبیر سید احمد رفاخی قدس اللہ سرہ کے مواعظ کا مجموعہ ہے پھر ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ میں حضرت سیدی حکیم الامتہ مجدد الملت مولانا تھانوی دامت برکاتہم کی خدمت بابرکت میں اس ترجمہ کو پیش کیا حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ اس کتاب میں حضرت شیخ نے مقامات سلوک کی جو تحقیق اور تعریف بیان فرمائی ہے وہ بہت عجیب اور پُر مغز ہے اس کو اس میں سے منتخب کر کے الگ شائع کر دیا جائے تو بہتر ہے تاکہ طالبان حقیقت کو سہولت کے ساتھ یہ مضامین یکجا مل جاویں، حضرت والا نے اس کا نام بھی خود ہی روح تصوف تجویز فرمایا چنانچہ یہ وہی منتخب حصہ ہے جو اس وقت ناظرین کے سامنے ہے۔ میں نے اس کتاب میں اتنا اضافہ کیا ہے کہ مقامات سلوک کی حقائق کے علاوہ بعض اہم اور ضروری مسائل یا اصطلاحات تصوف کی تحقیق بھی جو ان مواعظ میں موجود تھی انتخاب میں لے لی ہے اس طرح یہ انتخاب گویا کتاب کے ضروری مسائل اور مہتمم بالشان تحقیقات کا خلاصہ ہو گیا۔

میں نے اس انتخاب میں کوشش کی ہے کہ حضرت شیخ ہی کے الفاظ کا ترجمہ لیا جائے اور اصل کتاب میں اپنی طرف سے بین القوسین جو تشریح کی ہے انتخاب میں اس کو نہ لیا جائے تاکہ انتخاب طویل نہ ہو البتہ کہیں کہیں مختصر جملے صرف توضیح مطلب کے لئے بین القوسین اب بھی آپ کو ملیں گے جن کی ضرورت کو آپ

خود ہی محسوس کر لیں گے اور ان جملات بین القوسین میں بعض وہ ہیں جو حضرت حکیم الامتہ دام مجدہم نے اس انتخاب پر نظر ثانی فرماتے ہوئے اضافہ فرمائے ہیں۔ حضرت اقدس نے اس انتخاب کو ملاحظہ فرمانے کے بعد چند جملے بطور تقریظ کے بھی اخیر میں تحریر فرمائے ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ میں نے اس رسالہ کو دیکھا اس میں وہ باتیں پائیں جن تک بہت لوگوں کی رسائی نہیں ہوئی اللہ تعالیٰ اس کو ہر صغیر و کبیر کے لئے نافع بنائیں۔ آمین۔ والسلام

ظفر احمد عفا اللہ عنہ تھانوی عثمانی

۶- ج ۲ ۱۳۵۷ھ بمقام تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ

روح تصوف

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله حمداً يرضاه لذاته۔ والصلاة والسلام على سيد مخلوقاته ورضي الله عن الصحابة والاولاد واتباعهم من اهل الشرع والحال۔ والسلام علينا وعلى عباد الله الصالحين

توحید کی حقیقت | جو شخص اپنے خالق کو پہچاننے کے درپے ہو۔ اگر اس کی معرفت کسی ایسے موجود پر ختم ہو گئی جس تک اس کا ذہن پہنچ سکتا ہے تو یہ شبہ ہے (یعنی خالق کو مخلوق پر قیاس کرتا ہے) اور اگر خالص عدم تک پہنچ کر مطمئن ہو گیا تو وہ معطل ہے (جو خالق کو صفات کمال سے خالی سمجھتا ہے) اور اگر ایسے موجود پر دل کو قرار ہوا جس کی معرفت سے عاجز ہونے کا دل نے اقرار کر لیا تو یہ موحد ہے۔

احلاص

دین اخلاص کا نام ہے جب تم لا الہ الا اللہ کہو تو ایسے احلاص سے کہو جو

اغیار سے اور تشبیہ و کیفیت اور (عرفی) تحتیت و فوقیت اور قرب و بعد کے خطرات سے پاک ہو۔

عقل انسان کی شرافت جو ہر عقل سے ہے، اور عقل وہ ہے جو نفس کو باندھ دے (یعنی اس کو ایک حد پر روکے رکھے۔ اگر کسی کی عقل نفس کو باندھنے والی اور اس کو ایک حد پر ٹھہرانے والی نہ ہو تو وہ بے عقل ہے۔

عقل کا پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان جھوٹی انانیت (بڑائی اور تکبر) اور بیہودہ دعوے اور اس قسم کی ڈینگیں مارنے سے الگ ہو جائے کہ میں نے یہ کھولا اور وہ باندھا۔ اس کو دیا اور اس سے چھینا۔ اس وقت (تدریجاً) اس کی اعلیٰ مقام تک رسائی ہوتی ہے۔

مرد کامل کی تعریف جو شخص ہر سائنس پر اپنے نفس سے باز پرس نہ کرے اور اس کو متہم نہ سمجھے وہ ہمارے نزدیک مردوں کے دفتر میں نہیں لکھا جاتا۔

صوفی کی حقیقت صوفی وہ ہے جس کا باطن دنیا کی تمام کمورتوں سے پاک ہو چکا ہو اور (اس پر بھی) اپنے کو دوسروں سے کسی درجہ میں بھی زیادہ نہ سمجھے۔

توحید ہمارا پروردگار وہ ہے کہ کوئی عقل اس کو خاص کیفیت (اور صورت) سے نہیں سمجھ سکتی اور نہ کوئی نگاہ اس کا ادراک (واحاطہ) کر سکتی ہے۔

نفس کی بدترین خواہش یہ ہے کہ غیر خدا پر نظر کرے۔ خالق کو چھوڑ کر مخلوق سے دل لگائے۔ عاقل غیر خدا سے دل لگا کر کیا پائے گا؟ غیر خدا کی تاثیر کا قائل ہونا قلیل ہو یا کثیر کلی ہو یا جزئی شرک ہے (اس کے قائل ہونے سے مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے متصرف و موثر ہونے سے ذہول ہو)۔

یعنی اللہ تعالیٰ کو مخلوق کی مشابہت اور انسان کی کیفیات سے اور عرفی بلندی و بستی اور دوری و نزدیکی سے پاک سمجھو ۱۲ ظ

دھوکہ کی پہچان | جس کو اپنے گمان میں، قرب الہی زیادہ حاصل ہو مگر خوف زیادہ نہ ہو تو سمجھ لو کہ وہ دھوکہ میں ہے (یہ خوف وہ ہیبت ہے جو عظمت کے ثبوتی ولایت تو واضح اور ادب کا نام ہے) ولایت فرعونیت یا نمرو دیت نہیں ہے فرعون نے انا سر بکھلا اعلیٰ کہا تھا مگر پیشوائے اولیاء سردار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لست بملک میں بادشاہ نہیں ہوں، آپ نے بڑائی اور مائت و سرداری کے لباس کو اتار کر پھینک دیا تھا۔

ادب کی حقیقت | جس شخص کو یہ خبر نہ ہو کہ اس کے نفس پر اللہ تعالیٰ کے کیا حقوق ہیں اور اس کے امور و نہی کی تعمیل نہ کرے وہ ادب سے کوسوں دور ہے مشائخ طریق کا ادب کرو کیونکہ جو شخص مشائخ کے دلوں کی حفاظت نہیں کرتا، (ان کے شکرد و کلفت کی پروا نہیں کرتا) اللہ تعالیٰ اس کے اوپر ایسے کتے مسلط کر دیتے ہیں جو اس کو تکلیف پہنچاتے رہتے ہیں۔ اپنے سے بڑے کی صحبت کا ادب یہ ہے کہ اس کی خدمت کرو، اپنے برابر کا ادب یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایثار و ہمدردی کرو۔ چھوٹوں کا ادب یہ ہے کہ ان پر شفقت کرو ان کی تربیت اور خیر خواہی کرو، عارف باللہ کا ادب یہ ہے کہ اس کی صحبت میں موافقت سے رہو۔ (مخالفت نہ کرو) مخلوق کے ساتھ خیر خواہی سے رہو اور اپنے نفس کے ساتھ مخالفت سے رہو اور شیطان کے ساتھ عداوت اور دشمنی ہو۔

شکر | نعمت کا شکریہ ہے کہ نعمت کی قدر و منزلت پہچانے، شکر کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت سے اس کی نافرمانی میں مدد نہ لے۔ شکر یہ ہے کہ دل اپنے منعم کے ساتھ ادب کے ساتھ راستہ پر چلا رہے۔ شکر یہ ہے کہ بندہ اپنے پروردگار سے جیسا اس کا حق ہے ڈرتا رہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ کی عظمت کی جائے نافرمانی نہ کی جائے اس کو یاد رکھا جائے بھولانے کا اس کی قدر کی جائے نافرمانی نہ

کی جائے۔ شکریہ ہے کہ جس کام سے منعم تعالیٰ شانہ ناراض ہوا اس سے بچے شکر یہ ہے کہ منعم پر نظر کرے نعمت پر نظر نہ کرے یعنی بالذات شکریہ ہے کہ منعم کی طلب میں لگا رہے اور دنیا و مافیہا کو چھوڑ دے۔

زہد | خدا کی طلب زہد کے ساتھ ہی درست ہوتی ہے اور زہد وہ ہے جو دنیا کو چھوڑ دے اور اس کی پروا نہ کرے کہ کس نے اس کو لیا۔ زہد آرزو کم کرنے کا نام ہے۔ موٹا کھانا اور عبا پہننے کا نام نہیں۔

معرفت | جو اپنے نفس سے اور تمام اغیار سے الگ ہو گیا جس سے طبیعت کے کروفر ساز و سامان تکبر و عجب، پرلات ماردی وہ جہل کی قید سے چھوٹ گیا (اور عارف ہو گیا) حقیقت (معرفت کی) وہ نہیں جیسا تم سمجھتے ہو کہ اوئی جتہ ہوا اور سر پر کلاہ ہو اوپنے کپڑے ہوں بلکہ (معرفت یہ ہے کہ) رنج و غم کا جتہ ہو، پچائی کا تاج ہو، توکل کا لباس ہو (اگر ایسا ہو تو) بس تم عارف ہو گئے۔ عارف کا ظاہر شریعت کی چمک سے اور باطن محبت کی آگ سے خالی نہیں ہوتا۔ وہ حکم کے ساتھ ٹھہر جاتا ہے اور راستہ سے ہٹنے نہیں پاتا۔ اس کا دل وجد کی چنگاریوں پر لٹا رہتا ہے، اس کا وجد ایمان ہے، اس کا سکون یقین ہے۔

احسان | یعنی اخلاص یہ ہے کہ اللہ کی عبادت اس طرح کریں یا اس کو دیکھ رہا ہے کیونکہ اگر تو اس کو نہیں دیکھتا تو وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے صادق و صدق (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یونہی فرمایا ہے۔ احسان ہم پر لازم کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح کھڑے ہوں جیسا اس کو دیکھنے والا اس کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور اللہ سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔

عبدیت | سچی عبدیت یہ ہے کہ بندہ اپنے کو آقا کے حوالہ کر دے۔ درویش جب اپنے نفس کے لئے کسی سے انتقام لیتا ہے مشقت میں پڑ جاتا ہے اور جب اپنا معاملہ مولیٰ کے سپرد کر دیتا ہے تو وہ خود اس کی مدد کرتا ہے۔

کامیاب اور ناکام | خسارہ میں وہ ہے جس نے اپنی عمر طاعت خداوندی کے خلاف (تافرانیوں میں گزار دی۔ زاہد وہ ہے جس نے ان تمام چیزوں کو چھوڑ دیا جو اللہ تعالیٰ سے غافل کرتی ہیں صاحبِ اقبال وہ ہے جو اللہ کی طرف متوجہ ہو گیا جو اُمرد وہ ہے جو اللہ سے نیچے نہ اترا (یعنی مخلوق پر متوجہ نہ ہوا) قوی وہ ہے جس نے اللہ سے قوت حاصل کی۔

توحیدِ خالص | یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی پر نظر نہ کرو کیونکہ وہ یکتا ہے۔ جب تم نے یا اللہ کہا تو اللہ کو اہم اعظم سے یاد کیا مگر تم اس کی ہمیت اور عظمت سے (ہنوز) محروم ہو کیونکہ تم نے اپنی شان کے موافق کہا ہے اس نام کی شان کے موافق نہیں کہا۔ غنا اور افلاس | سب سے بڑی غنا (اور تو نگری) اللہ تعالیٰ سبحانہ سے (دل کا) مانوس ہونا ہے اور سب سے بڑا افلاس یہ ہے کہ ہمیشہ مردوں ہی مانوس رہے (یعنی مخلوقات سے) دلوں کے پردوں میں سب سے موٹا پردہ وہ مخلوق کی طرف جھکنا ہے (موٹا اس لئے کہا کہ اس میں سے حق کا مشاہدہ نہیں ہوتا کثیف پردہ کی یہی شان ہوتی ہے)۔

طریق معرفت | بندہ کس لئے اپنے پروردگار کو پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو پہچانے جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا۔ جس نے یہ جان لیا کہ میں خدا کا ہوں (یہ ہے اپنا پہچاننا) وہ اپنا سب کچھ خدا پر قربان کر دے گا۔ (یہ حق ہے خدا تعالیٰ کو پہچاننے کا) طریق رسوخ ذکر | ذکر اللہ کی پابندی کرو کیونکہ ذکر وصال (حق) کا مقناطیس ہے قرب کا ذریعہ ہے۔ جو اللہ کو یاد کرتا ہے وہ اللہ سے مانوس ہو جاتا ہے اور

۱۱ پس جو لوگ اللہ کی معرفت سے محروم ہیں وہ خود اپنی حقیقت سے بھی جاہل ہیں اور اس سے بڑھ کر کون نادان ہوگا جس کو اپنی بھی خبر نہ ہو اب خود فیصلہ کر لو کہ علم کیلئے اور عالم کون ہے ۱۲

جو اللہ سے مانوس ہو جاتا ہے۔ وہ اللہ تک پہنچ گیا مگر اللہ صحت (عارفین) کی برکت سے دل میں جمتا ہے (کیونکہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔)

صحبت مشائخ کی ضرورت | اس علم سے کیا فائدہ جس پر عمل نہیں؟ اور اس عمل سے کیا نفع جس میں اخلاص نہیں، اور اخلاص ایک خطرناک راستہ کے کنارہ پر ہے۔ (اب بتلا) تجھے عمل کے لئے کون اٹھائیگا؟ ریا کے زہر کا جو تیرے اندر بھرا ہوا ہے کون علاج کرے گا؟ اور اخلاص (حاصل ہو جانے) کے بعد تجھے بے خوف و خطر راستہ کون بتلایگا؟ جاننے والوں سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون (اور یہ جاننے والے مشائخ ہیں اور ان سے پوچھنا حقیقتہً و نافع جو ان کی صحبت کے ساتھ ہو)

طریق وصول | جس نے اپنے کو ارادت میں ثابت قدم رکھا وہ مراد (و محبوب) بن گیا، جس نے اپنے کو طلب میں مضبوط رکھا وہ مطلوب بن گیا۔ جو دروازہ پر پڑا رہا وہ دہلیز پر پہنچ گیا اور جس کی نیت اندر پہنچ کر بھی اچھی رہی (کہ اب بھی غیر حق سے یعنی انوار ملکوت وغیرہ سے دل نہ لگایا) وہ بارگاہ وصال میں صدر نشین ہو گیا، طریق کمال ذکر | جب تم تقدیر سے معارضہ (اور ناگواری) کی رسی کو تسلیم و رضا کی تلواریں سے کاٹ دو گے اس وقت تم اللہ کو (اچھی طرح) یاد کرو گے (پس کمال ذکر حاصل کرنا چاہو تو تقدیر سے ناگواری چھوڑ دو جیسی محبت جلوہ گر ہوگی)

طریق صفائے عقل | عقل علم کی چوٹی ہے مخلوق کو علم کا شرف بدون عقل کے حاصل نہیں ہو سکتا (اور) عاقل وہ ہے جس کو حکمت دین کی سمجھ (حاصل) ہو، جو عقل دین کا احاطہ نہ کرے وہ عقل نہیں اور جو دین عقل پر غالب نہ ہو وہ دین نہیں مگر تمہارے پاس وہ ریاضت و مجاہدہ کہاں ہے؟ جو آئینہ عقل سے

غفلت کا غبار مٹا دے۔ رہنمائے اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی حوالہ
و اخلاق اور قول و فعل میں کہاں ہے؟ (جو دل کے پردے کھول دے) پہلے یہ سکے
لاؤ پھر یہ سامان خریدو۔

سخاوت کی ضرورت | سخاوت کی ڈور کو مضبوط تھا مو کیونکہ وہ زہد کی علامات
میں سے ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ وہ تو زہد کا دروازہ ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ سخاوت
کامل ہو جائے تو بس وہی پورا زہد ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے والے کا
پہلا قدم سخاوت ہے۔

سماع کی حقیقت | ان حضرات نے سماع سنا اور ان کے دل خوش ہو گئے
مگر وہ اچھی بات سنتے ہیں تو اس کا اتباع کرتے ہیں بری بات سنتے ہیں تو اس
سے الگ رہتے ہیں ان حضرات نے حلقے مقرر کئے اور ذکر کی مجلسیں کھولیں اور
ذکر سے ان کو وجد ہوا ان کے نفوس پاکیزہ ہو گئے ان کی روحیں بلند ہو گئیں
ان پر حالت ذکر و سماع میں اخلاص کی بجلیاں چمکنے لگیں اب تو ان کو دیکھئے گا
کہ موجودات کی حالت سے بخیر ہو گئے اور غائب سے خبردار ہو گئے پھر وہ
ان شاخوں کی طرح ہلنے لگے جو ہوا سے ہلتی ہیں خود نہیں ہلتیں یہ حضرات وجد
میں لا الہ الا اللہ کہتے ہیں اور خدا کے سوا کسی چیز میں ان کا دل مشغول نہیں ہوتا۔
وہ اللہ کہتے ہیں اور صرف اللہ ہی کی بندگی کرتے ہیں کبھی ہو کہتے ہیں اور اسی میں محو
حیراں ہو جاتے ہیں نہ کسی دوسرے (کی یاد) میں۔ جب گانے والا ان کو گانا سنانا ہے
تو اس سے (محبت کا) تذکرہ سنتے ہیں جس سے ان کی ہمتیں اللہ کی یاد میں بلند ہو جاتی
ہیں۔ ہاں جھوٹے (صوفی) سے مواخذہ کیا جائیگا اس پر سماع حرام ہے۔ اس کو تاکید کی جا چکی
کہ جب تک سچا حال پیدا نہ ہو جائے مجالس سماع میں حاضر نہ ہو یہ کہاں اور وہ کہاں؟ وہ تو
فرشتوں میں شمار کئے جانے کے لائق ہیں (کیونکہ) انھوں نے اپنے (حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

نفس پر قابو پالیا ہے ان کا نفس مرچکا ہے وہ روح کے بازوؤں سے اڑتے ہیں جو ان کو اللہ تعالیٰ کے پاس لیجا کر قریب اور بہت قریب کر دیتی ہیں اور ایسے لوگ بہت کم ہیں انھوں نے اخلاص حاصل کیا اور غلامی (نفس) کی قید سے چھوٹ گئے آزادی کا درجہ پالیا خدا کے سوا کوئی ان پر قابو یافتہ نہیں سچ یہ ہے کہ آزاد بلکہ پورے آزاد وہی ہیں خواہ راحت میں ہوں یا تکلیف میں۔ میں ایسے سماع کو لیکر کیا کروں؟ جس میں بغیر دل کی حرکت کے لوگ اچھلتے ناچتے ہیں نفس کی گندگی لے سسے پیر تک ان کو گھیر رکھا ہے اس ناقص حالت میں صرف ناچنے کو دینے سے یہ لوگ ذاکرین میں کیونکر شمار ہو سکتے ہیں؟ ورب تال تلا القرآن مجتہداً بین الخلائق والقوان یلعنہ (جب نفس کے لئے تلاوت قرآن کرنے سے بھی انسان ملعون ہو جاتا ہے تو ایسے سماع سے کیونکر ملعون نہ ہوگا) اللہ کے کچھ فرشتے عرش کے نیچے خوبصورت نوجوان ہیں وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں اور گاتے اور ناچتے ہیں اللہ کی یاد سے ان کو نشاط ہوتا ہے۔ یہ وہ روحیں ہیں جو اللہ کے لئے اللہ کی (یاد کے) ساتھ ناچتی ہیں اور تو بیچارہ اپنے نفس کے لئے نفس کو ساتھ لئے ہوئے ناچتا ہے وہ حقیقت میں ذاکر ہیں اور تو خسارہ اور فتنہ میں ہے، حضرات صوفیہ ذکر سے حرکت میں آنے کو اسی وقت رقص کہتے ہیں جب اس کا محرک روح کی طرف سے ہو ورنہ ناچنے کو دینے والے کہاں؟ اور ذاکرین کہاں؟ ذاکرین کی طلب سراسر حق ہے اور ان ناچنے والوں کی طلب سراسر گمراہی ہے۔

سارت مشرقہ و سارت مغربا ۛ شتان بین مشرق و مغرب

لہ (حاشیہ متعلقہ صفحہ ۲۸۹) اب ناظرین خود فیصلہ کر لیں کہ آجکل کے سماع ہر رنگوں کے سماع پر منطبق ہو سکتا ہے یا نہیں حالانکہ وہاں فساق و فجار اور یہودہ والوں کا تو ذکر کیا مزا میرا درجہ وغیرہ کا بھی گزرنہ تھا ہاں بعض اہل اللہ سے صرف دف کے ساتھ سماع ثابت ہے جس کی بعض مواقع میں فقہار نے بھی اجازت دی ہے ۱۲۔ ۱۳۔ اور جنھوں نے دف سے تجاویز کیا ہے ان کی اجتہادی غلطی ہے ۱۲ حضرت حکیم الامتہ ۱۲

دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے، ناچنے والے تو جھوٹے ہیں، اور خدا کریم کو خدا تعالیٰ یاد فرماتے ہیں (وہ ملعون اور یہ محبوب ہیں) اور ملعون و محبوب میں بڑا فرق ہے، جب تم ذکر کی مجلسوں میں قدم رکھو تو مذکور کا دھیان رکھو (یعنی اللہ تعالیٰ کا) اور ہوش کے کانوں سے سنو۔ سچا وجد خدا کو پانا ہے۔ اپنی خواہش سے کوئی کام نہ کرو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ مجھے سماع سے نفرت ہے کیونکہ میں تو اس درجہ پر پہنچ چکا ہوں بلکہ یہ کہتا چاہتا ہوں کہ جو درویش اس درجہ کو نہیں پہنچا میں اس کے لئے سماع کو پسند نہیں کرتا کیونکہ اس میں بہت فتنے اور بلائیں ہیں جو سخت گناہوں میں پھنسانے والی ہیں اور اگر کسی کو ایسی ہی مجبوری ہو تو گامے والا دیندار مخلص ہو جو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت سنائے اللہ تعالیٰ کی یاد تازہ کرے اور بزرگوں کا تذکرہ کرے اس سے آگے نہ بڑھے اور مرشد عارف کے ذمہ یہ لازم ہے کہ سماع سے خاص اثر لیکر اللہ تعالیٰ کی اجازت و قدرت سے اہل مجلس کے دلوں پر بھی وہ اثر پہنچائے (توجہ سے اور تعلیم سے)

مرد کامل کی پہچان | مرد وہ ہے جو اپنے حال سے (مریدوں کی) تربیت کرے نہ وہ جو نری باتوں ہی سے تربیت کرے، اور جو حال و مقال دونوں کا جامع ہو کہ حال سے بھی تربیت کرے اور مقال سے بھی وہ تو بڑا کامل مرد ہے۔

آداب ذکر | ذکر کے آداب میں سے سچا ارادہ۔ کامل عجز و انکسار اور تمام عالم سے یکسو ہو جانا اور عبدیت کے قدم پر مضبوطی کے ساتھ کھڑا ہونا اور جلال الہی کا لباس پہن لینا ہے یہاں تک کہ ذکر کو اگر کوئی کافر بھی دیکھے تو اس کو یقین ہو جائے کہ واقعی یہ اللہ تعالیٰ کو ماسوا سے الگ ہو کر یاد کر رہا ہے، جو اس کو دیکھے اس کی

لہ مثلاً قبض شدید میں مبتلا ہو جس سے قلب کیفیات محبت و طلب خالی اور کورا ہو جاتا ہے اس وقت اگر کوئی تدبیر نافع نہ ہو تو شرائط مذکورہ کے ساتھ نہ سماع کی اجازت ہے کیونکہ قبض شدید سے بعض دفعہ ہلاکت نوبت پہنچ جاتی ہے ایسے وقت میں فقہار نے بھی تدابیر کو جائز کیا ہے سمعۃ من حکیم الامتہ ج ۱۲

ہمیت طاری ہو جائے، اور اس کی ہیبت کی بجلیوں کا ایسا اثر ہو کہ دوسروں کے برے خیالات کے کبار کوڑے کو ہوا میں ذروں کی طرح اڑا دے، اگر کسی ذاکر کی حالت اس درجہ کی نہ ہو تو عام طور پر اس کی اچھی حالت کا معیار استقامت (اعمال)، ضبط اقوال اور باطنی وظاہری آداب کا جامع ہونا ہے جتنا بھی ہو سکے نیز اسوائے (حق) سے نگاہ کو روک لینا۔

محبت حق کی علامت | اللہ تعالیٰ جس بندے سے محبت کرتے ہیں اس کو وہ عیوب دکھلا دیتے ہیں جو خود اس کے اندر ہیں، اللہ تعالیٰ جس سے محبت کرتے ہیں اس کے دل میں تمام مخلوقات کی محبت و شفقت پیدا کرتے ہیں اور اس کے ہاتھ کو سخاوت کا عادی بنا دیتے اور نفس میں بلندی ہمت (اور چشم پوشی) پیدا کر دیتے اور اپنے عیوب پر نظر کرنے کی توفیق دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اپنے کو سب سے کمتر دیکھنے لگے اور کسی قابل نہ سمجھے۔

عارف کی پہچان | جب دوسرے خوش ہوں عارف غمگین ہوتا ہے، وہ بے چین ہوتا ہے مگر ناامید نہیں ہوتا، اس کی خوشی تھوڑی ہے، رونا زیادہ ہے اس کو ہر وقت اپنے محبوب کی طلب ہوتی، اور اپنے عیوب اور گناہوں کا فکر لگا رہتا ہے۔

وصول کا قریب تر اور سہل تر راستہ | میں نے اپنی جان کھپادی اور کوئی راستہ نہیں چھوڑا جس کو طے نہ کیا ہو اور صدق نیت و مجاہدہ کی برکت سے اس کا صحیح ہونا معلوم نہ کر لیا ہو، مگر سنت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنے اور ذلت و انکسار والوں کے اخلاق پر چلنے اور سراپا حیرت و احتیاج یتنے سے زیادہ کسی راستہ کو قریب تر روشن تر اور محبوب تر نہیں پایا۔

طریق سلوک | بزرگو! خشیت (و خوف) سے محاسبہ پیدا ہوتا ہے اور محاسبہ سے مراقبہ پیدا ہوتا ہے اور مراقبہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوام شغل (حضور دائمی) حاصل

ہوتا ہے، بس آجکل سب سے زیادہ قابل رشک وہ مومن ہے جو اپنے زمانہ سے واقف ہو اور زبان کی حفاظت رکھے اور اپنے کام میں لگا رہے، اور نیک بند جسے کام کرتا رہے۔

توحید مطلب | ارادہ اور دھڑکیٹنے والا اصل نہیں ہوتا اور رشک کرنے والا کامیاب نہیں ہوتا اور جس کو اپنے اندر نقصان نہ معلوم ہوتا ہو جس کی ایک بڑی فرد تذبذب نہ کور ہی اس کے سارے اوقات نقصان ہی میں ہیں۔

عارف کی شان | عارف دانا خدا کے خوف اور اس کے مراقبہ کی وجہ سے اپنے نفس پر بڑی پابندی رکھتا ہے، جب بات کرنا چاہتا ہے تو منہ سے نکالنے کے پہلے سوچ لیتا ہے اگر اس میں کچھ بھلائی ہوتی ہے کہہ دیتا ہے ورنہ زبان کو بند ہی رکھتا ہے جو اللہ کو پہچان لے گا اللہ کے ساتھ اس کا ادب بڑھ جائے گا جو اللہ کا مقرب ہو گا اس کے اندر خوف خدا زیادہ ہو گا۔

آثار محبت | جو اللہ سے محبت کرتا ہے وہ اپنے نفس کو تواضع سکھاتا ہے دنیا کے تعلقات (زائدہ) کو اپنے سے الگ کر دیتا ہے اور ہر حالت میں اللہ کو ہر چیز پر ترجیح دیتا ہے اسی کی یاد میں لگا رہتا اور اللہ کے سوا کسی چیز کی خواہش اپنے دل میں نہیں چھوڑتا۔

آثار عبدیت | عبدیت کا حق یہ ہے کہ آقا کے سوا سب سے پوری طرح یکسو ہو جائے عبدیت یہ ہے کہ ہر چھوٹی بڑی چیز کو چھوڑ دے (جو خدا سے مانع ہوتی ہو) عبدیت یہ ہے کہ ہر قسم کی بڑائی اور بزرگی کی طلب سے ارادہ کو روک لے، عبدیت یہ ہے کہ آدمی اپنے اندر اپنے بھائیوں پر کسی قسم کی رفعت اور فوقیت

لے تاکہ اس زمانہ کی آفات سے محفوظ رہ سکے نیز مجاہدات میں اپنے زمانہ کی قوت و صنعت کا لحاظ رکھے پہلے زمانہ کے بزرگوں کی ریس نہ کرے ۱۲؎ جس کو شیخ پر اعتماد نہ ہو اور دھڑکا رہا پھر تا ہے کہ شاید یہاں مقصود مل جائے یا ہاں کا ۱۲؎

نہ پائے، عبدیت یہ ہے کہ آدمی جس مٹی سے بنا ہے اسی کے درجہ پر رہے (اپنے کو خاک سے زیادہ نہ سمجھے) عبدیت خوف و خشیت کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ کی تقاریر کے سامنے عاجز بن جانے کا۔

بندہ اس وقت تک پورا غلام نہیں بنتا جب تک آزادی کے درجہ پر نہ پہنچ جائے یعنی (خدا کے سوا) اوروں کی غلامی سے پوری طرح آزاد نہ ہو جائے۔

شریعت اور طریقت الگ الگ نہیں ہیں

تم ایسا مت کہو جیسا بعض (جاہل) صوفی کہا کرتے ہیں کہ ہم اہل باطن ہیں اور وہ اہل ظاہر ہیں (کیونکہ یہ دین (ظاہر و باطن دونوں کا) جامع ہے۔ اس کا باطن ظاہر کا مغز ہے، اور ظاہر باطن کا ظرف ہے اگر ظاہر نہ ہو تو باطن کہاں چھپے گا؟ اگر ظاہر نہ ہو تو باطن کا وجود ہی نہ ہوگا (کیونکہ دل بدون جسم کے موجود نہیں ہو سکتا بلکہ اگر جسم نہ ہو تو دل برباد ہو جائے گا اور دل بدن کا نور ہے، یہ علم جس کا نام بعض لوگوں نے علم باطن رکھا ہے اس کی حقیقت دل کی اصلاح ہے اور دل کی اصلاح بدون اصلاح ظاہر کے نہیں ہو سکتی نہ ظاہر کی اصلاح بدون اصلاح باطن کے ہو سکتی ہے صوفیہ کا وہ (عمل) باطن کو نسا ہے جس کے حاصل کرنے کا شریعت نے حکم نہیں دیا اور (اہل ظاہر کا) وہ (عمل) ظاہر کو نسا ہے جس کے باطن کو درست کرنے کا شریعت نے حکم نہیں دیا؛ پس ظاہر و باطن میں تفریق کے قائل نہ ہو کہ یہ گمراہی اور بدعت ہے مشائخ طریقت اور سواران میدان حقیقت تم سے کہتے ہیں کہ علماء کا دامن پکڑ لو میں یہ نہیں کہتا کہ تم فلسفہ سیکھو بلکہ یہ کہتا ہوں کہ فقہ حاصل کرو۔ اللہ تعالیٰ جس کی بھلائی چاہتے ہیں اس کو دین کی سمجھ (یعنی علم فقہ) عطا فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے کسی جاہل کو ولی نہیں بنایا اور اگر کسی جاہل کو ولی بناتے ہیں تو اس کو عالم بنا دیتے ہیں، ولی

دین کے احکام سے جاہل نہیں ہو سکتا وہ نماز پڑھنے روزہ رکھنے زکوٰۃ دینے حج کرنے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کرنے کا طریقہ خوب جانتا ہے ایسا شخص اگر ان پڑھ بھی ہو جب بھی عالم ہے اس کو جاہل وہی کہے گا جو علم مقصود سے جاہل ہے۔

تشرک اسباب کی ضرورت نہیں غفلت اور گناہ سے بچو | اس یہ نہیں کہتا کہ تم تجارت و صنعت و حرفت وغیرہ جملہ اسباب سے الگ ہو جاؤ، بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ ان کاموں میں غفلت اور گناہ سے بچو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم بیویوں کو چھوڑ دو، اچھے کپڑے نہ پہنو بلکہ یہ کہتا ہوں کہ خبردار! بیوی بچوں میں ایسے مشغول نہ ہونا کہ خدا کو بھول جاؤ (قیمتی) کپڑے پہنکر اللہ کی غریب مخلوق کے سامنے نہ اترؤ نیز میں یہ کہتا ہوں کہ ضرورت سے زیادہ زینت و آرائش کا اظہار نہ کرو کہ غریبوں کے دل ٹوٹ جائیں مجھے اندیشہ ہے کہ (اس سے) تمہارے دلوں میں عجب اور غفلت پیوستہ ہو جائیگی میں تو یہ کہتا ہوں کہ اپنا لباس صاف ستھرا رکھو اور اس کے ساتھ یہ بھی کہتا ہوں کہ اپنے دلوں کو بھی صاف ستھرا رکھو کہ دل کی صفائی کپڑوں کی صفائی سے مقدم ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لباس کو نہیں دیکھتے بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتے ہیں۔

مقاصد شریعت کے حقائق کا بیان

علم کی ایسی تعظیم کرو کہ اس کے واجبی حقوق ادا ہوتے رہیں اور علم نام ہے حقائق اشیاء دریافت کرنے کا شریعت اور عقل کے ذریعہ سے۔

ایمان کا حق ادا کرو جس کی حقیقت زبان سے اقرار کرنا اور دل سے یقین کرنا ہے۔

اسلام نام ہے شریعت کی پیروی اور (تقاضائے) طبیعت سے بے رخی کا۔

سچی معرفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو وحدانیت کے ذریعہ سے پہچانو۔

لہٰذا پس مشرک عارف نہیں ہو سکتا ۱۲ ظ

نیت کو پاک کرو جس کی حقیقت دل میں کسی بات کا آنسو ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مطلع نہیں ہو سکتا۔

ادب کو پختہ کرو جس کی حقیقت یہ ہے کہ ہر چیز کو اس کے موقع میں رکھا جائے وعظ۔ نام ہے غفلت والوں کو راستہ بتلانے کا۔

نصیحت نام ہے حقیقت زہد کی حفاظت کا طریقہ بتلانے کا۔

محبت نام ہے محبوب کے ماسوا کو بھول جانے کا۔

دعا کی حقیقت ہے۔ اپنی حاجتوں کو بلند بارگاہ میں پیش کرنا۔

تصوف نام ہے ترک اختیار کا (کہ اپنی تجویز کو فنا کر دے)

عبودیت کی حقیقت ہے دنیا کو چھوڑ دینا، دعویٰ نہ کرنا، مشقت برداشت کرنا، مولیٰ سے محبت کرنا۔

قرب کی حقیقت ہے اللہ کے سوا ہر چیز سے دل کا الگ ہو جانا۔

صدق کی حقیقت ہے ظاہر و باطن کا باہم موافق ہو جانا۔

عافیت کی حقیقت یہ ہے کہ سانس بدون تکلیف کے آتا ہے رزق بدون مشقت کے ملتا ہے اور عمل بدون ریا کے ہوتا ہے۔

استقامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی چیز کو ترجیح نہ دے۔

حلال وہ ہے جس کا دنیا میں تاوان نہ دینا پڑے اور آخرت میں اس کی وجہ سے مواخذہ نہ ہو۔

طاعت یہ ہے کہ تمام اقوال و افعال و احوال میں اللہ کی رضا طلب کرے۔

امام قال السعدیؒ تعلق حجاب است و بیجا صلیؑ و چو بیونہ با گسلی واصلیؑ ۱۲ ظ با مریدہ حکیم الامتہ

صبر۔ یہ ہے کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر جملائے رکھے۔ عزالت و خلوت۔ کی حقیقت یہ ہے کہ اہل دنیا سے دور رہے یعنی ان سے طمع نہ رکھے لوگوں سے ملنا چھوڑ دے یعنی دل ان میں مشغول نہ ہو اگرچہ بظاہر ان کے درمیان ہی بیٹھا ہو۔

ولی۔ وہ ہے جس نے نفس و شیطان اور دنیا اور اپنی خواہش سے منہ موڑ لیا اور اپنے چہرہ اور دل کو مولیٰ (تعالیٰ شانہ) کی طرف پھیر دیا اور دنیا و آخرت (دونوں) سے اعراض کر کے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کا طالب نہ ہو۔ متانع۔ وہ ہے جو تقدیر پر راضی ہو۔ اور قدر ضرورت پر اکتفا کرے خوف۔ یہ ہے کہ آدمی اپنے گناہوں کو پیش نظر کر کے اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔ امید۔ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اچھے وعدے (یا د کرنے) سے دل میں سکون و راحت پیدا ہو۔

ریاضت۔ یہ ہے کہ حالت مذمومہ کو (مجاہدہ کر کے) حالت محمودہ سے بدلا جائے۔

بعض رذائل نفس کی حقیقت کا بیان

حسد۔ یہ ہے کہ انسان دوسرے کی نعمت کا زوال چاہے۔ کبر۔ یہ ہے کہ آدمی اپنے کو دوسروں سے اچھا سمجھے۔ جھوٹ۔ کی حقیقت یہ ہے۔ خلاف واقع بات گھڑنا۔ اور ایسی فضول بات کہنا جس میں کسی قسم کا نفع نہ ہو۔

لہ یعنی آخرت کی طلب بھی نفس کے لئے نہیں کرتا بلکہ صرف رضائے حق کے لئے کرتا ہے ۱۲ ظ

غیبت۔ یہ ہے کہ کسی کا ایسا عجیب (اس کے پیچھے) بیان کیا جائے جو بوجہ بشریت کے اس میں ہے۔

غضب۔ کی حقیقت ہے خون کا جوش میں آنا بدلہ لینے کے ارادہ سے۔
ریا۔ کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اس بات سے خوشی حاصل کرنا چاہے کہ دوسرے اس کے اعمال کو دیکھ رہے ہیں۔

ظلم۔ کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی نفس کی ہر خواہش میں اس کی پیروی کرے۔
علامت مدامنت۔ جو شخص اپنے ہمسایوں کا محبوب ہو اور اس کے میل جول والے سب اس کی تعریف کرتے ہوں تو سمجھ لو کہ وہ مدامن ہے (یعنی برے کاموں پر روک ٹوک نہیں کرتا)۔

بقیہ عنوان سابق

احتساب شرعی کی بنیاد دو چیزوں پر ہے۔ ایک ہوشیاری دوسری بہت نرمی کے ساتھ نصیحت شروع کرنا چاہیے۔ سختی سے کام نہ لے حکومت کا ڈھنگ اختیار نہ کرے کہ اس سے (مخاطب کے) نفس کا جوش بڑھتا ہے اور وہ ناصح کی مخالفت اور ایذا کے درپے ہو جاتا ہے۔

تصوف کی حقیقت | غیر اللہ سے منہ پھیر لینا اور اللہ کی ذات میں غور نہ کرنا۔ اللہ پر بھروسہ رکھنا اور ہر حالت کی باگ تفلویض (ورضا) کے ہاتھ میں دیدینا اور دروازہ کرم کے کھلنے کا منتظر رہنا۔ اللہ کے فضل پر اعتماد کرنا ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور تمام حالات میں اللہ تعالیٰ سے تکیہ گمان رکھنا ہے۔

ملہ پس اگر بدون ارادہ کے طبعی طور سے خوشی ہو تو وہ ریا نہیں۔ قالہ سیدی حکیم الامتہ ۱۲ ظ

طریق حصول انس | اللہ تعالیٰ سے اسی کو انس حاصل ہوتا ہے جس کی طہارت کامل ذکر پاکیزہ ہو گیا ہو کہ جو چیز اللہ سے غافل کرتی ہو اس سے وحشت ہونے لگے۔
کشف | ایک مقناطیسی قوت ہے جس کی خاصیت یہ ہے کہ چشم بصیرت کی روشنی کو عالم غیب کی طرف کھینچ لی جاتی ہے۔ پھر چشم بصیرت کا نور عالم غیب سے اس طرح متصل ہو جاتا ہے جیسا صاف آئینہ سے شعلہ نظر ملتی ہے جبکہ آئینہ نظر کے سامنے ہو پھر چشم بصیرت کا نور عالم غیب کی روشنی لئے ہوئے اس کے صاف دل پر منعکس ہوتا ہے پھر ترقی کر کے خزانہ عقل میں چمکتا ہے اور اندر ہی اندر اس سے ایسا مل جاتا ہے کہ عقل کی روشنی میدان قلب میں پہنچنے لگتی ہے جس کے اثر سے لطیفہ سر کی پتلی میں دل کی روشنی چمکنے لگتی ہے۔ اب لطیفہ سر ان چیزوں کو دیکھنے لگتا ہے جہاں نہ ظاہری نگاہ پہنچ سکتی ہے نہ (دوسروں کی) سمجھ اس کا تصور کر سکتی ہے۔ (اور یہ کشف الہی ہے جو معین مقصود ہے نہ کہ کشف کوئی جو قابل التفات نہیں مثل دوسرے حواس کے)

فکر اور تصوف | تمام طاعات و عبادات میں افضل عبادت یہ ہے کہ ہمیشہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا دھیان رہے (اللہ تعالیٰ سے) انس کی علامت یہ ہے کہ تمہارے دلوں کے اور سلام الغیوب کے درمیان پردے اٹھ جائیں محبت کی شاخیں دلوں میں پھیلتی ہیں پھر عقل کے موافق پھل دیتی ہیں، شہرت کا طالب بد محبت کے سوا کوئی نہیں ہوتا۔ تصوف اس کا نام نہیں کہ (لوگوں سے یوں کہو کہ تم) مجھ سے محبت کرو، میری تعظیم کرو، میری زیارت کرو۔ جس کو کامل معرفت حاصل ہے وہ دنیا داروں کے دروازہ پر کھڑا نہیں ہوتا۔ مخلوق سے مانوس ہونا حق تعالیٰ سے جدا ہونا ہے جو اللہ کے سوا کسی اور سے عزت کا طالب ہو گا ذلیل ہو گا

جو درجہ یقین سے محروم ہے وہ متقیوں کے درجہ سے گر گیا جو اللہ کے واسطے (سب سے) الگ ہو گیا اللہ تعالیٰ اس کو (سب سے) ملا دے گا (یعنی سب اس کی طرف متوجہ ہوں گے) اللہ کی طرف یکسو ہو جانا اہل حال کی خاص حالت ہے جو اللہ کے ساتھ ان کو حاصل ہے۔

مقام قرب کی تحقیق | اے عزیز! اس مقام میں نہ وصال ہے نہ فراق نہ حلول ہے نہ انتقال، نہ حرکت ہے نہ سکون۔ نہ چھوٹا ہے نہ پاس ہوتا نہ سامنا ہے نہ مقابلہ نہ برابری ہے نہ مماثلت۔ نہ جنسیت ہے نہ تشکل، نہ کوئی جسم ہے نہ تصور۔ نہ تاثر ہے نہ تبدل و تغیر، یہ تو سب تیر حدوث کی صفات ہیں، حق سبحانہ ان تمام صفات و کیفیات سے منزہ ہے یہ تو اسی کی بنائی ایجاد کی ہوئی ہیں پھر وہ ان کے ذریعہ سے یا ان کے اندر یا ان کے پاس اور دور ہو کر کیونکر ظاہر ہو سکتا ہے یہ چیزیں خود اسی سے ظاہر ہوئی ہیں وہ اُن سے ظاہر نہیں ہوا۔ وہ تو ان شکلوں، صورتوں، کیفیتوں سے پاک اور ور الور ہے نہ وہ ان میں چھپا ہوا ہے نہ ان سے ظاہر ہوا نہ کسی کا فکر اس تک پہنچا نہ کسی کی نظر نے اس کو گھیرا۔ گفتگو کا دائرہ حقیقت حال کے بیان سے تنگ ہے۔ کیا کہا جائے؟ کیا بیان کیا جائے؟ خدا کی قسم زبانیں گونگی عقلیں حیران اور دماغ پریشان، دل سوختہ ہیں، حیرت اور دہشت کے سوا

غیر ازیں پس نہ بردہ اند کہ ہست	۵ دور بیناں بارگاہ الست
کینجا ہمیشہ باد بدست دام را	عشق آشکار کس نشود دام باز چیں
ضاعف اللہ بہ کل زمان عطشی ۱۲ ظ	مصلحت نیست مرا سیری زان آب حیات
حیرت اندر حیرت اندر حیرت است	اندریں راہ انچہ نمی آید بدست
وز ہر چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم	لے بر تراز خیال و قیاس و گمان و دہم
ماہچنناں و راول وصف تو مانده ایم	مجلس تمام گشت و بیایاں رسید عمر

کسی کے پاس کچھ نہیں ذہنی فیک تحیروا اے اللہ! اپنے بارہ میں میری حیرت کو اور زیادہ کیجئے، یہاں ظہور حقیقت مراد ہے نہ کہ ظہور دلالت کہ اس کا تحقق تو منصوص ہے۔

دنیا و آخرت کی تحقیق | اس عالم میں جو چیز انسان کے مشاہدہ میں آگئی وہی دنیا ہے اور عالم غیب و ملکوت کا جو حصہ مخفی ہے وہ آخرت ہے جس کی طرف موت کے بعد بندہ کو لوٹایا جائیگا اور سب سے زیادہ ظاہر انسان کے نزدیک اس کا بدن ہے کیونکہ وہ تمام عالم سے زیادہ اس کے قریب ہے اور دنیا کو دنیا اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ بندہ کے قریب ہے۔ پس جو حالت سب سے زیادہ اس کے قریب ہے وہ اس کی دنیا ہے اور جو سب سے زیادہ دور ہے وہ آخرت ہے اور چونکہ وہ دور ہے اس لئے اس کا انکشاف موت کے بعد پر رکھا گیا۔

شرح صدر کی تحقیق | اس راستہ میں حدود مقرر ہیں۔ نشانات لگے ہوئے ہیں جن سے آگے بڑھنا بدو (خاص) اجازت کے ممکن نہیں جس کو حد مقرر سے آگے بڑھنے کی اجازت دیدی جاتی ہے اس کے لئے دروازہ کھول دیا جاتا اور اس کو اندر لے لیا جاتا ہے۔ اس دربار میں داخل ہونا بدن شرح صدر کے ممکن نہیں اور شرح صدر ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ دل میں ڈال دیتے ہیں جس کی علامت ہے خیالی دنیا سے دور ہو جانا اور دائمی آخرت کی طرف متوجہ ہو جانا اور موت سے پہلے موت کیلئے تیاری کرنا۔ ایسی نورانی شرح صدر سے دلوں کے دروازے کھلتے ہیں موت کے اقسام | موت دو قسم کی ہے ایک طبعی کہ جان کو زبردستی بدن سے نکالا جائے کیونکہ وہ (طبعاً) اس کی محبت و عشق میں ہوئی اور اسی

سے مانوس ہے یہ زبردستی کر کے ہی نکالی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کا جوڑ پیوند الگ اور علاقہ بالکل منقطع ہو جائے یہ تو طبعی موت ہے، دوسری موت ارادی ہے کہ نفس زندگی ہی میں بدن سے مانوس ہونا چھوڑ دے، اس کی محبت و عشق سے اور اس کے کاموں میں منہمک و مستغرق ہونے سے کنارہ کش ہو جائے بدن سے آخرت کے فائدہ کا کام لے یہ موت ارادی ہے جس کو یہ موت حاصل ہو گئی وہ کبھی نہیں مرتا کیونکہ موت کی (حقیقی) تکلیف اسی مقدار سے ہوتی ہے جتنا نفس کو شہوات جسمانیہ سے تعلق اور لذات کی طرف میلان و عشق ہو، اگر ایسی تکلیف کا سبب پہلے ہی زائل ہو جائے تو تکلیف بھی زائل ہو جاگی اور اس کا کچھ بھی اثر نہ ہوگا (گو صورتی تکلیف ہو مگر وہ ناگوار نہیں ہوتی جیسے فحشی سے اپریشن کی اجازت دیتے ہیں) جب تکلیف کچھ نہ ہوگی تو کوئی اندیشہ بھی نہ ہوگا جب اندیشہ نہ ہوگا تو چین ہی چین ہے۔ جب چین ہی چین ہے تو خوشخبری اور بشارت ہی بشارت ہے اور جب بشارت ہی بشارت ہوگی تو بندہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کا مشتاق ہوگا اور جو اللہ سے ملنے کا مشتاق ہوگا اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا چاہیں گے اور ایسا شخص شہید ہے اور شہید مرتا نہیں۔ اس کی موت تو حیات ہی حیات ہے، پس موت ارادی ثواب ہی ثواب ہے اور طبعی موت عذاب ہی عذاب ہے جس کو موت ارادی حاصل ہے وہ طبعی موت سے پہلے جاگ جاتا ہے اور جو جاگ گیا وہ بلاشبہ دوسرے عالم کا مشاہدہ کر لیتا ہے (اور یہ دولت یقین سے حاصل ہوتی ہے) پس اپنے نفسوں کو مار کر اور دلوں کو زندہ کر کے اللہ سبحانہ سے یقین طلب کرو تا کہ فردوس اکبر اور عظیم الشان سلطنت تک پہنچ جاؤ۔

(سازقنا اللہ وایاکم بمنہ وکرمہ حق الیقین و ختم

لنا ولكم بالحسنه والعاقبة التي للمتقين - وصلى الله
تعالى على سيد المرسلين - سيدنا ومولانا محمد وعلى
آله واصحابه اجمعين ترويح التصوف والحمد
لله الذي بتعنته وعزته وجلاله تتم الصالحات.

ظفر احمد عفا الله عنه بمقام تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

خالقہ انداویہ ۵ ج ۲ ۳۵۲ھ

يقول عبده اشرف على قد سرحت فيه النظر - فوجد فيه
ماله يصل اليه اكثر البشر - نفع الله تعالى به الاصغر
والاكبر - لسابع جنادى الاخرى ۳۵۲ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

عطر التصوف

اللقب بہ

رئیس البرہان

و

اساس البیان

علم۔ نام ہے حقائق اشیا در یافت کرنے کا شریعت اور عقل کے ذریعہ سے۔
ایمان۔ کی حقیقت زبان سے اقرار کرنا اور دل سے یقین کرنا ہے۔
اسلام۔ نام سے شریعت کی پیروی اور (تقاضاے) طبیعت کی پوری کرنے کا۔
معرفت۔ کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو وحدانیت کے ذریعہ سے پہچانے
(یعنی اس کی ذات کو بھی واحد جانے) صفات کو بھی یکتا وبے نظیر پہچانے مطلوب و

لہ اس کتاب میں مدعا لغایت اللہ پر بعض اصطلاحات تصوف کو حضرت شیخ نے نہایت مختصر اور پر مضر الفاظ
میں اس طرح بیان فرمایا ہے کہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے حضرت حکیم الامتہ دامت مجدہم نے اس مقام
کو سن کر ارشاد فرمایا کہ ان حقائق کو کتاب کے اخیر میں بطور ضمیمہ کے ملحق کر دینا چاہیے تاکہ ہر ایک کو ان کے
تلاش کی زحمت نہ ہو کیونکہ یہ حقائق بہت کارآمد ہیں جن کے نہ جاننے سے بعض لوگوں کو بہت خلجان
رہتا ہے، امام غزالی نے احیاء العلوم وغیرہ میں ان حقائق کو بیان فرمایا ہے مگر وہ اس قدر تفصیل
کرتے ہیں کہ پڑھنے والے کے ذہن میں خلاصہ نہیں آتا تفصیل ہی کے چکر میں رہ جاتا ہے اس لئے
ان حقائق و معانی کو کتاب سے علیحدہ کر کے مستقل طور پر لکھا جاتا ہے اس کا لقب اور عنوان
حضرت حکیم الامتہ دامت مجدہم ہی کا تجویز فرمودہ ہے ۱۲ ظ

مقصود بھی صرف اسی کو بنائے۔ فاعل و موثر حقیقی بھی صرف اسی کو سمجھے ۱۲
نیت۔ کی حقیقت دل میں کسی بات کا آنا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی
مطلع نہیں ہو سکتا۔

ادب۔ کی حقیقت ہے۔ ہر چیز کو اس کے موقع میں رکھنا۔

وعظ۔ نام ہے غفلت والوں کو راستہ بتلانے کا۔

نصیحت۔ کی حقیقت ہے زہد کی حفاظت کا طریقہ بتلانا۔

محبت۔ نام ہے، محبوب کے ماسوا کو بھول جانے کا۔

وعا۔ کی حقیقت ہے اپنی حاجتوں کو بلند بارگاہ (جناب باری تعالیٰ) میں
پیش کرنا۔

تصوف۔ نام ہے۔ ترک اختیار کا (کہ بندہ اپنی تجویز و ارادہ کو رخصتے حق
میں فنا کر دے)

عجودیت (غلامی) کی حقیقت دنیا کو چھوڑ دینا۔ دعویٰ نہ کرنا۔ مشقت
برداشت کرنا۔ مولے سے محبت کرنا ہے۔

قرب۔ کی حقیقت اللہ کے سوا ہر چیز سے الگ ہو جانا ہے۔

صدق۔ کی حقیقت ظاہر و باطن کی باہم موافقت ہے۔

عافیت۔ کی حقیقت یہ ہے کہ سانس بدون تکلیف کے آتا رہے۔ رزق بدن

مشقت کے ملتا رہے۔ اور عمل (صلح) بدون ریا کے ہوتا رہے۔

استقامت۔ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی چیز کو ترجیح نہ دے۔

حلال۔ (روزی) وہ ہے جس کے کھانے والے کو دنیا میں تاوان نہ دینا پڑے

اور آخرت میں اس کی وجہ سے مواخذہ نہ ہو۔

لہ قال السعدی ۱۰ تعلق حجاب است و بے حاصلی ۱۱ چوپہ پیوند با بگلی و اصلی

طاعت۔ یہ ہے کہ تمام اقوال و افعال و احوال میں اللہ کی رضا طلب کرے۔
صبر۔ یہ ہے کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر جمائے رکھے۔

عزت و خلوت۔ کی حقیقت یہ ہے کہ اہل دنیا سے دور رہے یعنی ان سے طمع نہ رکھے اور لوگوں سے ملنا چھوڑ دے۔ یعنی دل ان کے ساتھ مشغول نہ ہو اگرچہ بظاہر ان کے درمیان ہی بیٹھا ہو۔

ولی۔ وہ ہے جس نے نفس و شیطان اور دنیا اور رابتی خواہش سے منہ موڑ لیا اور اپنے چہرہ اور دل کو مولیٰ (تعالیٰ شانہ) کی طرف پھیر دیا۔ اور دنیا و آخرت دونوں سے بے رخی کر کے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کا طالب نہ ہوا۔
قانع۔ وہ ہے جو تقدیر پر راضی ہو اور قدر ضرورت (سامان) پر کفایت کرے (زیادہ کی ہوس نہ کرے)

حسد۔ کی حقیقت یہ ہے کہ انسان دوسرے کی نعمت کا زوال چاہے۔
کبر۔ کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اپنے کو دوسروں سے اچھا سمجھے۔

کذب۔ (جھوٹ) کی حقیقت خلاف واقع بات گھڑنا۔ اور ایسی فضول بیہودہ بات کہنا ہے جس میں کسی قسم کا نفع نہ ہو۔

غیبت۔ کی حقیقت یہ ہے کہ کسی کا ایسا عیب (پچھے) بیان کرنا جو بشریت کی بنا پر اس میں ہے۔

حرص۔ کی حقیقت دنیا سے جی نہ بھرنا ہے۔

غضب۔ (غصہ) کی حقیقت خون کا جوش میں آنا ہے بدلہ لینے کے ارادہ سے ریا۔ کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اس بات سے خوشی حاصل کرنا چاہے کہ دوسرے اس کے اعمال کو دیکھ رہے ہیں۔

ظلم۔ کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کی پیروی کرے اس کی ہر خواہش میں

خوف۔ یہ ہے کہ آدمی اپنے گناہوں کو پیش نظر کر کے اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔
رجا۔ (امید) یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اچھے وعدے (کو یاد کرنے) سے دل میں
سکون (اور راحت) پیدا ہو۔

ریاضت یہ ہے کہ حالت مذمومہ کو حالت محمودہ سے بدلا جائے۔
عارفؑ۔ وہ ہے جس نے (سب کو چھوڑ کر سب سے قطع نظر کر کے) اللہ کی طرف ہجرت
کی اور مخلوق سے (اس کا) دل خالی ہو گیا۔
ناکام۔ وہ ہے جس نے اپنی عمر طاعت خداوندی کے سوا دوسرے کاموں میں
گزاری۔

کامیاب (اور صاحبِ قبال) وہ ہے جو اللہ کی طرف متوجہ ہو گیا۔
زاہد۔ وہ ہے جس نے ان تمام چیزوں کو چھوڑ دیا جو اللہ تعالیٰ سے غافل
غافل کرتی ہیں۔

جوانمرد۔ وہ ہے جو اللہ سے نیچے نہ اترے (یعنی اللہ سے لو لگا رہے اس کے
سوا کسی چیز پر توجہ نہ کرے)۔

توحید خالص یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی پر نظر نہ کرو کیونکہ وہ یکتا ہے۔

نخا۔ (تو نگری) یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مانوس ہو جائے۔

افلاس۔ یہ ہے کہ ہمیشہ مردوں ہی سے مانوس رہے (یعنی مخلوقات سے)

خشیت (دخوف) سے محاسبہ پیدا ہوتا ہے اور محاسبہ سے مراقبہ اور مراقبہ سے

اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوامِ شغل حاصل ہوتا ہے۔

عبدیتؑ۔ یہ ہے کہ آقا کے سوا سب سے پوری طرح یکسو ہو جائے۔ عقیدت

یہ ہے کہ ہر چھوٹی بڑی چیز کو چھوڑ دے۔ عبدیت یہ ہے کہ ہر قسم کی بڑائی

۱۵ یہ تعریفات مثلاً لغایت ص ۱۲ پر مذکور ہیں ۱۶ ط لکھ یہ تعریفات ص ۱۲ پر مذکور ہیں۔

اور بزرگی کی طلب سے ارادہ کو روک لے۔ عبدیت یہ ہے کہ آدمی اپنے اندر اپنے بھائیوں سے کسی قسم کی فوقیت اور رفعت نہ پائے۔ عبدیت یہ ہے کہ آدمی جس مٹی سے بنا ہے اسی کے درجہ پر ٹھہرا رہے (خاک سے زیادہ اپنے کو نہ سمجھے، عبدیت خوف و خشیت کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ کی تقدیروں کے سامنے جھک جانے کا۔

تم عطر التصوف بامر صاحب التشریف و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 علی خاتم فض الرسالة و شمس سماء البر والکمال والجلالة
 سیدنا محمد النبی والہ واصحابہ واتباعہ واحبابہ وکل
 من تمسک برفیع جنابہ والحمد لله رب العالمین

قَالَ تَعَالَى وَأَتَوَالِيَهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ

چون تصوف از اعظم مقاصد دینی است و مبادی
چون ابواب است مقاصدش چون بیات و آیت
بالا آمد بود بدخول ابیات از ابواب رساله

مبادی التصوف

از امامی قبله و کعبه حکیم الامت حضرت مولانا مولوی محمد اشرف علی
تھانوی قدس سره

وضبط کرده مولوی اسحاق علی صاحب کانیوی مع مایلحقها
مشمول در مبادی او اعانتہ لطالبی التصوف

ناشر

محمد عبد المنان غفرلہ

مکتبہ تھانوی فتر سالہ الا بقار، مسافر بنیاد و ذکرچی
ایم ۱۰۰ جلد رد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حَامِلًا وَمَصْلِيًّا

حضرت اقدس جناب مولانا و مقتدانا و استاذنا و مرشدنا مولوی محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی نے بتاریخ ۱۲ شوال ۱۳۱۵ھ چند منتخب اشخاص کو حافظ عبد اللہ صاحب مرحوم امام جامع مسجد کانپور کے حجرہ میں جو جامع مسجد کے ایک گوشہ میں واقع ہے جمع کیا جہاں تک مجھے یاد ہے اس منتخب جماعت میں جناب مولوی محمد اسحاق صاحب دوانی مدظلہ، حافظ عبد اللہ صاحب امام جامع مسجد کانپور، حافظ ابو سعید خان صاحب مالک مطبع نظامی کانپور، قاضی عبد الصمد صاحب - ایک شاہ صاحب اور تھے جو کسی اور بزرگ کے مرید تھے لیکن حضرت اقدس سے اعتقاد رکھتے تھے وہ بھی شریک تھے ان کا نام محمد رضا شاہ تھا اور یہ خاکسار اسحق علی عفی عنہ بھی اس جماعت میں برابر موجود رہا ممکن ہے کہ ایک دو صاحب اور ہوں لیکن اب کچھ یاد نہیں پڑتا۔

حضرت اقدس مدظلہم العالی نے اسی حجرہ میں کئی روز تک خلاصہ وزیدہ طریق سلوک بیان فرمایا خاکسار شائے تقریر میں برابر پنسل سے یادداشت لکھتا جاتا تھا اور بعد اس کے روزانہ صاف کر لیتا تھا چنانچہ اسی زمانہ میں اس طرح یہ رسالہ مرتب ہو گیا تھا جو خاکسار کے پاس برابر محفوظ رہا۔ حضرت والا نے اس کے اخفا کی سخت تاکید فرمائی تھی اور اس پر عمل کرنے کی بابت بہت مبالغہ سے امر فرمایا تھا یہاں تک کہ قبل بیان شروع کرنے کے فرمانے لگے کہ جس کو عمل نہ کرنا ہو یہاں سے اٹھ جائے

۱۵ یعنی ۱۵ شوال ۱۳۱۵ھ میں جس وقت اس رسالہ کا مقدمہ لکھا گیا ۱۲ امنہ

کیونکہ اس کو سننے کے بعد اس پر عمل نہ کرنا مضر ہے لیکن کوئی اٹھ کر گیا نہیں۔ یہ بھی فرمایا کہ اگر اس وقت پروانہ کی اور آئندہ اس پر عمل کیا تو نفع نہ ہوگا۔

اب رمضان ۱۲۵۳ھ میں خاکسار کو یہ خیال آیا کہ اگر حضرت اقدس مدظلہم العالی اس کی نظر اصلاحی فرمالتے تو یہ رسالہ نہایت مستند ہو جاتا چنانچہ اس غرض سے خاکسار نے حضرت اقدس کی خدمت میں یہ رسالہ بذریعہ ڈاک اس استدعا کے ساتھ روانہ کر دیا کہ حضور والا اس کو ملاحظہ فرمالیں شاید خاکسار سے سمجھنے میں یا ضبط کرنے میں کوئی غلطی واقع ہو گئی ہو اور جہاں کہیں مناسب خیال فرماہیں ترمیم اور تصحیح فرماویں تو اطمینان ہو حضرت اقدس نے جو والا نامہ اس کے جواب میں تحریر فرمایا اس میں سے اتنے حصہ کی نقل جو اس کی نظر اصلاحی کے متعلق ہے بغرض استاد و توفیق ذیل میں ثبت ہے۔

از اشرف علی — السلام علیکم

میں نے بہت دلچسپی کے ساتھ نظر غائر سے دو تین دن کے اندر یہ رسالہ دیکھ لیا جگہ جگہ مناسب ترمیم بھی کر دی عذراً و زیادۃً و تبدیلاً جیسی ضرورت معلوم ہوئی چنانچہ ملاحظہ سے معلوم ہوگا۔ میں نے مناسب سمجھ کر ایک ضمیمہ بھی مع تمہید بڑھا دیا۔ اسی والا نامہ میں حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ اس کا شائع ہونا شائقین کے لئے نافع ہوگا اس بنا پر اس کی اشاعت کی ضرورت ہوئی۔ اور حسب ایمائے حضرت اقدس محمد عثمان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (جو کہ عبدالمنان کے والد صاحب ہیں) کے پاس بغرض اشاعت بھیج دیا گیا ہے

ہر کہ خواند دعا طمع دارم : زانکہ من بندہ گنہگارم

خاکسار سید اسحاق علی
محله نیاکٹرہ مکہ آباد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

آغاز رسالہ

حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا۔

(۱) کہ کسی شیخ کی تعلیم سے اول دوازدہ تسبیح شروع کرنا چاہیے اس طرح سے کہ لا الہ الا اللہ ۲۰۰ بار آج سے شروع کر دیں ایک چلہ گزرنے کے بعد الا اللہ کو ۴۰۰ بار اس پر اضافہ کریں پھر جب اس پر بھی ایک چلہ گزر جائے تو اللہ اللہ دو ضربی ۶۰۰ بار اس پر اور زیادہ کریں اور جب اس پر بھی ایک چلہ گزر جائے تو اللہ ایک ضربی ۱۰۰ بار اور ہو، ۱۰۰ بار اور بڑھائیں پھر اس پر بھی ایک چلہ گزر جائے۔

(۲) اس وقت سلطان الاذکار اس ترکیب سے شروع کریں کہ اکڑوں بیٹھ کر آہستہ آہستہ سانس لے کر حبس دم کریں اور دونوں ہاتھوں کے میٹھام دونوں کانوں میں اور ہر دو منہ آنکھوں پر اس طرح کہ اوپر کا پیوٹا کھچ کر بلا کسی تکلف کے ذرا نیچے کی جانب ہو جائے اور ہر دو وسطے ناک کے نتھنوں پر اور ہر دو بنصر اوپر ہونٹ پر اور ہر دو خضر

۱۰ ذکر کرنے کا طریقہ ذکر کر کے سجھا دیا تھا ۱۱ منہ ۱۲ اس کا بہترین وقت بعد تہجد ہے ۱۳ منہ

۱۴ ضرب بریطیفہ روح ضرب بریطیفہ قلب ۱۵ ضرب قلب پر ۱۶ ۱۷ انگوٹھے ۱۸

۱۹ کلمہ کی انگلی ۲۰

نیچے کے ہونٹ پر رہیں اور زبان کو تالو سے لگا کر لفظ اللہ خیال سے کہتے رہو جب تک سانس بلا تکلف ٹرک سکے اور جب سانس لینے کا تقاضا ہو تو صرف نتھنے پر سے انگلیاں ہٹا کر ناک سے آہستہ سانس چھوڑ دو اور تین سانسیں لے کر جب کہ دم قرار پا جائے پھر جس دم کرو اسی طرح اول روز دس سانسیں حبس کرنا چاہیے اور پھر رفتہ رفتہ ایک ایک سانس بڑھا کر رفتہ رفتہ تحمل تک پہنچانا چاہیے۔

(۳) جانتا چاہیے کہ اس کام میں غایت استقلال کی ضرورت ہے بلکہ یوں سمجھنا چاہیے کہ اگر سو برس میں بھی راستہ کھلے گا تب بھی مستعد رہوں گا اور کشف کا ہرگز ہرگز قصد نہ کرنا چاہیے ورنہ پھر کشف بھی نہ ہوگا اور عدم اخلاص کا ضرر جدا۔

(۴) اور جب بباعث ایام گریا یا اور کسی باعث سے گرمی بہت زیادہ محسوس ہونے لگے تو شغل ذیل بعد حبس کے کرو یعنی یہ تصور کرو کہ عرش سے باریک باریک پانی کی پھوار میرے قلب پر پڑ رہی ہے اور کچھ عرصہ تک اسی طرح مراقب بیٹھے رہو اور اس سے تسکین نہ ہو تو قلب پر لفظ اللہ چاندی کے پانی سے لکھا ہوا تصور کرو۔ اس سلطان[ؑ] الاذکار کو مرتے دم تک نہ چھوڑنا یہ بعض آثار کے اعتبار سے ام السلوک ہے ذوق و شوق کے قبیل سے جو کچھ بلے گا اسی سے بلے گا۔

(۵) نیز پاس انفاس شروع کر دو اور تا عمر نہ چھوڑو، اور
حتی الوسع کوئی سانس خالی نہ جائے اور ابتداء میں قبل
جاری ہونے کے ایک وقت معین کر کے پاؤ گھنٹہ یا آدھ گھنٹہ
اس کو کرایا کرو۔ یہ اختیار ہے خواہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ
یا اس کے سوا جو چاہو سو کیا کرو۔

(فل) اس سے قبل خاصۃً مجھ سے ارشاد فرمایا تھا کہ
چونکہ آجکل گرمی ہے اس لئے تم کو وہ پاس انفاس بتلاتا
ہوں جس کی غالب تاثیر سرد ہے تاکہ گرمی میں تکلیف نہ ہو وہ
یہ ہے کہ جب سانس اندر جائے تو صلی اللہ علیک یا محمد
اور جب باہر آئے تو صلی اللہ علیک وسلم زبان تالو سے لگا کر
خیال سے کہا کرو (۱۲)

پاس انفاس میں سانس طبعی طور سے چلنے دینی چاہئے۔ قصداً
سانس لینے سے بعض امراض پیدا ہوتے ہیں۔

(فل) حضرت مولانا صاحب فرماتے تھے کہ پاس انفاس
کی مجھے خاص طور سے تاکید ہوئی ہے یعنی بطریق وارد
(۶) ۱۰۰ بار استغفار — ۱۰۰ بار کلمہ شریف۔

۱۰۰ بار درود شریف بعد نماز صبح و بعد نماز مغرب پڑھنا
چاہیے اور سوتے وقت ۱۰۰ بار درود شریف پڑھ کر سو رہنا
چاہیے اور بعد پڑھنے کے حتی الوسع کلام کرنا مناسب
نہیں لیکن اگر ضرورت ہو تو حرج نہیں۔

قرآن شریف بلا ناغہ دیکھ کر تدبیر کے ساتھ پڑھنا چاہیے

خواہ تھوڑا ہی سا ہو، اگر ممکن ہو تو دلائل الخیرات بھی پڑھ لیا کرو علاوہ بریں ہمیشہ تا عمر پندرنامہ عطار بھی کسی قدر بلا ناغہ ضرور پڑھنا چاہیے۔ اس قدر تو نہایت ضروری ہے اس کے سوا جس شغل وغیرہ سے دلچسپی ہو کیا کرو۔

(۷) فائدہ صبح کا کھانا شکم سیر ہو کر کھالیا کرو لیکن شام کا کھانا ربع معصرہ خالی چھوڑ کر کھالیا کرو اور بعد عشا بدون سخت پیاس کے پانی نہ پیا کرو اور آٹھویں دن شام کو بالکل نہ کھالیا کرو بلکہ قافتم کیا کرو پھر لطف دیکھنا۔

(۸) تنبہ۔ شاغل کو کبھی دودھ کی قدرے کثرت کرنا چاہیے تاکہ بیہوشی کی وجہ سے امراض جسمانی پیدا نہ ہوں۔ اور اگر کوئی عارضہ یا کسی قسم کی تکلیف بوجہ شغل کے محسوس ہو تو فوراً شغل کو چھوڑ کر شیخ کو مطلع کرو اور اگر شیخ قریب نہ ہو تو شیخ کے کسی کامل مرید سے رجوع کرو، جلس وغیرہ میں اکثر ایسی حالت ہو جاتی ہے۔ ایک شاغل کسی اور کے مرید ہیں جن کو بیعت کی اجازت بھی ہے اپنا حال بیان کرتے تھے کہ میرے منہ سے عرصہ تک خون آتا رہا جب شیخ کو اطلاع دی تو انھوں نے کچھ تدبیر کی۔

(۹) اس طریق میں عورت سے زیادہ صحبت کرنا نشاط طبع کے لئے (جس کو ذوق و شوق میں خاص دخل ہے) غایت مضر ہے

لہٰذا اس میں بعض روایات متکلم فیہ ہیں جس کو ایک ایک کی تحقیق نہ ہو احتیاط یہ ہے کہ وہ کسی جگہ ایسی عبارت نہ پڑھے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا ممت

بہر حال حستی المقدور پر ہیز کرے کیونکہ نشاط کا دار و مدار حرارت پر ہے اور زیادہ صحبت اس کی مقلل ہے۔ اور جب نہایت غلبہ خواہش ہو یعنی بغیر اسباب شہوت رغبت شدید ہو اس وقت اپنی بی بی کے پاس جانے میں مضائقہ نہیں۔
 تنبیہ :- یاد رہے کہ منتہی کو صحبت سے ضرر نہیں ہوتا کیونکہ اس کو کیفیات کی حاجت نہیں رہتی۔

(۱۰) جب جی نہایت گھبرائے کہ مدت تک محنت کی اور کچھ نفع نہیں ہوتا اور طبیعت پریشان ہو اس وقت سنبھلنا چاہیے اور اشعار ذیل حکیم سنائی کے پڑھنا چاہیے انشاء اللہ ان سے نفع ہوگا
 حکیم سنائی وہ بزرگ ہیں جن کی سند مولوی معنوی ثنوی میں لاتے ہیں۔

عقل کامل شود یا فاضل صاحب سخن	قرنہا باید کہ تا یک کو دے از لطف طبع
لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن	سالہا باید کہ تا یک سنگ اصل ز آفتاب
صوفی را خرقہ گردد یا جامے را رسن	ماہہا باید کہ تا یک مشت پشم از پشت میش
شاہدے را حلہ گردد یا شہیدے را کفن	ہفتہا باید کہ تا یک پنبہ آب و گل
تا کہ در جوف صدف باراں شود در عدن	روزہا باید کشیدن انتظار بے شمار

(۱۱) بعد ہر نماز کے اس مناجات کو پڑھنا چاہیے۔ اگر یہ شخص خلافت چال چلتا ہوگا تو اذن کو مشش سے انشاء اللہ درست ہو جائے گا۔

جائی یارب زد و کون بے نیازم گرداں	وز افسر فقر سرفرازم گرداں
در راہ طلب محرم رازم گرداں	زاں رہ کہ نہ سوئے تست بازم گرداں

نیز اس کو بھی پڑھنا چاہیے خصوصاً جب بچپنی ہو تو اس کی کثرت کرنا چاہیے

سرائی

یارب بتو در گریختم بپذیرم در سایہ لطف لایزال گیرم
 کس را گذر جاوہ تقدیر تو نیست تقدیر تو کردہ بکن تدبیرم
 (۱۲) حکیم سنائی کی مناجات ذیل کو تہجد کے وقت پڑھنا چاہیے اگر
 کل نہ ہو سکے تو بعض اشعار بھی کافی ہیں اس سے نبوت کی نسبت
 غالب رہے گی اور نیز یہ کہ غلبہ رہے گا۔

ملکا ذکر تو گویم کہ تو پاکی و خدائی ہمہ در گاہ تو جویم ہمہ در کار تو پویم
 تو خداوند یعنی تو خداوند سیاری تو زن و جفت بخوئی تو خور و خفت نخوای
 نہ نیارت بولادت نہ بفرزند تو حاجت تو کریمی تو رحیمی تو سمعی تو بصیری
 ہمہ را عیب تو پوشی ہمہ را غیب تو دانی نہ بدے خلق تو بودی بود خلق تو باشی
 نہ سپہری نہ کو اکب نہ بروجی نہ دقائوق بری از چون و چرائی بری از عجز و نیازی
 بری از خوردن و خفتن بری از تہمت و دن تو علیمی تو حکیمی تو خیریری تو بصیری
 نتواں وصف تو گفتن کہ تو در دف بجنی احداً لیس کشلی صمداً لیس کفصلی
 نروم من بخز آں رہ کہ تو آں رہ بنائی ہمہ تو حید تو گویم کہ بتوحید سزائی
 تو خداوند زمین تو خداوند سمائی تو جلیل الجبروتی تو امیر الامسرائی
 تو معززی تو مذلی ملک العرش بجائی ہمہ را رزق رسانی تو باوجود و عطائی
 نہ تو خیزی نہ نشینی نہ تو کا ہی نہ فزائی نہ مقامی نہ منازل نہ نشینی نہ بیائی
 بری از صورت و زنگی بری از عیب و خطائی بری از بیم و امید از رنج و بلائی
 تو نمایندہ فضل تو سزاوار خدائی نتواں شرح تو دادن کہ تو در شرح نیائی
 لمن الملک تو گوئی کہ سزاوار خدائی

ہر یک مقولہ گوئی ۱۲ منہ

لب و دندان سنائی ہمہ توحید تو گویند مگر از آتش دوزخ بودش زود رہائی
(۱۳۱) فائدہ :- نمازیں اہدانا الصراط المستقیم کو نہایت
حضور قلب و خشوع سے ادا کیا کرو اور بعد نماز ربنا لا تنفع
قلوبنا الاّٰیہ پڑھ لیا کرو اور حضرت حاجی صاحب قبلہ مدظلہ العالی کا
ارشاد ہے۔

(۱۳۲) جب قبض و حجاب سے کلفت ہو تو یہ شعر پڑھو۔
باغباں گر پنج روزے صحبت گل بایدش
برجقائے خار بجران صبر بلبل بایدش
اور جب جی بہت گھبرائے اور مایوسی ہونے لگے تو یہ پڑھو۔
اے دل اندر بند زلفش از پریشانی منال
مرغ زیرک چو بدام افتد تحمل بایدش
اگر مستکانات میں سے کسی کی طرف التفات ہونے لگے تو یہ پڑھو۔
باچنیں زلف ورخے بادش نظر بازی حرام
ہر کہ روئے یاسمین و جعد نیل بایدش
اور جب خوف ملامت ہو تو یہ پڑھو۔

رند عالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار
کار ملک بست آنکہ تدبیر و تحمل بایدش
اور جب مجاہدہ و ریاضت پر نظر ہونے لگے یہ پڑھو۔
تکیہ بر تقوی و دانش اور طریقت کافرست
راہ رو گر صد ہمدارد تو کل بایدش

لے اس وقت زندہ تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۲ منہ

اگر کوئی مصیبت مثل بیماری یا فاقہ وغیرہ کے ہو یہ پڑھے۔
 ناز ہا زین نرگس مستانہ می باید کشید
 این دل شوریدہ گر آن زلف و کاکل بایش
 اگر ذوق و شوق میں کمی ہوتے لگے یہ پڑھے۔
 ساقیا در گردش ساغر تعلل تا بچند
 دور چوں ما عاشقاں افتد تسلسل بایش
 اگر نفس کسی شغل وغیرہ کو ٹالنے لگے یہ پڑھے۔
 کیست حافظ تا نوشد بادہ بے آوز چنگ
 عاشق مسکین چہرا چندین تامل باید شش

تحقیقات مفیدہ

(۱۵) اس میں گفتگو ہے کہ نبوت افضل ہے یا ولایت مگر اس پر اتفاق ہے کہ ولی سے نبی افضل ہے کیونکہ وہ جامع ہوتے ہیں نبوت ولایت کے۔ جو لوگ نبوت کی افضلیت کے قائل ہیں نبی کی ولی پر افضلیت سے استدلال کرتے ہیں۔ اور جو ولایت کی افضلیت کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ ولایت میں توجہ الی الحق ہے اور نبوت میں توجہ الی الحق والحق پس ولایت افضل ہوئی لیکن تحقیق یہ ہے کہ ولایت تو بیشک توجہ الی الحق ہے مگر نبوت توجہ الی الحق والحق معاً معنی مرتبہ جامعہ ہے پس

ظاہر ہے کہ نبوت افضل ٹھہری علاوہ بریں اگر ولایت کو افضل کہا جائے تو لازم آتا ہے کہ نبی کو نبوت ملنے سے اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف نزول ہوتا ہے کیونکہ نبی قبل نبوت ولی ہوتا ہے پھر نبوت ملتی ہے مگر دونوں فریق میں نزاع لفظی ہے کیونکہ جو لوگ نبوت کو افضل کہتے ہیں نبوت معنی مطابقتی پر محمول کرتے ہیں اور جو لوگ ولایت کو افضل کہتے ہیں وہ نبوت کے معنی تضمنی یعنی توجہ الی الحق کے اعتبار سے کہتے ہیں۔

(۱۶) سلوک دو قسم پر منقسم ہے سلوک نبوت اور سلوک ولایت اور ہر ایک کے آثار اور خواص جدا جدا ہیں جو حسب ذیل لکھے جاتے ہیں اولیاء میں سے کسی پر کسی وقت فیض نبوت کا غلبہ ہوتا ہے اور کبھی فیض ولایت کا۔

آثار سلوک نبوت

(۱) طریق نبوت والے قصداً کمی نہیں کرتے جو ملتا ہے اسی پر قناعت کرتے ہیں۔

(۲) خلق کی طرف اضافہ کے لئے رغبت کرتے ہیں لیکن خلق سے جی نہیں رگلاتے۔

(۳) امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے ہیں۔

آثار سلوک ولایت

(۱) طریق ولایت والے کھانے پینے میں تکلفاً کمی کرتے ہیں۔

(۲) خلق سے نفرت کرتے ہیں۔

(۳) امر بالمعروف ونہی عن المنکر نہیں کرتے جب تک واجب نہ ہو۔

(۴) ان کو اپنے مکاشفات و تحقیقات پر اطمینان ہوتا ہے اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں اگر خلاف شرع نہ ہو

(۴) ان پر ادب غالب ہوتا ہے، جیسا کہ صاحب شرع سے منقول ہوتا ہے اس پر اپنی طرف سے بذریعہ کشف وغیرہ نہیں پڑھاتے اگرچہ وہ زیادہ خلاف شرع نہ ہو۔

(۵) ان کا انتہائی مقام رصنا ہے (۶) ان پر ذوق و شوق غالب ہوتا ہے اور عبادت میں لذت طبعیہ آتی ہے۔

(۵) ان کا انتہائی مقام عبودیت ہے۔ (۶) ان پر ذوق و شوق غالب نہیں ہوتا بلکہ ان کو عبادت میں بھی طبعی مزہ نہیں آتا یعنی اگر نہ آوے دلگیر نہیں ہوتے محض حکم ایزدی سمجھ کر عبادت کرتے ہیں۔

(۷) اہتمام سے دعا نہیں مانگتے۔

(۷) بمقتضائے ادعو فی استجب کم دعا مانگنا فرض سمجھتے ہیں۔

(۸) اسباب ظاہری کو ترک کر دیتے ہیں۔

(۸) اوروں سے زائد اسباب سے متمسک ہوتے ہیں بگر بدون انہماک کے مقتضائے موافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ میں دو دوزر ہیں پہنسی ہیں۔

(۹) ابو بکر و عمر رض سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔

(۹) حضرت علی رض کے ساتھ طبعاً زیادہ محبت کرتے ہیں مگر اعتقاد فضیلت ترتیب سے ہوتا ہے۔

(۱۰) افضلیت کا یقین نہیں کرتے محبت کرتے ہیں۔

(۱۱) یہ شریعت پر بڑی سختی سے عمل کرتے ہیں۔

(۱۲) ان پر صحو (ہوشیاری) غالب

ہوتا ہے۔

(۱۰) شیخ کو سارے جہان سے فضل سمجھتے ہیں اور اس پر شیفۃ ہوتے ہیں

(۱۱) ان سے شرائع میں کبھی تسامح بھی ہو جاتا ہے اور وہ معذور ہیں۔

(۱۲) ان پر سکر غالب ہوتا ہے۔

(ف) تفصیل بالا سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اولیا خلافت شریعت چلتے ہیں کیونکہ ایک تو نصوص کا ظاہر ہے اس پر اصحاب حدیث چلتے ہیں۔ دوسرے نصوص کے معانی محض یا احکام ہیں اس پر فقہا عامل ہیں۔ تیسرے نصوص کے معنی المعنی اس پر بعض احکام میں صوفیہ عامل ہیں لیکن فقہا کا طریق اسلم ہے کیونکہ شرعیات ہی سے علت مستنبط کر کے حکم کو متعدی کرتے ہیں اور صوفیہ کبھی اپنے ذوق سے بھی علت نکال کر حکم کو متعدی کر لیتے ہیں شرعیات سے علت نکال کر حکم کو متعدی کرنے کی نظیر تو صحابہؓ کے زمانہ میں بھی پائی جاتی تھی اور اس کا حجت ہونا صراحۃً ثابت ہے، بخلاف ذوق محض کے کہ اس سے علت نکال کر حکم کو متعدی کرنے کی نظیر معسوف نہیں اور محض ظاہراً بتدبر و تدبیر بتفکرون کے خلاف ہے۔

(۱۳) جماعت کی پابندی کرتے ہیں ان کی نظر سے مقصود بیت غیر کی بالکل نفی ہو چکتی ہے۔

(۱۳) بعض اوقات بعض مغلوبین جماعت سے بھاگتے ہیں کیونکہ ان کو اخفا مقصود ہوتا ہے مگر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی

نظر میں ابھی غیر باقی ہے۔

(۱۴) اگر شریعت ظاہر کے خلاف شیخ حکم کرے تو اسے خلاف شریعت نہیں سمجھتے کسی تاویل سے کر لیتے ہیں مگر غیر قطعیات میں

(۱۵) ان پر حب عشقی غالب ہوتی ہے۔

(۱۴) یہ اگر خلاف ظاہر شرع کوئی حکم شیخ کی طرف سے ہو تو مخالفت کرتے ہیں مگر ادب کے ساتھ۔

(۱۵) ان پر حب ایمانی غالب ہوتی ہے۔

(ف) جناب مولانا اسماعیل صاحب عشقی کی ترجیح کی نفی کرتے ہیں اور حب ایمانی کی ترجیح کے قائل ہیں۔ اور جناب قبلہ حاجی صاحب روحی و فرائد اس کے عکس کے قائل ہیں۔

(۱۶) اصحاب سلوک نبوت پر

ہمیشہ تنزیہ غالب رہتی ہے

(۱۷) سلوک نبوت کی انتہا مقام

عبودیت ہے۔

(۱۶) اصحاب سلوک ولایت پر

کبھی تشبیہ غالب ہوتی ہے۔

(۱۷) سلوک ولایت کی انتہا

مقام رضا یا فناء الفنا ہے۔

(ف) اس امر میں گفتگو ہے کہ انتہا مقام رضا ہے یا فناء۔ الفنا

مولانا صاحب مدظلہم العالی کی تحقیق یہ ہے کہ باعتبار مقام تخلق کے رضا ہے اور باعتبار حال کے فناء الفنا ہے۔

تحقیق لطائف ستہ

لطائف ستہ حسب ذیل ہیں (بجز نفس کے کہ وہ عالم خلق سے ہے باقی سب عالم امر سے ہیں)

لطیفہ نفس - قلب - روح - سر - خفی - اخفی۔

(ف) مسبوق بالمدة والمادة عالم خلق سے کہلاتا ہے۔

(ف) غیر مسبوق بالمادة ومسبوق بالمدة عالم امر سے کہلاتا ہے۔

لطائف ستہ کشف سے دریافت ہوئے ہیں اور ان کے توحید و تعدد میں اختلاف ہوا ہے لیکن ان کے افعال خاصہ سے ظاہر ان کے تعدد پر استدلال ممکن ہے چنانچہ

(فصل) نفس - قلب - روح - سر - خفی - اخفی۔

غفلت ذکر حضور ملکوت مکاشفہ مشاہد فناء معائنہ

(و) نفس بقیہ لطائف کے مضاد ہے اور باقی لطائف آپس میں

متناسب ہیں اور ہر تختانی رتبہ فوقانی کے لئے ممد ہے اور فوقانی

تختانی پر مشتمل اسی لئے فوقانی ذکر و جاری ہونے سے تختانی بھی ذکر

و جاری ہو جاتا ہے۔

مقامات لطائف

نفس قلب روح سر خفی اخفی

زیر ناف زیر پستان چپ زیر پستان راست مابین قلب و روح مابین دو ابرو امام الدماغ

حضرت حاجی صاحب قبلہ کی یہی تحقیق ہے اگرچہ بعض نے کچھ اختلاف

بھی کیا ہے اور وجہ اس اختلاف کی اختلاف کشف ہے، کیونکہ
جملہ لطائف مثل مرایائے متعاکسہ ہیں جس شخص کو جہاں کسی لطیفہ
کا نور نظر آیا اس نے وہیں اس کا مقام سمجھ لیا اور کسی کو مقام
اصلی مکشوف ہوا۔

ہر لطیفہ کا رنگ حسبِ ذیل ہے

نفس	قلب	روح	سِر	خفی	اخفی
زرد	سرخ	سفید	سبز	نیلا	سیاہ

(ف) لطائف کی تحقیق مبسوط کا اگر شوق ہو تو رسالہ النور
۶ و ۷ بابت سوال و ذیقہ ۳۲۹ء کا مطالعہ کیا جاوے
تحقیق مذکور بصورت ایک رسالہ کے ہے جس کا نام ہے —
القطائف من اللطائف ۱۲ منہ

(۱۸) سیر الی اللہ کی انتہا فناء الفناء ہے اور سیر فی اللہ کی
انتہا نہیں۔

(۱۹) نفس ایک ہے تین مختلف اوصاف کے اعتبار سے
امارہ - لوامہ - مطمئنہ کہلاتا ہے۔

(۲۰) مراتب الیقین - علم الیقین - عین الیقین - حق الیقین -
علم الیقین کا مرتبہ یہ ہے کہ کوئی کسی شے کو اعتقادِ جازم کے ساتھ جان لے
جیسے کسی کو یہ علم ہو جاوے کہ آگ جلاتی ہے۔

عین الیقین یہ کہ اس کے ساتھ مشاہدہ بھی ہو جائے مثلاً آنکھ سے
دیکھ لے کہ آگ کسی شے کو جلا رہی ہے۔

حق الیقین یہ کہ اس کے ساتھ انصاف بھی حاصل ہو جائے مثلاً کوئی شخص اپنا ہاتھ آگ میں ڈال کر دیکھ لے اور ہاتھ جل جائے۔

(۲۱) نصیحت: کبھی اپنی ریاضت پر مغرور نہ ہونا چاہیے کیونکہ اگر کوئی کافر بھی ریاضت کرے تو اس کو بھی انوار نظر آ سکتے ہیں اور وہ بھی حقیقت تک پہنچ سکتا ہے اگرچہ بذریعہ اسم مضلی ہی کے پہنچے۔ پس معلوم ہوا کہ محض وصول مقصود نہیں بلکہ مقصود قبول ہے۔ اسم مضل کا مظہر جہنم ہے کافر کی رسائی وہاں ہوگی اور مظہر اسم ہادی کا جنت ہے اور مؤمن کی رسائی یہاں ہوگی۔

(۲۲) جہلا کا اشغال نہ بتلانا چاہیے کیونکہ اس سے کبھی کشف ہونے لگتا ہے اور وہ اس کی تاویل کرنے کی قابلیت نہیں رکھتے کیونکہ کشف اکثر کسی نہ کسی صورت مثالی میں ہوتا ہے جو محتاج تاویل ہے۔ لہذا مناسب ہے کہ ان کو صرف ذکر تعلیم کیا جائے۔

(۲۳) تجلی مثالی باری تعالیٰ کی یہ ہے کہ کوئی ذات ممکنہ (جو باری تعالیٰ کے کسی وصف میں مناسبت تامہ کے مشارکت ہو) ظاہر ہو جاتی ہے۔

(۲۴) قطب الارشاد صاحب تصرف شرعی ہوتا ہے، اور وہ لوگوں کو ہدایت کرتا ہے اور قطب الاکوان صاحب تصرف تکوینی ہوتا ہے اور اکثر اس سے خرق عادات وغیرہ زیادہ صادر ہوتے ہیں۔

(۲۵) شغل و فکر میں فرق یہ ہے کہ شغل تصور ذکر کو کہتے ہیں اور فکر تصور مذکور کو اور شغل و مراقبہ میں فرق یہ ہے کہ شغل میں فقط محکوم علیہ کا تصور ہوتا ہے اور مراقبہ میں اس کی طرف محکوم بہ کی نسبت کی تصدیق کا۔

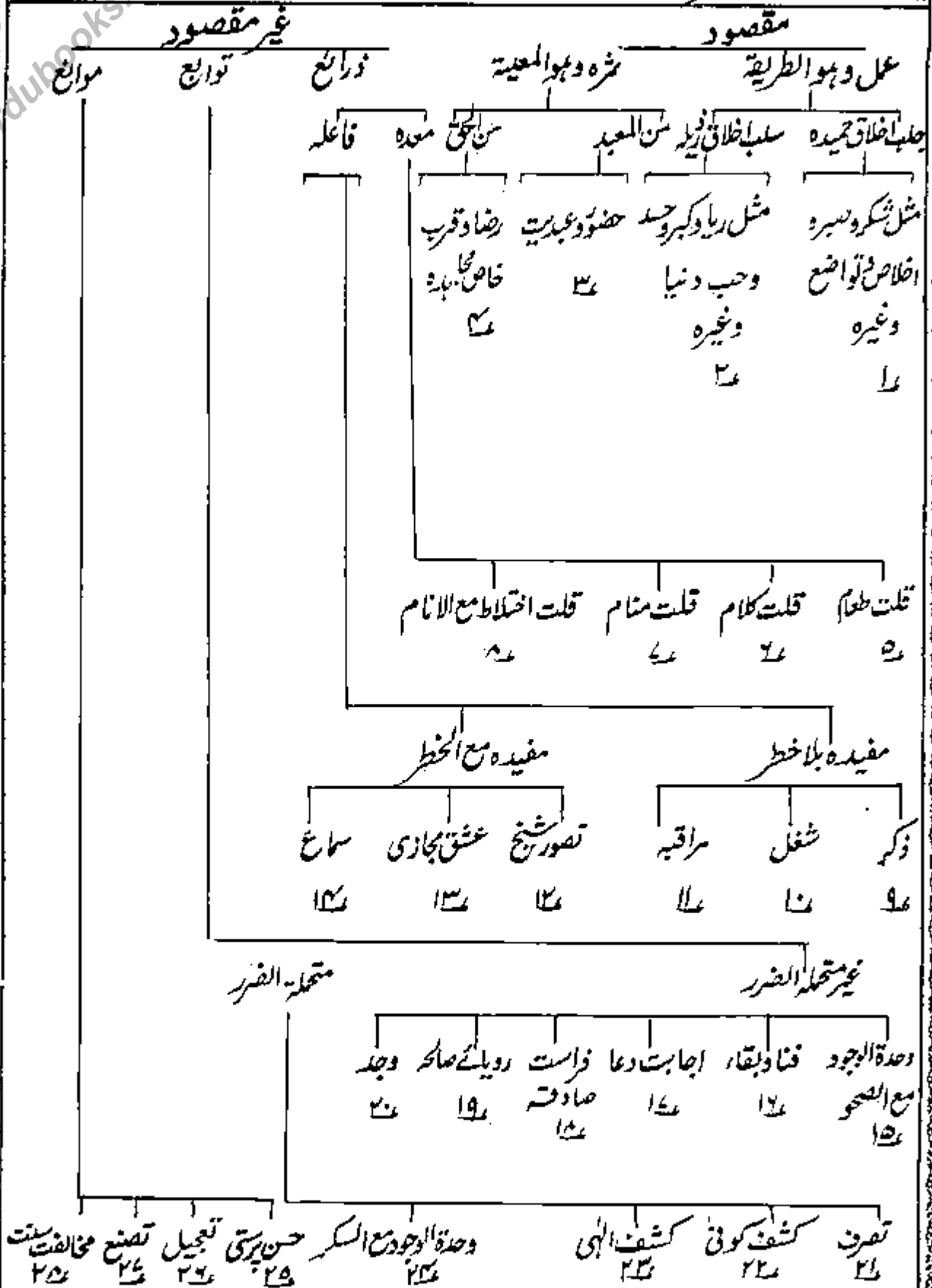
التماس

یہ محض ایک آئینی نمونہ ہے مگر صرف اس کا مطالعہ مطالعہ
پر عمل حصول مقصود کے لئے کافی نہیں ہر محل پر ضرورت ہے
شیخ کامل کی تعلیم کی اور اس کے اتباع کی جیسے معالجہ جسمانی میں صرف
کتاب کا مطالعہ کافی نہیں ہر حالت میں ضرورت ہے، طیب باہر
کی رائے اور اس پر عمل کرنے کی واللہ الموفق اختتمت رسالہ مبادی التصوف
بید الاحقر اسحق علی عفی عنہ

ضمیمہ نافعہ

جس زمانہ میں ملفوظات بالا کی تدوین کی گئی ہے اسی کے قریب
زمانہ میں اسی جامعیت و نافعیت و اختصار و سہولت استحضار
کے رنگ میں ایک اور ملفوظ بھی ایک نقشہ کی صورت میں احقر نے منضبط
کیا تھا جس کا لقب صاحب ملفوظ نے اب بعد ملاحظہ و اصلاح شجرۃ المراد
تجویز کیا اور جو النور جلد ۱۲ بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ میں شائع
بھی ہو گیا ہے، ہمرنگ ہونے کی وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ اس کو
بھی اس رسالہ کا ضمیمہ بنا دیا جائے چنانچہ ذیل میں منقول ہے۔
(نقشہ صفحہ آئندہ پر ملاحظہ کیا جائے)

رساله شجرة المرام یعنی امور مبعوث عنہا فی التصوف



۲۹ رمضان المبارک

یوم دوشنبہ ۱۳۵۵ھ

انہت شجرة المرام

وانا الاحقر اسحق علی عقی عہہ الکا نفوری

حل الاشکال علی ضرۃ الشیخ مع وجہ الاختیار فی الاعمال

بعد الحمد والصلوة یہ رسالہ ایک علمی اصلاحی اشکال کا جواب ہے جو دو خط پر مشتمل ہے اول خط میں اس اشکال کا اجمالی جواب ہے۔ دوسرے خط میں تفصیلی ہے چونکہ اشکال بھی جدید ہے واصل بھی بیدار شافی و مفید اس لئے ایک دوست میرے مشورہ سے اس کو شائع کر رہے ہیں۔

فقط کتبہ اشرف علی عفی عنہ

صفر ۱۳۵۶ھ

خط اول

حضرت مخدوم والمکرم ذوالمجد والمعظم مجدد الملت مولانا الشاہ

محمد اشرف علی صناعت فیوضہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعدہ عرض ہے کہ بندہ نے حضرت والا کے ساتھ اصلاح کا تعلق کیا ہے حضرت نے یہ طریق تجویز فرمایا تھا کہ نفس کی ایک ایک حالت لکھو اور میرے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کرو چنانچہ میں نے اپنے اندر چند امور والہ علی الکبریا کر ان کی اصلاح کے متعلق درخواست کی تھی۔ حضرت نے تحریراً سوال فرمایا تھا کہ "یہ امور اختیاری ہیں یا غیر اختیاری" میں نے

لہ چونکہ حل اشکال یعنی ازالۃ الشبہ متعلق طریق من وجہ مبادی میں سے ہے اس لئے اس کو اشاعت میں رسالہ مبادی التصوف کے ساتھ ملحق کر دیا گیا۔ ۱۲

جواب میں شق اول عرض کی تھی۔ حضرت والا نے جواباً تحریر فرمایا کہ اختیاری کی ضد بھی اختیاری ہے۔ اب کیا سوال باقی رہا۔ بھگت متعالیٰ میں نے وہ امور ترک کئے مگر گاہے گاہے خیال نہ رکھنے کی وجہ سے مرتکب ہو جاتا ہوں جس کا تدارک بعد میں ندامت اور توبہ سے کر لیتا ہوں اور ارادہ کرتا ہوں کہ آئندہ انشاء اللہ العزیزہ خیال رکھوں گا۔

اب میں حضرت والا سے ایک بات دریافت کرتا ہوں (اور واللہ العظیم وباللہ الکریم حاشا ثم کلا اس سے اعتراض مقصود نہیں ہے بلکہ محض ایک شبہ جو کہ پیش آیا ہے اس کے حل کے لئے اور وہ یہ کہ شریعت مقدسہ کے جمیع احکام اختیاری ہی ہیں اور میرے اندر اور بھی امراض ظاہرہ و باطنہ متعلقہ اخلاق نہ کہ عفتانہ۔ بفضلہ تعالیٰ عقائد تو درست ہیں پس وہ امور بھی اختیاری ہیں۔ اب ان کے حضرت والا کے سامنے اظہار کر کے طریقہ ان کی اصلاح کا معلوم کرنے کے متعلق یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ چونکہ اس کا جواب وہی جو کہ اوپر مذکور ہوا کہ اختیاری کی ضد بھی اختیاری ہے لہذا باوجود جواب معلوم ہونے کے پھر خواجہ خواجہ حضرت والا کو تکلیف دینا یہ غیر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر بایں وجہ مذکور امراض نہ کروں اور خود بخود اپنے طور پر یہ خیال کر کے کہ یہ امر اختیاری ہے لہذا اس کو اظہار کرنے کی ضرورت نہیں (بوجہ جواب مذکور معلوم ہونے کے) بلکہ اپنے اختیار سے تو کلاً علی اللہ ہمت کر کے اس کو ترک کروں گا اور اگر غیر اختیاری ہے (مثلاً وساوس وغیرہ) تو اس کا مواخذہ نہیں ہے لہذا اس کے بھی اظہار کی ضرورت نہیں ہے۔ تو یہ خیال گلوگیر ہوتا ہے کہ پھر حضرت والا سے جو اصلاح کے لئے تعلق کیا ہے تو اس کا سلسلہ ہی اب

قائم کیسے رہ سکتا ہے حالانکہ اصلاح کا سلسلہ تو بہت طویل ہے اور بہت مدت تک خط و کتابت و عرض حالت کے بعد اصلاح کا حصول ہوتا ہے پس اس وقت یہی شبہ مستقر ہو کر اظہارِ امراض سے (توقفاً علی الجواب) مانع ہوا جناب والا سے متوقع ہوں کہ اس کا حل فرما کر احقر کو تشفی بخش کر سرفراز فرمائیں، فقط والسلام مع الکرام

الجواب

السلام علیکم۔ نفیس سوال ہے جس کا بعونہ تعالیٰ سلیس جواب ہے مگر ایک خاص سوال کے جواب کی طرف متوجہ کرنے کو اس کی توضیح میں اعانت کا دخل ہے اس لئے فی الحال اسی کو کافی سمجھتا ہوں اور وہ سوال یہ ہے کہ اگر کوئی کہے کہ طبی کتابوں میں تمام اغذیہ و ادویہ کے منافع و مضار مصرحاً مذکور ہیں جس کا قبل لحوق مرض مطالعہ کر کے ہر شخص کامل احتیاط کر سکتا ہے اور جو کسی اتفاق سے مرض لاحق ہو جاوے تو طبی ہی کتابوں میں ہر مرض کی علامات دیکھ کر مرض کی تشخیص اور تدبیرات دیکھ کر مرض کا علاج کر سکتا ہے پھر طبیب کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے سو اس سوال کا کیا جواب ہوگا۔ اسی سے یہ سوال حاضری حل ہو جاوے گا۔ فقط

خط ثانی

حال۔ احقر اس سال دورہ حدیث میں شریک ہے ایک عرصہ سے خط لکھنے کا خیال کر رہا تھا لیکن ایک عارض مانع بنا رہا وہ یہ کہ احقر کو آپ کے

مصنفات و ملفوظات دیکھنے کا بے حد شوق ہے چنانچہ بچپن سے اب تک برابر دیکھتا رہا بحدیث بہت مستفید ہوا۔ ان سے ایک خاص بات معلوم ہوئی وہ یہ کہ مامورات شرعیہ سب کے سب اختیاریہ ہیں چونکہ مامورات اختیاریہ ہیں اس لئے جہاں رکنے کا امر ہے وہ بھی اختیاری ہوئے اس لئے سارے امراض کا علاج یہی ہے کہ اپنے اختیار سے رُکے اب اپنے متعلق بھی ہمیشہ یہی تفسیر جاری کرتا رہا، اب سوال یہ ہے کہ مشائخ طریقت سے اس قاعدہ کے معلوم ہونے کے بعد کیا سوال اور علاج کرانا چاہیے، میرے یہی سمجھ میں نہیں آتا بہت عرصہ سے اس امر پر غور کر رہا ہوں امید کہ جناب والا مطلع فرمائیں گے تاکہ احقر اسی پر عمل کرے آخر اس قاعدہ کلیہ کے علم کے بعد معالج و مشائخ کی ازالہ مرض میں کیا حاجت باقی رہتی ہے امید کہ اگر کوئی غلطی ہو گئی ہو تو مطلع فرما دیں گے۔

تحقیق :- مامورات و منہیات سب اختیاری ہیں پس مامورات کا ازکاب اور منہیات سے اجتناب بھی سب اختیاری ہیں لیکن اس میں کچھ غلطیاں ہو جاتی ہیں کبھی تو یہ کہ حاصل کو غیر حاصل سمجھ لیا جاتا ہے کبھی اس کا عکس مثلاً ایک شخص نے نماز میں خشوع کا قصد کیا اور وہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے حاصل ہو گیا مگر ساتھ ہی ساتھ وساوس و خطرات کا ہجوم بھی ہوتا رہا یہ شخص اس کو خشوع کا مضاد سمجھ کر خشوع کو غیر حاصل سمجھا یا ابتداء عبادت میں وساوس غیر اختیاری تھے مگر اسی سلسلہ میں وہ وساوس اختیاریہ کی طرف متحرک ہو گئے اور یہ ابتداء کے دھوکے میں رہ کر خشوع کو باقی سمجھا حالانکہ وہ زائل ہو چکا اور کبھی غیر راسخ کو راسخ سمجھ لیا جاتا ہے۔ مثلاً دو چار خفیف حادثوں میں رضا بالقضا کا احساس ہوا یہ سمجھ گیا کہ ملکہ راسخ ہو

پھر کوئی بڑا حادثہ واقع ہوا اور اس میں رضا نہیں ہوئی یا درجہ مقصود تک نہیں ہوئی مگر یہ اسی دھوکہ میں رہا کہ اس میں رسوخ ہو چکا ہے اب بھی رضا معدوم یا ضعیف نہیں ہے اور حاصل کو غیر حاصل سمجھنے میں یہ خرابی ہوتی ہے کہ شکستہ دل ہو کر اس کا اہتمام چھوڑ دیتا ہے پھر وہ سچ مچ زائل ہو جاتا ہے اور اس کے عکس میں یہ خرابی ہوتی ہے کہ اس کا اہتمام ہی نہیں کرتا اور محروم رہتا ہے اور غیر راسخ کو راسخ سمجھنے میں بھی وہی خرابی عدم اہتمام تکمیل کی ہوتی ہے، کبھی یہ غلطی ہوتی ہے کہ حاصل راسخ کو زائل ہو جاتا ہے اور اس کے عکس میں یہ خرابی ہوتی ہے کہ اس کا اہتمام ہی نہیں کرتا اور محروم رہتا ہے اور غیر راسخ کو راسخ سمجھنے میں بھی وہی خرابی عدم اہتمام تکمیل کی ہوتی ہے، کبھی یہ غلطی ہوتی ہے کہ حاصل راسخ کو زائل سمجھ لیتا ہے مثلاً شہوت حرام کی مقاومت کی اور وہ زمانہ غلبہ آثار ذکر کا تھا اس لئے داعیہ شہوت حرام کا ایسا مضحل ہو گیا کہ اس کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا پھر ان آثار کا جوش و خروش کم ہونے سے طبعی التفات گو درجہ ضعیفہ میں بھی ہونے لگا یہ شخص سمجھ گیا کہ مجاہدہ بیکار گیا اور شہوت حرام کا زلیہ پھر عود کر آیا پھر اصلاح سے بالوں ہو کر سچ مچ بطالت و خلاعت میں مبتلا ہو گیا یہ چند مثالیں ہیں غلطیوں کی اور ان کے مضار کی اگر کسی شیخ سے تعلق ہو اور اس پر اعتماد ہو تو اسکو اطلاع کرنے سے وہ اپنی بصیرت و تجارب کے سبب حقیقت سمجھ لیتا ہے اور ان اغلاط پر مطلع کرتا ہے اور یہ ان مضرتوں سے محفوظ رہتا ہے اور فرضاً سالک اگر ذکاوت و سلامت فہم کے سبب

خود بھی مطلع ہو سکے مگر نا تجربہ کاری کے سبب مطمئن نہیں ہوتا اور مشوش ہونا مقصود میں مغل ہوتا ہے یہ تو شیخ کا اصلی منصبی فرض ہے اور اس سے زیادہ اس کے ذمہ نہیں لیکن تبرعاً وہ ایک اور بھی خدمت کرتا ہے وہ یہ کہ مقصود یا مقدمہ مقصود کے تحصیل میں اور اسی طرح کسی ذمیمہ یا مقدمہ ذمیمہ کے ازالہ میں طالب کو مشقت شدید پیش آتی ہے گو تکرارِ مباشرة اور تکرارِ مجاہدیت سے وہ مشقت اخیر میں مبدل بہ یسر ہو جاتی ہے لیکن شیخ تبرعاً کبھی ایسی تدابیر بتلا دیتا ہے کہ اول امر ہی سے مشقت نہیں رہتی یہ ایک اجمالی تحقیق تقریب فہم کے لئے ہے باقی ضرورت شیخ کا مشاہدہ اس وقت ہوتا ہے جب کام شروع کر کے اپنے احوال جزئیہ کی اس کو بالالتزام اطلاع کرتا ہے اور اس کے مشورہ کا اتباع کرتا رہے اور یہ اتباع کامل اس وقت ہو سکتا ہے جب اس پر اعتماد ہو اور اس کے ساتھ تعلق انقیاد ہو اس وقت حلاً معلوم ہوگا کہ بدون شیخ کے مقصود حاصل ہونا عادتاً معتذر ہے الا نادراً والنادر کا معدوم پھر اس ضرورت میں تفاوت فہم واستعداد کے اعتبار سے تفاوت بھی ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ متقدمین کو کم ضرورت تھی۔

مقدمہ درسیہ

حل الاشکال

رسالہ ہذا اور دیگر تالیفات حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی حقانی قدس سرہ

مکتبہ تھانوی مسافر خانہ پندر روڈ کراچی

ایم۔ اے۔ جناح روڈ

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے

ملفوظات کمالات اشرفیہ

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے چودہ سو پینتیس (۱۴۳۵) ملفوظات وارشادات کا قابل قدر مجموعہ ان ملفوظات میں ایسے ایسے مسائل حل ہوئے ہیں کہ بڑی بڑی کتابوں اور بڑے بڑے عالم سے بھی حل ہونا مشکل ہے اس کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے جیسا کہ حضرت تھانویؒ کی مجلس خاص میں بیٹھے سن رہے ہیں چنانچہ مشاہدہ ہے اور ہزاروں کا تجربہ ہے کہ حضرت حکیم الامتہ القدس سرہ العزیز کے ملفوظات و مواظپ پڑھنے والوں کی زندگی میں عظیم الشان تغیر پیدا ہو جاتا ہے اور باطن کے عقیدے کو لائیل (حل نہ ہونے والے) نظر آتے ہیں دفعہ کھل جاتے ہیں اور ایمان میں تازگی اور اعمال صالحہ کی رغبت پیدا ہو جاتی ہے اپنے گناہوں اور غفلت کے تذکرے کیلئے بہت ہی آسان صورت نظر آنے لگتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کی امیدیں قوی تر ہو جاتی ہیں۔ یہاں انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ہر طالب خود محسوس کرے گا، کتابت اطاعت کا غد بہت عمدہ ہے۔ مجلد ڈسٹ کور

اس میں حکیم الامتہ کی سوانح عمری ان کے علمی و روحانی کمالات کے مجددانہ کارنامے، اصول تربیت و سلوک، عارفانہ نکات، زہدین اقوال و ردیہ و آخر کے سنوارنے کا مکمل لائحہ عمل آگیا ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ ایک شیخ کامل اور شفیق مرتبی کی صحبت کا فائدہ عطا کرے گا۔ اس نعمت سے ہر مسلمان کو ضرور فائدہ اٹھانا چاہیے قیمت مجلد ڈسٹ کور

اس کتاب کے جملہ مضامین حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کے افادات کا انتخاب ہیں اس میں شریعت، طریقت،

حقیقت، معرفت، بیعت اخلاق، مجاہدات، اذکار، اشغال، مراقبات، احوال، توجیہات، تعلیمات، مسائل مع دلائل و حقائق سالک کے لئے طریق عمل مندرج ہیں۔ جو قرآن مجید و احادیث

نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر تصانیف علمائے محققین و اولیاء کرام کی روشنی میں مرتب کی گئی ہے۔ اس کتاب کا ہر مسلمان کے پاس ہونا ضروری ہے۔ قیمت مجلد ڈسٹ کور

مسلمانوں کا عروج و زوال

بیان الامر ترجمہ اردو تاریخ الخلفاء

اس کے مطالعہ سے تاریخ اسلام کی پوری واقفیت ہو جاتی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ خلافت کس طرح اور کس کس پر منتقل ہوتی رہی کچھ سال

ایک ہزار سال کی تاریخ کا علم اس کتاب سے ہو جاتا ہے۔ اس میں امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت لیکر ۹۶ھ تک کے شان و حکومت، مجاہد و رفعت کا منظر، عدل و انصاف کا سچا فوٹو اس خوبی سے کھینچا گیا ہے کہ جس سے اسلام کی اولوالعزمی کا بخوبی پتہ چلتا ہے قیمت مجلد ڈسٹ کور علاوہ ڈاک خرچہ

بنیان المشید

از حضرت شیخ احمد کبیر رفاقی قدس سرہ۔ یہ وہ ہستی ہیں کہ آپ نے روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر عرض کیا کہ آپ اپنا مبارک ہاتھ دیکھیے کہ

میں اسے بوسہ دیکر عزت حاصل کروں۔ اسی وقت روضہ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم سے دست مبارک چمکتا ہوا نکلا اور آپ نے اسے بوسہ دیا، اس کتاب کے ترجمہ سے حضرت حکیم الامتہؒ کو بیدار خوشی ہوئی تھی، اس کا مطالعہ مبتدیان سلوک کے لئے بہت مفید اور نافع ہے۔ اس طرح یہ مجموعہ سب ہی کے لئے کافی شافی ہوگا۔ گویا معرفت و حقیقت کا نایاب خزانہ ہے۔ امید ہے کہ برادران اسلام عموماً اور برادران سلسلہ امدادیہ اشرفیہ تھانوی خصوصاً اس کی قدر فرمائیں گے قیمت مجلد ڈسٹ کور

مجموعہ کلیات امدادیہ

از حضرت شیخ العرب والعم حاجی امداد اللہ حقارحمۃ اللہ علیہ عرب پاکستان اور ہندوستان کے بہت

بڑے شیخ ہیں یہ ان کا مکمل مجموعہ دس کتابوں پر مشتمل ہے۔ اس مجموعہ میں سلوک و تصوف کیلئے بہترین رہنما اور شریعت طریقت کے بہترین راستے دکھانیوالی یہ واحد کتاب ہے جو دس کتابوں کا مجموعہ ہے (۱) ضیاء القلوب (۲) فیصلہ ہفت مسئلہ (۳) ارشاد مرشد (۴) تحفۃ الشائق (۵) وحدۃ الوجود (۶) غذائے روح (۷) گلزار معرفت (۸) رسالہ درد غمناک (۹) جہاد اکبر (۱۰) نالہ امداد غریب۔ قیمت

مکتبہ تھانوی بندر روڈ کراچی

ایم۔ اے۔ جناح روڈ